بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتبہ شیخ سعید احمد خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
قاسم سینٹر دوکان نمبر ۳۲ اردو بازار فون ۲۲۱۳۰۵۸
کراچی

بکھرے موتی

بکھرے موتی

جلد نہم

خدا کی عظمت
خدا کے کلام سے

اِنتخابْ وتَرتیبْ

محمد یونس
ابن حضرت مولانا
محمد عمر صاحب
پالنپوری

مکتبہ رحمانیہ
اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743
MAKTABA-E-REHMANIA

نام کتاب: .... بکھرے موتی

انتخاب و ترتیب: .... حضرت مولانا محمد یونس صاحب پالنپوری ظلہ العالی

ناشر: .... مکتبہ رحمانیہ

مطبع: .... لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

منتخب اشعار

①

عاشقوں کو شباب نے مارا فاسقوں کو شراب نے مارا
عالموں کو کتاب نے مارا منشیوں کو حساب نے مارا
ہم جواب تک بچے رہے ان سب سے ہم کو روٹی، کباب نے مارا
اے خدا میری منت کی لاج رکھ لے میری نہیں تو اپنی رحمت کی لاج رکھ لے

②

خود مسیحا، خود ہی قاتل وہ بھی آخر کیا کرے
زخم دل اچھا کرے یا درد دل پیدا کرے

③

وہی قاتل ، وہی منصف ، وہی شاہد
میرے اقرباء خون کا دعویٰ کریں کس پر

④

تو رحمت تمام ہے یہ مانتا ہوں میں
پھر کس کے واسطے یہ جہنم بنائے ہیں

⑤

اس سے بڑھ کر اور کیا حسنِ یقین ہوگا یونسؔ
اس کی رحمت کے سہارے ہم خطا کرتے رہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور حضور ﷺ پر بہترین درود ہو۔

امابعد!

الحمدللہ بکھرے موتی جلد نہم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے پہلے کی جلدوں میں تو متفرق مضامین تھے کسی بھی جلد میں مکمل ایک ہی مضمون نہیں تھا لیکن الحمدللہ اس نویں جلد میں مکمل ایک ہی مضمون ہے اور یہ ہے۔ اللہ کی عظمت کے سلسلہ میں جو آیات ہیں ان آیات کو مع ترجمہ وتشریح یہاں جمع کیا گیا ہے، اور تشریح مکمل تفسیر ابن کثیر سے لی گئی ہے اور اس کی تکمیل پندرہویں شعبان رات دس بجے مرکز نظام الدین دہلی میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ اس سے امت کو فائدہ پہنچائے۔ (آمین)

اللہ کی رضا کا طالب
محمد یونس پالن پوری
۱۵۔ شعبان ۱۴۲۳ھ
مرکز نظام الدین دہلی

①

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ (البقرۃ:۲۲)

ترجمہ: ”جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، خبردار! باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔“

تشریح: اللہ اپنے بندوں کو عدم سے وجود میں لایا، اسی نے ہر طرح کی ظاہری و باطنی نعمتیں عطا فرمائیں، اس نے زمین کا فرش بنایا اور اس میں مضبوط پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں اور آسمان کو چھت بنایا، پانی آسمان سے اُتارنے کا مطلب بادل سے نازل فرمانا ہے۔ اس وقت جبکہ لوگ فائدہ اٹھائیں اور ان کے جانور بھی، اور اسی وجہ سے وہی مستحق ہے ہر قسم کی عبادتوں کا اور شریک نہ کئے جانے کا۔

②

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾ ع (البقرۃ:۲۹)

ترجمہ: ”وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف قصد کیا اور ان کو ٹھیک ٹھاک سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔“

تشریح: وہ اللہ جس نے زمین کو صرف دو دن میں پیدا کیا جو رب العالمین ہے جس نے زمین میں مضبوط پہاڑ اوپر سے گاڑ دیئے ہیں، جس نے اس زمین میں برکتیں اور روزیاں رکھیں اور چار دن میں زمین کی سب چیزیں درست کر دیں۔

پھر آسمان کی طرف متوجہ ہو کر جو دھوئیں کی شکل میں تھے فرمایا، کہ اے زمینو اور آسمانو! خوشی یا ناخوشی سے آؤ تو دونوں نے کہا باری تعالیٰ ہم تو خوشی خوشی حاضر ہیں، دو دن میں ان دونوں آسمانوں کو پورا کر دیا اور ہر آسمان میں اس کا کام بانٹ دیا اور دنیا کے آسمان کو ستاروں کے ساتھ مزین کر دیا اور انہیں شیطانوں سے بچاؤ بنایا، اس نے پہلے زمین پیدا کی پھر ساتوں آسمانوں کو بنایا، اللہ تعالیٰ نے اس کی موٹائی بلند کر کے انہیں ٹھیک ٹھاک کیا اور ان میں سے رات دن پیدا کیا، پھر اس کے بعد زمین پھیلائی اس سے پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو گاڑا۔

ابن مسعود، ابن عباس اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور کسی چیز کو پیدا نہیں کیا تھا، جب اور مخلوق کو رچانا چاہا تو پانی سے دھواں بلند کیا وہ اونچا چڑھا اور اس سے آسمان بنائے پھر پانی خشک ہو گیا اور اس سے زمین

بنائی، پھراسی کوایک ایک کر کے سات زمینیں بنائیں۔ اتواراور پیر کے دودن میں یہ ساتوں زمینیں بن گئیں، زمین مچھلی پر ہے اور مچھلی پانی میں ہے اور پانی صفاۃ فرشتے پر اور فرشتہ پتھر پر اور پتھر ہوا پر ہے، مچھلی کے ہلنے سے زمین کانپنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو گاڑ دیا اور وہ ٹھہر گئی، پہاڑ زمین کی پیداوار ہے، درخت وغیرہ زمین کی کل چیزیں منگل اور بدھ کے دودنوں میں پیدا کیں، پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی جودھواں تھا، آسمان بنایا پھر اسی میں سے سات آسمان بنائے، جمعرات اور جمعہ کے دو دنوں میں، ہر آسمان میں اس نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ان چیزوں کو جن کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں۔

آسمان کو ستاروں کے ساتھ زینت دی اور انہیں شیطان سے حفاظت کا سبب بنایا، اور چھ دن میں آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر کے پھرعرش پر مستوی ہوگیا اور آسمان اور زمین دونوں دھواں تھے ہم نے انہیں پہاڑ اور پانی سے ہر چیز کی زندگی کی۔

ابن جریر میں ہے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اتوار سے مخلوق کی پیدائش شروع ہوئی، دو دن میں زمین پیدا ہوئی، دو دن میں ان کی تمام چیزیں پیدا کیں اور دو دن میں آسمانوں کو پیدا کیا، جمعہ کے دن آخری وقت ان کی پیدائش ختم ہوئی اور اسی وقت حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اسی وقت میں قیامت قائم ہوگی۔

مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کیا، اس سے جو دھواں اوپر چڑھا اس کے آسمان بنائے جو ایک پر ایک اس طرح سات ہیں، اور زمین ایک کے نیچے ایک اس طرح سات ہیں۔ صحیح بخاری میں بروایت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے کہ زمین کی پیداوار آسمانوں سے پہلے کی گئی لیکن پھیلائی گئی بعد میں اور اس کے بعد جو پانی چارہ پہاڑ اور جن جن چیزوں کی نشوونما کی قوت اس زمین میں رکھی تھی ان سب کو ظاہر کر دیا اور زمین کی پیداوار اور طرح طرح کی مختلف شکل اور مختلف قسموں کی نکل آئی اسی طرح آسمان میں بھی ٹھہرے رہنے والے اور چلنے والے ستارے وغیرہ بنائے۔

صحیح مسلم اور نسائی میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، مٹی کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ والے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن اور درختوں کو پیر کے دن اور برائیوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن اور جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت میں عصر کے بعد سے رات تک۔

③

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٣١ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝٣٢

(البقرۃ: ۳۱۔۳۲)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام نام سکھا کر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا، اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ، ان سب نے کہا اے اللہ! تیری ذات پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا

ہے، پورے علم وحکمت والا تو ہی ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک خاص قسم کا علم دے کر فرشتوں پر فضیلت دی، فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو تمام نام بتائے یعنی ان کی تمام اولاد کے، سب جانوروں کے، زمین، آسمان، پہاڑ، تری، خشکی، گھوڑے، گدھے، برتن، بھانڈے، چرند، پرند، فرشتے، تارے وغیرہ تمام چھوٹی بڑی چیزوں کے۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ تمام چیزوں کے نام سکھائے تھے ذاتی نام بھی، صفاتی نام بھی اور کاموں کے نام بھی جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ گوز کا نام بھی بتایا گیا تھا۔

④

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ (النمل:٦٠)

ترجمہ: "بھلا بتاؤ کہ آسمان کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی، پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اُگا دیئے؟ ان باغوں کے درختوں کو تم ہرگز نہ اُگا سکتے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے؟ بلکہ یہ لوگ ہٹ جاتے ہیں (سیدھی راہ سے)۔"

تشریح: بیان ہو رہا ہے کہ کل کائنات کا رچانے والا، سب کا پیدا کرنے والا، سب کو روزیاں دینے والا، سب کی حفاظت کرنے والا، تمام جہاں کی تدبیر کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، ان بلند آسمانوں کو ان چمکتے ستاروں کو اسی نے پیدا کیا، اس بھاری بوجھل زمین کو ان بلند چوٹیوں والے پہاڑوں کو، ان پھیلے ہوئے میدانوں کو اسی نے پیدا کیا ہے، کھیتیاں، باغات، پھل، پھول، دریا، سمندر، حیوانات، جنات، انسان، خشکی اور تری کے تمام جاندار اسی ایک کے بنائے ہوئے ہیں۔ آسمانوں سے پانی اُتارنے والا وہی ہے، اپنی مخلوق کی روزی کا ذریعہ اسی نے بنایا ہے، باغات کھیت سب وہی اُگاتا ہے جو علاوہ خوش منظر ہونے کے بے حد مفید ہوتے ہیں، علاوہ خوش ذائقہ ہونے کے زندگی قائم رکھنے والے ہوتے ہیں۔ تم میں سے یا تمہارے معبودان باطلہ میں سے کوئی بھی نہ کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے نہ کسی درخت کے اُگانے کی، جنس وہی خالص وارزاں ہے۔

زمین اللہ تعالیٰ نے ٹھہری ہوئی اور ساکن بنائی تاکہ دنیا بآرام اپنی زندگی بسر کر سکے، اس نے زمین پر پانی کے دریا بہا دیئے جو اِدھر اُدھر بہتے رہتے ہیں اور ملک ملک پہنچ کر زمین کو سیراب کرتے ہیں تاکہ زمین سے کھیت باغ وغیرہ اُگیں۔ اس نے زمین کی مضبوطی کے لیے اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں، تاکہ وہ تمہیں ہلا جلا نہ سکے ٹھہری رہے۔ اس کی قدرت دیکھو کہ ایک کھاری سمندر ہے ایک میٹھا ہے دونوں بہہ رہے ہیں، بیچ میں کوئی روک، آڑ پردہ یا حجاب نہیں ہے لیکن قدرت نے ایک کو ایک سے الگ کر رکھا ہے نہ کڑوا میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کڑوے میں۔ کھاری اپنے فوائد پہنچاتا رہے، میٹھا اپنے فائدے دیتا رہے، اس کا نتھرا ہوا خوش ذائقہ

سہتا پچتا پانی لوگ پئیں، اپنے جانوروں کو پلائیں، کھیتیاں باڑیاں، باغات وغیرہ میں یہ پانی پہنچائیں، نہائیں، دھوئیں وغیرہ۔ کھاری پانی اپنے فوائد سے لوگوں کو سودمند کرے یہ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں تا کہ ہوا خراب نہ ہو، ان دونوں سمندروں کا جاری کرنے والا اللہ ہے اور اسی نے ان دونوں کے درمیان حدِ فاصل رکھ دی ہے۔

⑤

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ (النمل:٦٣)

ترجمہ: ”کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جنہیں یہ شریک کرتے ہیں، ان سب سے اللہ بلند و بالاتر ہے۔“

تشریح: آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانیاں رکھ دی ہیں کہ خشکی اور تری میں جو راہ بھول جائے وہ انہیں دیکھ کر راہ راست اختیار کر لے جیسے فرمایا ہے کہ ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں۔ سمندروں میں اور خشکی میں انہیں دیکھ کر اپنا راستہ ٹھیک کر لیتے ہیں، بادل پانی بھرے برسیں، اس سے پہلے ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہوائیں وہ چلاتا ہے جس سے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اب رب کی رحمت برسے گی، خدا کے سوا ان کاموں کا کرنے والا کوئی نہیں، نہ کوئی ان پر قادر ہے، تمام شریکوں سے وہ الگ ہے اور پاک ہے سب سے بلند ہے۔

سختیوں اور مصیبتوں کے وقت پکارے جانے کے قابل اسی کی ذات ہے، بے کس بے بس لوگوں کا سہارا وہی ہے، گرے پڑے بھولے بھٹکے مصیبت زدہ اسی کو پکارتے ہیں اسی کی طرف لو لگاتے ہیں۔ جیسے فرمایا کہ تمہیں جب سمندر کے طوفان زندگی سے مایوس کر دیتے ہیں تو تم اسی کو پکارتے ہو، اسی کی طرف گریہ وزاری کرتے ہو اور سب کو بھول جاتے ہو۔

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور! آپ کس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف جو اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، جو اس وقت تجھے کام آتا ہے جب تو کسی پھنساوڑے میں پھنسا ہو، وہی ہے کہ جب تو جنگلوں میں راہ بھول کر اسے پکارے تو وہ تیری رہنمائی کر دے، تیرا کوئی کھو گیا ہو اور تو اس سے التجا کرے تو وہ تجھ کو ملا دے، قحط سالی ہو گئی ہو اور تو اس سے دعائیں کرے تو وہ موسلا دھار بارش تجھ پر برسا دے۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کچھ نصیحت کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کسی کو برا مت کہہ، نیکی کے کسی کام کو ہلکا اور بے وقعت نہ سمجھ، گو اپنے مسلمان بھائی سے بہ کشادہ پیشانی ملنا ہی ہو، گو اپنے ڈول سے کسی پیاسے کو ایک گھونٹ پانی کا دینا ہی ہو اور اپنے تہبند کو آدھی پنڈلی تک رکھ، نہ مان تو زیادہ سے زیادہ ٹخنے تک، اس سے نیچے لٹکانے سے بچتا رہ، اس لیے کہ یہ فخر و غرور ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔

وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں نے اگلی آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم جو شخص مجھ پر اعتماد کرے اور مجھے تھام لے تو میں اُسے اس کے مخالفین سے بچا لوں گا اور ضرور بچا لوں گا، گو آسمان وزمین اور کل مخلوق

اس کی مخالفت پر اور ایذا دہی پر تل جائے اور جو مجھ پر اعتماد نہ کرے میری پناہ میں نہ آئے تو میں اسے امن و امان سے چلتا پھرتا ہی اگر چاہوں گا تو زمین میں دھنسا دوں گا اور اس کی کوئی مدد نہ کروں گا۔

ایک بہت ہی عجیب واقعہ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک خچر پر لوگوں کو دمشق سے زبدانی لے جایا کرتا تھا اور اسی کرایہ پر میری گزر بسر تھی، ایک مرتبہ ایک شخص نے خچر کرایہ پر لیا، میں نے اسے سوار کرایا، اور لے چلا، ایک جگہ دو راستے تھے پہنچے تو اس نے کہا اس راہ چلو میں نے کہا میں اس سے واقف نہیں ہوں، سیدھی راہ یہی ہے، اس نے کہا نہیں میں پوری طرح واقف ہوں، یہ بہت نزدیک کا راستہ ہے، میں اس کے کہنے سے اسی کی راہ چلا تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ ایک لق و دق بیابان میں ہم آ گئے ہیں جہاں کوئی راستہ نظر نہیں آتا، نہایت خطرناک جنگل اور بَن ہے، اور ہر طرف لاشیں پڑی ہوئی ہیں، میں سہم گیا، وہ مجھ سے کہنے لگا، ذرا لگام تھام لو مجھے یہاں اُترنا ہے، میں نے لگام تھام لی وہ اُترا اور اپنا تہبند اونچا کر کے کپڑے ٹھیک کر کے چھری نکال کر مجھ پر حملہ کیا، میں وہاں سے سرپٹ بھاگا لیکن اس نے میرا تعاقب کیا اور مجھے پکڑ لیا، میں اسے قسمیں دینے لگا لیکن اس نے خیال بھی نہ کیا، میں نے کہا اچھا یہ خچر اور کل سامان جو میرے پاس ہے تو لے لے اور مجھے چھوڑ دے اس نے کہا یہ تو میرا ہو ہی چکا لیکن میں تجھے زندہ چھوڑنا چاہتا ہی نہیں، میں نے اسے خدا کا خوف دلایا اور آخرت کے عذابوں کا ذکر کیا لیکن اس چیز نے بھی اس پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ میرے قتل پر تلا رہا، اب میں مایوس ہو گیا اور مرنے کے لیے تیار ہو گیا اور اس سے بہ منت التجا کی کہ آپ مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دیجئے، اس نے کہا اچھا جلدی پڑھ لے میں نے نماز شروع کی لیکن اللہ کی قسم میری زبان سے قرآن کا ایک حرف نہیں نکلتا تھا، یوں ہی ہاتھ باندھے دہشت زدہ کھڑا ہوا تھا اور وہ جلدی مچا رہا تھا، اسی وقت یہ آیت میری زبان پر آ گئی۔

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾

یعنی اللہ ہی ہے جو بے قرار کی بے قراری کے وقت کی دعا کو سنتا اور قبول فرماتا ہے اور بے بس، بے کس کی سختی اور مصیبت کو دور کرتا ہے، پس اس آیت کا زبان سے جاری ہونا تھا جو میں نے دیکھا کہ بیچوں بیچ جنگل میں سے ایک گھوڑ سوار تیزی سے اپنا گھوڑا بھگائے نیزہ تانے ہماری طرف چلا آ رہا ہے، اور بغیر کچھ کہے اس ڈاکو کے پیٹ میں نیزہ گھسیڑ دیا جو اس کے جگر کے آر پار ہو گیا، وہ اسی وقت بے جان ہو کر گر پڑا، سوار نے باگ موڑی اور جانا چاہا لیکن میں اس کے قدموں سے لپٹ گیا اور بالحاح کہنے لگا اللہ کے لیے یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو مجبوروں، بے کسوں اور بے بسوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور مصیبت و آفت کو ٹال دیتا ہے میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہاں سے اپنا خچر اور مال لے کر صحیح سالم واپس لوٹا۔ رحمہ اللہ

اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے جنگ میں کافروں سے شکست کھائی اور واپس لوٹے ان میں ایک مسلمان جو بڑے سخی اور نیک تھے وہ بھی تھے، ان کا گھوڑا جو بہت تیز رفتار تھا راستہ میں اڑ گیا، اس ولی اللہ نے بہت کوشش کی لیکن جانور نے قدم ہی نہ اُٹھایا۔ آخر عاجز آ کر اس نے کہا کیا بات ہے جو تو اڑ گیا، ایسے ہی موقع کے لیے تو میں نے تیری خدمت کی تھی اور تجھے پیار سے پالا تھا، گھوڑے کو خدا نے زبان دی، اس نے جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ آپ میرا گھاس دانہ سائیس کو سونپ

دیتے تھے وہ اس میں سے چرا لیتا تھا مجھے بہت کم کھانے کو دیتا تھا اور مجھ پر ظلم کرتا تھا، خدا کے اس نیک بندے نے کہا اب تو چل، میں خدا کو بیچ میں رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ اب سے تجھے میں ہمیشہ اپنی گود ہی میں کھلایا کروں گا، جانور یہ سنتے ہی تیزی سے لپکا اور انہیں جائے امن تک پہنچا دیا۔ حسب وعدہ اب سے یہ بزرگ اپنے جانور کو اپنے گود ہی میں کھلایا کرتے تھے، لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی، انہوں نے کسی سے واقعہ کہہ دیا، جس کی عام شہرت ہوگئی اور لوگ اس واقعہ کو سننے کے لیے ان کے پاس دور دور سے آنے لگے۔ شاہ روم کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے چاہا کہ کسی طرح اپنے شہر میں بلا لے، بہت کوشش کی لیکن بے سود رہی، آخر میں اس نے ایک شخص کو بھیجا کہ کسی طرح حیلے بہانے سے انہیں بادشاہ تک پہنچائے، یہ شخص پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہوگیا تھا۔ یہ بادشاہ کے پاس سے چلا یہاں آکر ان سے ملا اپنا اسلام ظاہر کیا، توبہ کی اور نہایت نیک بن کر رہنے لگا، یہاں تک کہ اس ولی اللہ کو اس پر پورا اعتماد ہوگیا اور اسے صالح اور دیندار سمجھ کر انہوں نے دوستی پیدا کر لی اور ساتھ ساتھ پھرنے لگے اس نے اپنا پورا رسوخ جما کر اپنی ظاہری دینداری کے فریب میں انہیں پھنسا کر ادھر بادشاہ کو اطلاع دی کہ فلاں وقت دریا کے کنارے ایک مضبوط جری شخص کو بھیجو، میں انہیں لے کر وہاں آ جاؤں گا اور اس شخص کی مدد سے انہیں گرفتار کرلوں گا۔

یہاں سے انہیں جُل دے کر لے چلا اور اسی جگہ پہنچایا، دفعتاً ایک شخص نمودار ہوا اور اس بزرگ پر حملہ کیا، ادھر سے اس مرتد نے حملہ کیا، اس نیک دل شخص نے اس وقت آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور دعا کی کہ خدایا اس شخص نے تیرے نام سے مجھے دھوکا دیا ہے میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو جس طرح چاہے مجھے ان دونوں سے بچا لے۔ وہیں جنگل سے دو درندے بھاگتے ہوئے آتے دکھائی دیئے اور ان دونوں شخصوں کو انہوں نے دبوچ لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے چل دیئے اور یہ بندۂ خدا وہاں سے باامن و امان صحیح و سالم واپس تشریف لے آئے۔ رحمہ اللہ۔

اپنی اس شان رحمت کو بیان فرما کر پھر جناب باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ وہی تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے ایک ایک کے پیچھے چلا آ رہا ہے اور مسلسل سلسلہ چلا جا رہا ہے اس خدا نے تمہیں زمینوں کا جانشین بنایا ہے اور تم میں سے ایک کو ایک پر درجوں میں بڑھا دیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی جو خلیفہ کہا گیا وہ اسی اعتبار سے کہ ان کی اولاد ایک دوسرے کی جانشین ہوگی وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ والی آیت کے اس جملے سے بھی یہی مراد ہے کہ ایک کے بعد ایک، ایک زمانہ کے بعد دوسرا زمانہ، ایک قوم کے بعد دوسری قوم۔ پس یہ خدا کی قدرت ہے ورنہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی وقت ایک ساتھ پیدا کر دیتا اور ایک ساتھ فنا کر دیتا لیکن اب اس نے یہ رکھا کہ ایک مرے ایک پیدا ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، ان سے ان کی نسل پھیلائی اور دنیا میں ایک ایسا طریقہ رکھا کہ دنیا والوں کی روزیاں اور ان کی زندگیاں تنگ نہ ہوں، ورنہ سارے انسان ایک ساتھ شاید زمین میں تنگی سے گزارتے اور ایک سے ایک کو نقصانات پہنچتے، پس موجودہ طرز خدا کی حکمت پر دلیل ہے سب کی پیدائش کا، موت کا، آنے جانے کا وقت اس کے نزدیک مقرر ہے، ایک ایک اس کے علم میں ہے۔ اس کی نگاہ سے کوئی اوجھل نہیں، وہ ایک دن ایسا بھی لانے والا ہے کہ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کرے اور ان کے فیصلے کرے نیکی، بدی کا بدلہ دے، ان اپنی قدرتوں کو بیان فرما کر فرماتا ہے کہ: ہے کوئی جو ان کاموں کو کر سکتا ہے، ایسی صاف دلیلیں بہت کم سوچی جاتی ہیں، اور ان سے بھی نصیحت بہت کم لوگ حاصل کرتے ہیں۔

(٦)

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ (سورة الروم:٢١)

ترجمہ: ”اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب انسان بن کر چلتے پھرتے پھیل رہے ہو۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی۔ یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔“

تشریح: فرماتا ہے کہ: خدا تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، تم سب کو اس نے بے وقعت پانی کے قطرے سے پیدا کیا، پھر تمہاری بہت اچھی صورتیں بنائیں، نطفے سے خون بستہ کی شکل میں پھر گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں کر کے پھر ہڈیاں بنائیں اور ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر روح پھونکی۔ آنکھ، کان، ناک پیدا کئے، ماں کے پیٹ سے سلامتی سے نکالا، پھر کمزوری کو قوت سے بدلا، دن بہ دن طاقتور اور مضبوط قد آور کیا، عمر دی، حرکت وسکون کی طاقت دی، اسباب اور آلات دیئے اور مخلوق کا سردار بنایا، اِدھر سے اُدھر پہنچنے کے ذرائع دیئے، سمندروں کی زمین کی مختلف سواریاں عطا فرمائیں، عقل، علم، سوچ، سمجھ، تدبیر، غور کے لیے دماغ عطا فرمائے، دنیاوی کام سمجھائے، رزق، عزت حاصل کرنے کے طریقے کھول دیئے۔ ساتھ ہی آخرت کو سوارنے کا علم اور عمل بھی سکھایا، پاک ہے وہ خدا تعالیٰ جو ہر چیز کا صحیح اندازہ کرتا ہے ہر ایک کو ایک مرتبے پر رکھتا ہے۔ شکل وصورت میں، بول چال میں، امیری فقیری میں عقل و ہنر میں، بھلائی برائی میں، سعادت وشقاوت میں ہر ایک کو جداگانہ کر دیا تا کہ ہر شخص رب تعالیٰ کی بہت سی نشانیاں اپنے میں اور دوسرے میں دیکھ لے۔

مسند امام احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام زمین سے ایک مٹھی مٹی کی نے لے کر اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پس زمین کے مختلف حصوں کی طرح اولادِ آدم کی مختلف رنگتیں ہوئیں، کوئی سفید، کوئی سرخ، کوئی سیاہ، کوئی خبیث، کوئی طیب، کوئی خوش خلق، کوئی بدخلق وغیرہ۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی قدرت یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے جوڑے بنائے کہ وہ تمہاری بیویاں بنتی ہیں اور تم ان کے خاوند ہوتے ہو یہ اس لیے کہ تمہیں ان سے سکون وراحت، آرام وآسائش حاصل ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی تا کہ وہ اس کی طرف راحت حاصل کرے۔ حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے جو سب سے زیادہ چھوٹی ہے پیدا ہوئیں ہیں، پس اگر انسان کا جوڑا انسان سے نہ ملتا اور کسی اور جنس سے اس کا جوڑا بندھتا تو موجودہ اُلفت ورحمت اس میں نہ ہوسکتی۔ یہ پیار واخلاص ایک جنس کی وجہ سے ہے، ان میں آپس میں محبت ومودت، رحمت والفت، پیار واخلاص، رحم اور

مہربانی ڈال دی، پس مرد یا تو محبت کی وجہ سے عورت کی خبر گیری کرتا ہے یا رحم کھا کر اس کا خیال رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اس سے اولاد ہو چکی ہے۔ اس کی پرورش ان دونوں کے میل ملاپ پر موقوف ہے۔ الغرض بہت سی وجہیں رب العالمین نے رکھ دی ہیں۔ جن کے باعث انسان بآرام اپنے جوڑے کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے یہ بھی رب تعالیٰ کی مہربانی اور اس کی قدرت کاملہ کی ایک زبردست نشانی ہے۔ ادنیٰ سے غور سے انسان کا ذہن اس تک پہنچ جاتا ہے۔

⑦

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ (سورۂ روم: ۲۲۔۲۳)

ترجمہ: ”اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف (بھی) ہے۔ دانش مندوں کے لیے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں اور بھی اس کی قدرت کی نشانی تمہاری راتوں اور دن کی نیند میں ہے اور اس کے فضل (یعنی روزی) کو تمہارا تلاش کرنا بھی ہے۔ جو لوگ کان لگا کر سننے کے عادی ہیں ان کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔“

تشریح: رب العالمین اپنی زبردست قدرت کی ایک نشانی اور بیان فرماتا ہے کہ اس قدر بلند کشادہ آسمان کی پیدائش، اس میں ستاروں کا جڑاؤ، ان کی چمک دمک، ان میں سے بعض کا چلتا پھرتا ہونا، بعض کا ایک جا ثابت رہنا، زمین کو ایک ٹھوس شکل میں بنانا، اسے کثیف پیدا کرنا، اس میں پہاڑ، میدان، جنگل، دریا، سمندر، ٹیلے، پتھر، درخت وغیرہ جما دینا، خود تمہاری زبانوں میں رنگتوں میں اختلاف رکھنا، عرب کی زبان اور تاتاریوں کی اور کردوں کی اور رومیوں کی اور فرنگیوں کی اور تکروریوں کی اور بربر کی اور حبشیوں کی اور ہندیوں کی اور ایرانیوں کی اور صقالبہ کی اور ارمینوں کی اور جزریوں کی اور خدا جانے کتنی کتنی زبانیں زمین پر بنو آدم میں بولی جاتی ہیں۔ انسانی زبانوں کے اختلاف کے ساتھ ہی ان کی رنگتوں کا اختلاف بھی شان باری تعالیٰ کا مظہر ہے، خیال تو فرمائیے کہ لاکھوں آدمی جمع ہو جائیں ایک کنبے قبیلے کے ایک ملک ایک زبان کے ہوں لیکن ناممکن ہے کہ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی اختلاف نہ ہو حالانکہ اعضائے بدن کے اعتبار سے کلی موافقت ہے، سب کی دو آنکھیں، دو پلکیں، ایک ناک، دو کان، ایک پیشانی، ایک منہ دو ہونٹ، دو رخسار، وغیرہ لیکن تاہم ایک سے ایک علیحدہ ہے، کوئی نہ کوئی ہیئت، عادت، خصلت، کلام، بات چیت، طرز ادا ایسی ضرور ہو گی کہ جس میں ایک دوسرے کا امتیاز ہو جائے، گو وہ بعض مرتبہ پوشیدہ سی اور ہلکی سی چیز ہو، گو خوبصورتی اور بدصورتی میں کئی ایک یکساں نظر آئیں لیکن جب غور کیا جائے تو ہر ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنے والا کوئی نہ کوئی وصف ضرور نظر آ جائے گا۔ ہر جاننے والا اتنی بڑی طاقتوں اور قوتوں کے مالک کو پہچان سکتا ہے۔ اور اس صنعت سے صانع کو جان سکتا ہے۔ نیند بھی قدرت کی ایک نشانی ہے۔

جس سے تھکان دور ہو جاتی ہے۔ راحت وسکون حاصل ہوتا ہے۔ اس کے لیے قدرت نے رات بنا دی ہے۔ کام کاج کے لئے، دنیا حاصل کرنے کے لئے، کمائی دھندے کرنے کے لئے، تلاش معاش کے لیے اس اللہ تعالیٰ نے دن کو پیدا کر دیا جو رات کے بالکل خلاف ہے۔ یقیناً سننے سمجھنے والوں کے لیے یہ چیزیں نشان قدرت ہیں۔

(۸)

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۲۴ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝۲۵ (سورۂ روم: ۲۴۔۲۵)

ترجمہ: ”اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ (بھی) ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امیدوار بنانے کے لیے بجلیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، اس میں بھی عقلمندوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں، اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آسمان وزمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمہیں آواز دے گا صرف ایک بار کی آواز کے ساتھ ہی تم سب زمین سے نکل آؤ گے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرنے والی ایک اور نشانی بیان کی جا رہی ہے کہ آسمانوں پر اس کے حکم سے بجلی کوندتی ہے جسے دیکھ کر کبھی تمہیں دہشت لگنے لگتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کڑا کا کسی کو ہلاک کر دے کہیں بجلی وغیرہ، اور کبھی تمہیں امید بندھتی ہے کہ اچھا ہوا، اب بارش برسے گی، پانی کی ریل پیل ہوگی، ترسالی ہو جائے گی وغیرہ۔ وہی ہے جو آسمان سے پانی اُتارتا ہے اور اس زمین کو جو خشک پڑی ہوئی تھی، جس پر نام نشان کو کوئی ہریالی نہ تھی، مثل مردے کے بیکار تھی، اس بارش سے وہ زندہ کر دیتا ہے لہلہانے لگتی ہے۔ ہری بھری ہو جاتی ہے۔ اور طرح طرح کی پیداوار اُگا دیتی ہے۔ عقلمندوں کے لیے عظمت خداوندی کی یہ ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ وہ اس نشانی کو دیکھ کر یقین کر لیتے ہیں کہ اس زمین کو زندہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہماری موت کے بعد ہمیں بھی از سرنو زندہ کر دینے پر قادر ہے۔ اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ زمین وآسمان کو تھامے ہوئے اور انہیں زوال سے بچائے ہوئے ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی تاکیدی قسم کھانا چاہتے تو فرماتے اس خدا تعالیٰ کی قسم جس کے حکم سے زمین وآسمان ٹھہرے ہوئے ہیں، پھر قیامت کے دن وہ زمین وآسمان کو بدل دے گا۔ مردے اپنی قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ خود خدا تعالیٰ انہیں آواز دے گا اور یہ صرف ایک آواز پر زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جس دن وہ تمہیں پکارے گا، تم اس کی حمد کرتے ہوئے اسے جواب دو گے، اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی کم رہے اور آیت میں ہے فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝ صرف ایک ہی آواز سے ساری مخلوق میدان محشر میں جمع ہو جائے گی۔ اور آیت میں اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝۵۳ یعنی وہ تو صرف ایک آواز ہوگی جسے سنتے ہی سب کے سب ہمارے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

(۹)

وَ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾

(سورۃ الروم: ۲۶۔۲۷)

ترجمہ: ”اور زمین و آسمان کی ہر ہر چیز اس کی ملکیت ہے اور ہر ایک اس کے فرمان کے تحت ہے، وہی ہے جو اول بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر سے دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے، اس کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے آسمانوں میں اور زمین میں بھی اور وہی غلبے والا حکمت والا ہے۔“

تشریح: فرماتا ہے کہ تمام آسمانوں کی اور ساری زمینوں کی مخلوق اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، سب اس کے لونڈی غلام ہیں سب اس کی ملکیت میں ہیں، ہر ایک اس کے سامنے عاجز ولاچار مجبور و بے بس ہے۔ ابتدائی پیدائش بھی اسی نے کی اور وہی اعادہ بھی کرے گا اور اعادہ بہ نسبت ابتداء کے عادتاً آسان اور ہلکا ہوتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجھے ابن آدم جھٹلاتا ہے اور اُسے یہ چاہئے نہیں تھا۔ وہ مجھے برا کہتا ہے اور یہ بھی اسے لائق نہ تھا، اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے کہ جس طرح اس نے مجھے اوّلاً پیدا کیا اس طرح دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا حالانکہ دوسری مرتبہ کی پیدائش پہلی دفعہ کی پیدائش سے بالکل آسان ہوا کرتی ہے۔ اس کا مجھے برا کہنا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے حالانکہ میں احد وصمد ہوں، جس کی نہ اولاد نہ ماں باپ اور جس کا کوئی ہمسر نہیں۔ الغرض دونوں پیدائشیں اس مالک کی قدرت میں ہے، نہ اس پر کوئی کام بھاری نہ بوجھل، بعض اہل ذوق نے کہا ہے کہ جب صاف شفاف پانی کا ستھرا پاک صاف حوض ٹھہرا ہوا ہو اور بادِ صبا کے تھپیڑے اسے ہلاتے جلاتے نہ ہوں، اس وقت اس میں آسمان صاف نظر آتا ہے سورج اور چاند ستارے بالکل صاف دکھائی دیتے ہیں، اسی طرح بزرگوں کے دل ہیں جن میں وہ خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو ہمیشہ دیکھتے رہتے ہیں۔ وہ غالب ہے جس پر کسی کا بس نہیں، نہ اس کے سامنے کسی کی چل سکے، ہر چیز اس کی ماتحتی میں اور اس کے سامنے پست ولاچار، عاجز و بے بس ہے۔ اس کی قدرت، سطوت، سلطنت ہر چیز پر محیط ہے، وہ حکیم ہے اپنے اقوال میں افعال میں شریعت میں، تقدیر میں، غرض ہر ہر امر میں۔

(۱۰)

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِیُذِیْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ (سورۂ روم: ۴۶)

ترجمہ: "اس کی نشانیوں میں سے خوشخبریاں دینے والی ہواؤں کو چلانا بھی ہے اس لیے کہ تمہیں اپنی رحمت سے لطف اندوز کرے اور اس لیے کہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اس لیے کہ اس کے فضل کو تم ڈھونڈو اور اس لیے کہ شکرگزاری کرو۔"

تشریح: بارش کے آنے سے پہلے بھینی بھینی ہواؤں کا چلنا اور لوگوں کو بارش کی امید دلانا، اس کے بعد بارش برسانا تاکہ بستیاں آباد رہیں، جاندار رہیں، سمندروں میں، دریاؤں میں جہاز اور کشتیاں چلیں، کیونکہ کشتیوں کا چلنا بھی ہوا پر موقوف ہے، اب تم اپنی تجارت اور کمائی دھندے کے لیے اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر جا سکو۔ پس تمہیں چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی ان بے شمار ان گنت نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو۔

(۱۱)

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَ يَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۚ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَ لَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ (الروم:۴۸۔۵۱)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ہوائیں چلاتا ہے وہ ابر کو اُٹھاتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اپنی منشاء کے مطابق اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر سے قطرے نکلتے ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان بندوں پر وہ پانی برساتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں، یقین مانا کہ بارش ان پر برسنے سے پہلے پہلے تو وہ نا اُمید ہو رہے تھے، پس آپ رحمت الٰہی کے آثار دیکھیں کہ زمین کی موت کے بعد کس طرح اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرتا ہے؟ کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے، اور اگر ہم بادِ تند چلائیں اور یہ لوگ کھیتوں کو مرجھائی ہوئی زرد پڑی ہوئی دیکھ لیں تو پھر اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اُٹھاتی ہیں یا تو سمندروں پر سے یا جس طرح اور جہاں سے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو، پھر رب العالمین ابر کو آسمان پر پھیلا دیتا ہے۔ تم نے اکثر دیکھا ہوگا کہ بالشت دو بالشت کا ابر اُٹھا پھر وہ جو پھیلا تو آسمان کے کنارے ڈھانپ لیے اور کبھی یہ بھی دیکھا ہوگا کہ سمندروں سے پانی بھرے ابر اٹھتے ہیں، اسی مضمون کو ﴿وَ هُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ .... الخ﴾ میں بیان فرمایا ہے پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے اور تہ بہ تہ کر دیتا ہے، وہ پانی سے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ زمین کے

قریب ہوجاتے ہیں۔ پھر بارش ان بادلوں کے درمیان سے برسنے لگتی ہے جہاں برسی وہیں کے لوگوں کی باچھیں کھل گئیں۔ پھر فرماتا ہے یہی لوگ بارش سے ناامید ہو چکے تھے، اور پوری ناامیدی کے وقت بلکہ ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برسیں اور جل تھل ہو گئے، یعنی بارش ہونے سے پہلے یہ اس کے محتاج تھے، اور وہ حاجت پوری ہوگئی اس سے پہلے وقت کے ختم ہو جانے کے قریب بارش نہ ہونے کی وجہ سے یہ مایوس ہو چکے تھے، پھر اس ناامیدی کے بعد دفعتاً ابر اُٹھتا ہے اور برس جاتا ہے اور ریل پیل کر دیتا ہے اور ان کی خشک زمین تر ہوجاتی ہے۔ قحط سالی تر سالی سے تبدیل ہوجاتی ہے یا تو زمین صاف چٹیل میدان تھی یا ہر طرف ہریالی دکھائی دینے لگتی ہے۔ دیکھو کہ جس رب تعالیٰ کی یہ قدرت دیکھ رہے ہو وہ ایک دن مردوں کو ان کی قبروں سے بھی نکالنے والا ہے، جبکہ ان کے جسم گل سڑ گئے ہوں گے، سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ پژمردہ ہو جائیں تو وہ پھر سے کفر کرنے لگ جاتے ہیں، چنانچہ سورۂ واقعہ میں بھی یہی بیان ہوا ہے۔ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ سے مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ تک۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہوائیں آٹھ قسم کی ہیں چار رحمت کی۔ ناشرات، مبشرات، مرسلات اور ذاریات تو رحمت کی ہیں، اور عقیم، صرصر، عاصف اور قاصف عذاب کی، ان میں پہلی دو خشکیوں کی اور آخری دو تری کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہوائیں دوسری سے مسخر ہیں یعنی دوسری زمین سے، جب اللہ تعالیٰ نے عادیوں کی ہلاکت کا ارادہ کیا تو ہواؤں کے داروغہ کو یہ حکم دیا، اس نے دریافت کیا کہ جناب باری تعالیٰ کیا میں ہواؤں کے خزانے میں اتنا سوراخ کر دوں جتنا بیل کا نتھنا ہوتا ہے؟ تو فرمان باری تعالیٰ ہوا کہ نہیں نہیں اگر ایسا ہوا تو کل زمین اور زمین کی کل چیزیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی، اتنا نہیں بلکہ وزن کرو کہ جتنا انگوٹھی میں ہوتا ہے۔ اب صرف اتنے سے سوراخ سے ہوا چلی جہاں پہنچی وہاں بھس اڑا دیا، جس چیز پر سے گزری اسے بے نشان کر دیا۔

⑫

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾ (سورۂ روم: ۵۴)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا، پھر اس کمزوری کے بعد توانائی دی، پھر اس توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ سب سے پورا واقف اور سب پر پورا قادر ہے۔"

تشریح: انسان کی ترقی وتنزلی پر نظر ڈالو اس کی اصل تو مٹی سے ہے پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے پھر اسے ہڈیاں پہنائی جاتی ہیں پھر ہڈیوں پر گوشت پوست پہنایا جاتا ہے، پھر روح پھونکی جاتی ہے پھر ماں کے پیٹ سے ضعیف ونحیف ہو کر نکلتا ہے پھر تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے، اور مضبوط ہو جاتا ہے، پھر بچپن کے زمانے کی بہاریں دیکھتا ہے، پھر جوانی کے قریب پہنچتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، آخر نشوونما موقوف ہو جاتی ہے، اب قویٰ پھر مضمحل ہونے شروع ہوتے ہیں، طاقتیں گھٹنے لگتی ہیں، ادھیڑ عمر کو

پہنچتا ہے، پھر بڑھا ہوتا ہے، پھر بڑھا پھوس ہو جاتا ہے، طاقت کے بعد کی یہ ناطاقتی بھی قابل عبرت ہوتی ہے، کہ ہمت پست ہے، دیکھنا، سننا، چلنا، پھرنا، اٹھانا، اُچکنا، پکڑنا غرض ہر طاقت گھٹ جاتی ہے، بدن پر جھریاں پڑ جاتی ہیں، رخسار پچک جاتے ہیں، دانت ٹوٹ جاتے ہیں، بال سفید ہو جاتے ہیں، یہ ہے قوت کے بعد کی ضعیفی اور بڑھاپا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، بنانا بگاڑنا اس کی قدرت کے ادنیٰ کرشمے ہیں ساری مخلوق اس کی غلام، وہ سب کا مالک، وہ عالم وہ قادر، نہ اس کا سا کسی کا علم نہ اس کی جیسی کسی کی قدرت۔

⑬

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۱﴾ (سورۂ لقمان: ۱۰۔۱۱)

ترجمہ: ”اسی نے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا ہے تم انہیں دیکھ رہے ہو اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو ڈال دیا تاکہ وہ تمہیں جنبش نہ دے سکے اور ہر طرح کے جاندار زمین میں پھیلا دیئے اور ہم نے آسمان سے پانی برسا کر زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے لگا دیئے، یہ ہے اللہ کی مخلوق۔ اب تم مجھے اس کے سوا دوسرے کسی کی کوئی مخلوق تو دکھاؤ (کچھ نہیں) بلکہ یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔“

تشریح: اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے کہ زمین وآسمان اور ساری مخلوق کا خالق صرف وہی ہے۔ آسمان کو اس نے بے ستون اونچا رکھا ہے۔ واقع میں کوئی ستون ہے ہی نہیں، زمین کو مضبوط کرنے کے لیے اور ہلنے جلنے سے بچانے کے لیے اس نے اس میں پہاڑ کی میخیں گاڑ دیں کہ وہ تمہیں زلزلے اور جنبش سے بچالے، اس قدر قسم قسم کے بھانت بھانت کے جاندار اس خالق حقیقی نے پیدا کیئے کہ آج تک ان کا کوئی حصر نہیں کر سکا۔ اپنا خالق اور خلاق ہونا بیان فرما کر اب رازق اور رزاق ہونا بیان فرما رہا ہے کہ آسمان سے بارش اُتار کر زمین میں سے طرح طرح کی پیداوار اُگا دی جو دیکھنے میں خوش منظر، کھانے میں بے ضرر، نفع میں بہت بہتر، شعبی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا قول ہے کہ انسان بھی زمین کی پیداوار ہے، جنتی کریم ہیں اور دوزخی لئیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ساری مخلوق تو تمہارے سامنے ہے اب جنہیں تم ان کے سوا پوجتے ہو ذرا بتاؤ تو ان کی مخلوق کہاں ہے؟ جب نہیں تو وہ خالق نہیں اور جب خالق نہیں تو معبود نہیں، پھر ان کی عبادت نرا ظلم اور سخت ناانصافی ہے۔ فی الواقع اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں سے زیادہ اندھا، بہرا، بے عقل، بے علم، بے سمجھ، بے وقوف اور کون ہوگا۔

⑭

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً

وَّ بَاطِنَةً ؕ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ لَا ھُدًی وَّ لَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ۝۲۰

(سورۂ لقمان: ۲۰)

ترجمہ: ”کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں، بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔“

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمتوں کا اظہار فرما رہا ہے کہ دیکھو آسمان کے ستارے تمہارے لیے کام میں مشغول ہیں، چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں۔ بادل، بارش، اولے، خشکی، سب تمہارے نفع کی چیزیں ہیں، خود آسمان سے تمہارے لیے محفوظ اور مضبوط چھت ہے، زمین کی نہریں، چشمے، دریا، سمندر، درخت، کھیتی، پھل، پھول یہ سب نعمتیں بھی اسی نے دے رکھی ہیں۔ پھر ان ظاہری بے شمار نعمتوں کے علاوہ باطنی بے شمار نعمتیں بھی اس نے دے رکھی ہیں، مثلاً رسولوں کا بھیجنا، کتابوں کا نازل فرمانا، شک شبہ وغیرہ دلوں سے دور کرنا وغیرہ اتنی بڑی اور اتنی ساری نعمتیں جس نے دے رکھی ہیں حق یہ تھا کہ اس کی ذات پر سب کے سب ایمان لاتے لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ اب تک خدا تعالیٰ کے بارے میں ہی الجھ رہے ہیں، اور محض جہالت سے ضلالت سے بغیر کسی سند اور دلیل کے اڑے ہوئے ہیں۔

⑮

وَ لَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ ؕ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۲۵ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝۲۶ (لقمان: ۲۵-۲۶)

ترجمہ: ”اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ تو یہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ، تو کہہ دیجئے کہ سب تعریفوں کے لائق اللہ ہی ہے، لیکن ان میں کے اکثر بے علم ہیں۔ آسمانوں میں زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بڑا بے نیاز اور سزاوار حمد وثنا ہے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہ مشرک اس بات کو مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اکیلا ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر بھی دوسروں کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ ان کی نسبت خود جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اور اس کے ماتحت ہیں، ان سے پوچھا جائے اگر کہ خالق کون ہے؟ تو ان کا جواب بالکل سچا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ۔ تو کہہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اتنا تو تمہیں اقرار ہے، بات یہ ہے کہ اکثر مشرک بے علم ہوتے ہیں، زمین و آسمان کی ہر چھوٹی بڑی، چھپی کھلی چیز اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اور اسی کی ملکیت ہے، وہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں، وہی سزاوار حمد ہے، وہی خوبیوں والا ہے، پیدا کرنے میں بھی، احکام مقرر کرنے میں بھی وہ قابل تعریف ہے۔

(۱۶)

وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝۲۷ مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝۲۸ (لقمان: ۲۷۔۲۸)

ترجمہ: ”روئے زمین کے (تمام) درختوں کی اگر قلمیں ہو جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور ان کے بعد سات سمندر اور ہوں تاہم اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے، بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور باحکمت ہے۔ تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد زندہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک جی کا، بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔“

تشریح: اللہ رب العالمین اپنی عزت، کبریائی، بڑائی، بزرگی، جلالت، اور شان بیان فرما رہا ہے، اپنی پاک صفتیں، اپنے بلند ترین اور اپنے بے شمار کلمات کا ذکر فرما رہا ہے، جنہیں نہ کوئی گن سکے، نہ شمار کر سکے، نہ ان پر کسی کا احاطہ ہو، نہ ان کی حقیقت کو کوئی پا سکے سید البشر خاتم النبیین ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ ((لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ)) خدایا میں تیری نعمتوں کا شمار بھی نہیں کر سکتا جتنی ثنا تو نے اپنی آپ بیان فرمائی ہے، پس یہاں جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر روئے زمین کے تمام تر درخت قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کے پانی سیاہی بن جائیں اور ان کے ساتھ ہی سات سمندر اور بھی ملائے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و صفات، جلالت و بزرگی کے کلمات لکھنے شروع کیے جائیں تو یہ تمام قلم گھس جائیں، ختم ہو جائیں، سب سیاہی پوری ختم ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی تعریفیں ختم نہ ہوں گی، یہ نہ سمجھا جائے کہ سات سے زیادہ سمندر ہوں تو پھر خدا تعالیٰ کے پورے کلمات لکھنے کے لیے کافی ہو جائیں۔ نہیں، یہ گنتی تو زیادتی کے لیے ہے اور یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ سات سمندر موجود ہیں اور وہ عالم کو گھیرے ہوئے ہیں۔ البتہ بنو اسرائیل کی ان سات سمندروں کی بابت ایسی روایتیں ہیں لیکن نہ تو انہیں سچ کہا جا سکتا ہے اور نہ جھٹلایا جا سکتا ہے۔ ہاں جو ہم نے بیان کی ہے اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا.... الخ﴾ یعنی اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور رب تعالیٰ کے کلمات کا لکھنا شروع ہو تو کلمات خداوندی کے ختم ہونے سے پہلے ہی سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ایسا ہی اور سمندر اس کی مدد میں لائیں، پس یہاں بھی مراد صرف اسی جیسا ایک ہی سمندر لانا نہیں بلکہ ویسا ایک پھر ایک اور بھی پھر ویسا ہی پھر ویسا ہی، الغرض خواہ کتنے ہی آ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہیں ہو سکتیں۔

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ لکھوانا شروع کرے کہ میرا یہ امر اور یہ امر تو تمام قلمیں ٹوٹ جائیں اور تمام سمندروں کے پانی ختم ہو جائیں، مشرکین کہتے تھے کہ یہ کلام اب ختم ہو جائے گا جس کا رد اس آیت میں ہو رہا ہے کہ نہ رب تعالیٰ کے عجائبات ختم ہوں، نہ اس کی حکمت کی انتہا، نہ اس کی صفت اور اس کے علم کا آخر۔ تمام بندوں کے علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں فنا نہیں ہوتیں نہ اسے کوئی ادراک کر سکتا ہے، ہم جو کچھ اس کی تعریفیں کریں وہ اس سے سوا ہے۔

یہود کے علماء نے مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ یہ جو آپ قرآن میں پڑھتے ہیں ﴿ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ﴾ یعنی تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے ہم یا آپ کی قوم؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں سب انہوں نے کہا پھر آپ کلام اللہ شریف کی اس آیت کو کیا کریں گے جہاں فرمان ہے کہ توراۃ میں ہر چیز کا بیان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! وہ اور تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے کلمات کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ تمہیں جو کفایت ہوا تنا اللہ نے نازل فرما دیا ہے۔ اس پر یہ آیت اُتری لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مدنی ہونی چاہئے حالانکہ مشہور یہ ہے کہ آیت مکی ہے۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے، تمام اشیاء اس کے سامنے پست و عاجز ہیں، کوئی اس کے ارادہ کے خلاف نہیں جا سکتا، وہ اپنے افعال، اقوال، شریعت، حکمت اور تمام صفتوں میں سب سے اعلیٰ اور سب پر غالب وقہار ہے۔ پھر فرماتا ہے تمام لوگوں کا پیدا کرنا اور انہیں مار ڈالنے کے بعد جلا دینا مجھ پر ایسا ہی آسان ہے جیسے شخص واحد کا، اس کا تو کسی بات کا حکم فرما دینا کافی ہے، ایک آنکھ جھپکاتے جتنی دیر نہیں لگتی، نہ دوبارہ کہنا پڑے نہ اسباب اور مادے کی ضرورت۔ ایک فرمان میں قیامت قائم ہو جائے گی اور ایک ہی آواز میں سب جی اٹھیں گے اللہ تعالیٰ تمام باتوں کا سننے والا ہے، سب کے کاموں کا جاننے والا ہے، ایک شخص کی باتیں اور اس کے کام جیسے اس پر مخفی نہیں اسی طرح تمام جہاں کے کام بھی اس پر مخفی نہیں ہیں۔ اللہ اکبر

(۱۷)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۳۰﴾ (لقمان: ۲۹۔۳۰)

ترجمہ: "کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں کھپا دیتا ہے، سورج، چاند کو اسی نے فرماں بردار کر رکھا ہے کہ ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے، اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے جو تم کرتے ہو خبر دار ہے، یہ سب انتظامات اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے، اور اس کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں، اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بلندیوں والا ہے اور بڑی شان والا ہے۔"

تشریح: رات کو کچھ گھٹا کر دن کو کچھ بڑھانے والا اور دن کو کچھ گھٹا کر رات کو کچھ بڑھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جاڑوں کے دن چھوٹے اور راتیں بڑی، گرمیوں کے دن بڑے اور راتیں چھوٹی اسی کی قدرت کا ظہور ہے۔ سورج، چاند اس کے تحت فرمان ہیں، جو جگہ مقرر ہے وہیں چلتے ہیں، قیامت تک برابر اسی چال چلتے رہیں گے، اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتے۔

صحیحین میں ہے حضور ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟

جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول جانتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ جا کر اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے سجدے میں گر پڑتا ہے، اور اپنے رب تعالیٰ سے اجازت چاہتا ہے۔قریب ہے ایک دن اس سے کہہ دیا جائے جہاں سے آیا تھا وہیں کو لوٹ جا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ سورج بمنزلہ ساقیہ کے ہے۔ دن کو اپنے دوران میں جاری رہتا ہے، غروب ہو کر رات کو پھر زمین کے نیچے گردش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اپنی مشرق سے ہی طلوع ہو، اسی طرح چاند بھی، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے، جیسے فرمان ہے کیا تو نہیں جانتا کہ زمین آسمان میں جو کچھ ہے سب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، سب کا خالق سب کا عالم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جیسے ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کئے اور انہیں کے مثل زمینیں بنائیں (الخ) نشانیاں پروردگار عالم اس لیے ظاہر فرماتا ہے کہ تم ان سے اللہ تعالیٰ کے حق وجود پر ایمان لاؤ اور اس کے سوا سب کو باطل مانو۔ وہ سب سے بے نیاز اور سب سے بے پرواہ ہے۔ سب کے سب اس کے محتاج اور اس کے فقیر ہیں، سب اس کی مخلوق اور اس کے غلام ہیں، کسی کو ایک ذرے کے حرکت میں لانے کی قدرت نہیں، گو ساری مخلوق مل کر ارادہ کرلے کہ ایک مکھی پیدا کریں سب عاجز آجائیں گے اور ہرگز اتنی قدرت بھی نہ پائیں گے، وہ سب سے بلند ہے جس پر کوئی چیز نہیں، وہ سب سے بڑا ہے جس کے سامنے کسی کو کوئی بڑائی نہیں۔ ہر چیز اس کے سامنے حقیر اور پست ہے۔ سبحان اللہ

(۱۸)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۳۱ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝۳۲

(سورۃ لقمان ۳۱۔۳۲)

ترجمہ: ”کیا تم اس پر غور نہیں کرتے کہ دریا میں کشتیاں اللہ کے فضل سے چل رہی ہیں اس لیے کہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے، یقیناً اس میں ہر ایک صبر وشکر کرنے والے کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں، اور جب ان پر موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ (نہایت) خلوص کے ساتھ اعتقاد کر کے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ (باری تعالیٰ) انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچاتا ہے تو کچھ ان میں سے اعتدال پر رہتے ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جو بدعہد، ناشکرے ہوں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندروں میں جہاز رانی ہو رہی ہے، گر وہ پانی میں کشتی کو تھامنے اور کشتی میں پانی کو کاٹنے کی قوت نہ رکھتا تو پانی میں کشتیاں کیسے چلتیں؟ وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھا رہا ہے، مصیبت میں صبر اور راحت میں شکر کرنے والے ان سے بہت کچھ عبرتیں حاصل کر سکتے ہیں جب ان کفار کو سمندروں میں موجیں گھیر لیتی ہیں اور ان کی کشتی ڈگمگانے لگتی ہے اور موجیں پہاڑوں کی طرح اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر کشتیوں کے ساتھ اٹھکیلیاں کرنے لگتی ہیں تو اپنا شرک وکفر سب بھول جاتے ہیں اور

گریہ وزاری سے ایک خدا کو پکارنے لگتے ہیں جیسے اور جگہ ہے: ﴿ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ..... الخ﴾ دریا میں جب تمہیں ضرر پہنچتا ہے تو بجز اللہ تعالیٰ کے سب کو کھو بیٹھتے ہو۔ اور آیت میں ہے ﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ ..... الخ﴾ ان کی اس وقت کی لجاجت پر اگر ہمیں رحم آ گیا اور انہیں سمندر سے پار کر دیا تو سوائے چند ایک کے، سب کافر ہو جاتے ہیں، مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے یہی تفسیر کی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ لفظی معنی یہ ہے کہ ان میں سے بعض متوسط درجے کے ہوتے ہیں، ابن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ یہی کہتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ..... الخ﴾ ان میں کے بعض ظالم ہیں بعض میانہ رو ہیں الخ، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں تو مطلب یہ ہوا کہ جس نے ایسی حالت دیکھی ہو جو اس مصیبت سے نکلا ہوا سے تو چاہئے کہ نیکیوں میں پوری طرح کوشش کرے لیکن تاہم یہ بیچ میں ہی رہ جاتے ہیں اور کچھ تو پھر کفر پر چلے جاتے ہیں۔

⑲

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾

(سورۂ لقمان: ۳٤)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرماتا ہے، اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے، کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا۔ (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔"

تشریح: یہ غیب کی وہ کنجیاں ہیں جن کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں، مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اسے معلوم کرائے۔ قیامت آنے کا صحیح وقت نہ تو کوئی نبی مرسل جانے نہ کوئی مقرب فرشتہ، اس کا وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اسی طرح بارش کب، کہاں اور کتنی برسے گی، اس کا علم بھی کسی کو نہیں، ہاں جب ان فرشتوں کو حکم ہوتا ہے جو اس پر مقرر ہیں تب وہ جانتے ہیں۔ اسی طرح حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ اسے بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہاں جب جناب باری تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے جو اسی کام پر مقرر ہیں تب انہیں پتہ چلتا ہے کہ نر ہوگا یا مادہ، لڑکا ہوگا یا لڑکی، نیک ہوگا یا بد؟ اسی طرح کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کل وہ کیا کرے گا؟ نہ کسی کو یہ علم ہے کہ وہ کہاں مرے گا؟ اور آیت میں ہے ﴿ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ﴾ غیب کی کنجیاں خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہیں بجز اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور حدیث میں ہے کہ غیب کی کنجیاں یہی پانچ چیزیں ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ باتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر آپ نے اسی آیت مذکورہ کی تلاوت فرمائی۔ بخاری کی حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں کہ یہ پانچ غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا..... الخ

مسند احمد میں حضور ﷺ کا فرمان ہے مجھے ہر چیز کی کنجیاں دی گئی ہیں مگر پانچ، پھر یہی آیت آپ ﷺ نے پڑھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے۔ پوچھنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایمان کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو، فرشتوں کو، کتابوں کو، رسولوں کو، آخرت کو، مرنے کے بعد جی اُٹھنے کو مان لینا۔ اس نے پوچھا اسلام کیا چیز ہے؟ فرمایا: ایک اللہ کی عبادت کرنا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر" نمازیں پڑھنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، اس نے دریافت کیا احسان کیا چیز ہے؟ فرمایا: تیرا اس طرح خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہے؟ فرمایا: اس کا علم نہ مجھے ہے نہ تجھے، ہاں میں اس کی نشانیاں بتلاتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے میاں کو جنے اور جب ننگے پیروں اور ننگے بدنوں والے، لوگوں کے سردار بن جائیں، علم قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ وہ شخص واپس چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اسے لوٹا لاؤ لوگ دوڑ پڑے، لیکن وہ کہیں بھی نظر نہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام تھے، لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے۔ (بخاری)

مسند احمد میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ہتھیلیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں پر رکھ کر یہ سوالات کئے تھے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے اور اللہ کے وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے کی گواہی دے اور محمد کے عبدہ ورسولہٗ ہونے کی۔ جب تو یہ کر لے تو مسلمان ہو گیا۔ پوچھا اچھا ایمان کس کا نام ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب پر، نبیوں پر عقیدہ رکھنا، موت اور موت کے بعد کی زندگی کو ماننا، جنت، دوزخ، حساب، میزان اور تقدیر کی بھلائی برائی پر ایمان رکھنا۔ پوچھا جب میں ایسا کر لوں کیا میں مؤمن ہو جاؤں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ پھر احسان کا پوچھا اور جواب پایا جو اوپر مذکور ہوا، پھر قیامت کا پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سبحان اللہ! یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ پھر نشانیوں میں یہ بھی ذکر ہے کہ لوگ لمبی چوڑی عمارتیں بنانے لگیں گے۔

بنوعامر قبیلے کا ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہنے لگا میں آؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم کو بھیجا کہ جا کر انہیں ادب سکھاؤ۔ یہ اجازت مانگنا نہیں جانتے۔ ان سے کہو کہ پہلے سلام کرو، پھر دریافت کرو میں آ سکتا ہوں؟ انہوں نے سن لیا اور اسی طرح سلام کیا اور اجازت چاہی۔ یہ گئے اور جا کر کہا کہ آپ ہمارے لیے کیا لے کر آئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلائی۔ سنو! تم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ لات وعزیٰ کو چھوڑ دو۔ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینے کے روزے رکھو۔ اپنے مالداروں سے زکوٰۃ وصول کر کے اپنے فقیروں پر تقسیم کر دو۔ انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا علم میں سے کچھ ایسا بھی باقی ہے جسے آپ نہ جانتے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، ایسا علم بھی ہے جسے بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی۔

مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گاؤں کے رہنے والے ایک شخص نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ میری عورت حمل سے ہے، بتائیے کیا بچہ ہوگا؟ ہمارے شہر میں قحط ہے فرمائیے بارش کب ہوگی؟ یہ تو میں جانتا ہوں کہ میں کب پیدا ہوا، اب یہ آپ معلوم کرا دیجئے کہ میں کب مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیت اُتری کہ مجھے ان چیزوں کا مطلق علم نہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں یہی غیب کی کنجیاں ہیں جن کی نسبت فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جو تم سے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کی بات جانتے تھے تو سمجھ لینا کہ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا؟۔

قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ بہت سی چیزیں ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں کرایا، نہ نبی کو، نہ فرشتہ کو، اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے کوئی نہیں جانتا کہ کس سال کس مہینے کس دن یا کس رات میں وہ آئے گی۔ اسی طرح بارش کا علم بھی اس کے سوا کسی کو نہیں کہ کب آئے؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ حاملہ کے پیٹ کا بچہ نر ہوگا یا مادہ، سرخ ہوگا یا سیاہ، اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ نیکی کرے گا یا بدی، مرے گا یا جئے گا، بہت ممکن ہے کل موت یا آفت آ جائے۔ نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ کس زمین میں وہ دبایا جائے گا یا سمندر میں بہایا جائے گا یا جنگل میں مرے گا یا نرم یا سخت زمین میں جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے جب کسی کی موت دوسری زمین میں ہوتی ہے تو اس کا وہیں کا کوئی کام نکل آتا ہے اور وہیں موت آ جاتی ہے اور روایت میں ہے کہ یہ فرما کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی۔ ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن زمین اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ یہ ہیں تیری امانتیں جو تو نے مجھے سونپ رکھی تھیں، طبرانی وغیرہ میں یہ حدیث ہے۔

۲۰

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝ (السجدہ: ٤-٦)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا، پھر عرش پر قائم ہوا، تمہارے لیے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں، کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، وہ آسمان سے لے کر زمین تک (ہر) کام کی تدبیر کرتا ہے پھر (وہ کام) ایک ایسے دن میں اس کی طرف چڑھ جاتا ہے جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔“

تشریح: تمام چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس نے چھ دن میں زمین و آسمان بنائے۔ پھر عرش پر قرار پکڑا۔ مالک خالق وہی ہے ہر چیز کی تکمیل اسی کے ہاتھ ہے۔ تدبیریں سب کاموں کی وہی کرتا ہے، ہر چیز پر غلبہ اسی کا ہے، اس کے سوا مخلوق کا نہ کوئی والی نہ اس کی اجازت بغیر کوئی سفارشی۔ اے وہ لوگو! جو اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو، دوسروں پر بھروسہ کرتے ہو کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ اتنی بڑی قدرتوں والا کیوں کسی کو اپنا شریک کار بنانے لگا۔ وہ برابری سے وہ وزیر و مشیر سے وہ شریک و سہیم سے پاک و منزہ

اور مبرا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ اس کے علاوہ کوئی پالنہار ہے۔

نسائی میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزیں پیدا کر کے ساتویں دن عرش پر قیام کیا۔ مٹی ہفتے کے دن بنی، پہاڑ اتوار کے دن، درخت پیر کے دن، برائیاں منگل کے دن، نور بدھ کے دن، جانور جمعرات کے دن، آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری گھڑی میں، اسے تمام روئے زمین کی مٹی سے پیدا کیا جس میں سرخ، سیاہ، اچھی، بری، ہر طرح کی تھی۔ اسی باعث اولادِ آدم بھلی بری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اُترتا ہے اور ساتوں زمینوں کے نیچے تک پہنچتا ہے جیسے اور آیت میں ہے۔ ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ ﴾ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور انہیں کے مثل زمین، اس کا حکم ان سب کے درمیان اترتا ہے، اعمال اپنے دیوان کی طرف اُٹھائے اور چڑھائے جاتے ہیں جو آسمان دنیا کے اوپر ہے۔ زمین سے آسمانِ اوّل پانچ سو سال کے فاصلہ پر ہے اور اتنا ہی اس کا دل ہے۔ اتنا اُترنا چڑھنا خدا تعالیٰ کی قدرت سے فرشتہ ایک آنکھ جھپکنے میں کر لیتا ہے۔ اسی لیے فرمایا ایک دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہے۔ ان امور کا مدبر خدا تعالیٰ ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اعمال سے باخبر ہے، سب چھوٹے بڑے عمل اس کی طرف چڑھتے ہیں، وہ غالب ہے جس نے ہر چیز کو اپنا ماتحت کر رکھا ہے، کل بندے اور کل گردنیں اس کے سامنے جھکی ہوئی ہیں، وہ اپنے مومن بندوں پر بہت ہی مہربان ہے، عزیز ہے اپنی رحمت میں اور رحیم ہے اپنی عزت میں۔

﴿۲۱﴾

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۚ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾ (السجدہ ۷۔۹)

ترجمہ: ”جس نے نہایت خوب بنائی جو چیز بھی بنائی اور انسان کی بناوٹ مٹی سے شروع کی، پھر اس کی نسل ایک بے وقعت پانی کے نچوڑ سے چلائی، جسے ٹھیک ٹھاک کر کے اس میں اپنی روح پھونکی، اس نے تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے (اس پر بھی) تم بہت ہی تھوڑا احسان مانتے ہو۔“

تشریح: فرماتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز قرینے سے بہترین طور سے بہترین ترکیب پر خوبصورت بنائی ہے۔ ہر چیز کی پیدائش کے ساتھ ہی خود انسان کی پیدائش پر غور کرو، اس کا شروع دیکھو کہ مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے، پھر ان کی نسل نطفے سے جاری رکھی جو مرد کی پیٹھ اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے۔ پھر اسے یعنی آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کرنے کے بعد ٹھیک ٹھاک اور درست کیا اور اس میں اپنے پاس سے روح پھونکی، تمہیں کان، آنکھ، سمجھ عطا فرمائی، افسوس کہ پھر بھی تم

شکرگزاری میں کثرت نہیں کرتے، نیک انجام اور خوش فرجام وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں کو اسی کی راہ میں خرچ کرتا ہے، جل شانہ وعز اسمہ۔

(۲۲)

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ (الم سجدہ: ۱۰۔۱۱)

ترجمہ: ”اور انہوں نے کہا، کیا جب ہم زمین میں رل مل جائیں گے، کیا پھر نئی پیدائش میں آجائیں گے؟ بلکہ (بات یہ ہے) کہ وہ لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات کے منکر ہیں، کہہ دیجئے! کہ تمہیں موت کا فرشتہ فوت کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

تشریح: کفار کا عقیدہ بیان ہو رہا ہے کہ وہ مرنے کے بعد جینے کے قائل نہیں اور اسے وہ محال جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہمارے ریزے ریزے جدا ہو جائیں گے اور مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے پھر بھی ہم نئے سرے سے بنائے جاسکتے ہیں؟ افسوس یہ لوگ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کو قیاس کرتے ہیں اور اپنی محدود قدرت پر اللہ تعالیٰ کی نامعلوم قدرت کا اندازہ کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اول بار پیدا کیا ہے، تعجب ہے کہ پھر دوبارہ پیدا کرنے پر اسے قادر کیوں نہیں جانتے؟ حالانکہ اس کا تو صرف فرمان چلتا ہے۔ جہاں کہا یوں ہو جا وہیں وُوں ہو گیا، اسی لیے فرمادیا کہ انہیں اپنے پروردگار کی ملاقات سے انکار ہے، اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ ملک الموت جو تمہاری روح کے قبض کرنے پر مقرر ہیں تمہیں فوت کر دیں گے، ہاں ان کے ساتھی اور ان کے ساتھ کام کرنے والے اور فرشتے بھی ہیں جو جسم سے روح کو نکالتے ہیں اور نرخرے تک پہنچ جانے کے بعد ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔ ان کے لیے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور ایسی ہے جیسے ہمارے سامنے کوئی سینی رکھی ہوئی ہو کہ جو چاہا اٹھالیا۔

ایک مُرسل حدیث بھی ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقولہ بھی ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک انصاری کے سرہانے ملک الموت کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملک الموت! میرے صحابی کے ساتھ آسانی کیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اے نبی اللہ! تسکین خاطر رکھئے اور دل خوش کیجئے، واللہ میں خود با ایمان کے ساتھ نہایت ہی نرمی کرنے والا ہوں۔ سنو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی تمام دنیا کے ہر کچے پکے گھر میں خواہ خشکی میں ہو یا تری میں ہر دن میں میرے پانچ پھیرے ہوتے ہیں، ہر چھوٹے بڑے کو میں اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں جتنا وہ خود اپنے آپ کو جانتے ہوں، یا رسول اللہ یقین مانئے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تو ایک مچھر کی جان قبض کرنے کی قدرت نہیں رکھتا جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو جائے۔

حضرت جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کا دن میں پانچ وقت ایک ایک شخص کی ڈھونڈ بھال کرنا یہی ہے کہ آپ علیہ السلام پانچوں نمازوں کے وقت دیکھ لیا کرتے ہیں کہ اگر وہ نمازوں کی حفاظت کرنے والا ہے تو فرشتے اس کے قریب رہتے ہیں اور شیطان اس سے دور رہتا ہے اور اس کے آخری وقت فرشتہ اُسے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرتا ہے۔

مجاہد رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں ہر دن ہر گھر ملک الموت دو دفعہ آتے ہیں۔ کعب احبار اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دروازے پر ٹھہر کر دن بھر میں سات مرتبہ نظر مارتے ہیں کہ اس میں کوئی وہ تو نہیں جس کی روح نکالنے کا حکم ہو چکا ہو، پھر قیامت کے دن سب کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ قبروں سے نکل کر میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی اپنی کرنی کا پھل پائیں گے۔

(۲۳)

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَی الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ اَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ (الم سجدہ: ۲۷)

ترجمہ: ”کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم پانی کو بنجر (غیر آباد) زمین کی طرف بہا کر لے جاتے ہیں پھر اس سے ہم کھیتیاں نکالتے ہیں کہ جسے ان کے چوپائے اور یہ خود کھاتے ہیں، کیا پھر بھی یہ نہیں دیکھتے۔“

تشریح: جناب باری تعالیٰ اپنے لطف و کرم کو احسان و انعام کو بیان فرما رہا ہے کہ آسمان سے پانی اُتارتا ہے، پہاڑوں سے، اونچی جگہوں سے سمٹ کر نالوں کے، ندیوں کے دریاؤں کے ذریعہ وہ اِدھر اُدھر پھیل جاتا ہے۔ بنجر غیر آباد زمین اس سے ہریاول والی ہو جاتی ہے خشکی، تری سے موت، زیست سے بدل جاتی ہے۔ آیت میں تمام وہ حصے ہیں جو سوکھ گئے ہوں، جو پانی کے محتاج ہوں، سخت ہو گئے ہوں، زمین یبوست کے مارے پھٹنے لگی ہو، بیشک مصر کی زمین بھی ایسی ہے دریائے نیل سے سیراب کی جاتی ہے۔ حبش کی بارشوں کا پانی اپنے ساتھ سرخ رنگ کی مٹی کو بھی گھسیٹتا جاتا ہے اور مصر کی زمین جو شور اور ریتلی ہے وہ اس پانی اور اس مٹی سے کھیتی کے قابل بن جاتی ہے اور ہر سال ہر فصل کا غلہ تازہ پانی سے انہیں میسر آتا ہے جو اِدھر اُدھر کا ہوتا ہے، اس حکیم و کریم، منان اور رحیم کی یہ سب مہربانیاں ہیں، اسی کی ذات قابل تعریف ہے۔

روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے بوؤنہ مہینے میں حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہماری قدیمی عادت ہے کہ اس مہینے میں دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا، ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارہویں تاریخ کو ایک باکرہ لڑکی کو لیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہو، اس کے والدین کو دے دلا کر رضامند کر لیتے ہیں اور اسے بہت عمدہ کپڑے اور بہت قیمتی زیور پہنا کر، بنا سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو بہاؤ چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا نہیں۔ سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے، تم ایسا نہیں کر سکتے، وہ باز رہے۔

دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا، مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک پڑا ہوا ہے لوگ تنگ آ کر ارادے کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں، یہاں کی بود و باش ترک کر دیں، اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور بارگاہِ خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا اب میں اپنے اس خط میں

ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر نیل کے دریا میں ڈال دو۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس پرچہ کو نکال کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ یہ خط ہے اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف، بعد حمد وصلوٰۃ کے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے چل رہا ہے تو خیر، نہ چل اور اگر اللہ تعالیٰ واحد و قہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ تجھے رواں کر دے، یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر نے دریائے نیل میں ڈال دیا، ابھی ایک رات بھی گزرنے نہیں پائی تھی جو دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے، گرانی، ارزانی سے بدل گئی، خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہو گیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا، اس کے بعد سے ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اسی آیت کے مضمون کی آیت یہ بھی ﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ.... الخ﴾ یعنی انسان اپنی غذا کو دیکھے کہ ہم نے بارش اُتاری اور زمین پھاڑ کر اناج اور پھل پیدا کیے، اسی طرح یہاں بھی فرمایا، کیا یہ لوگ اسے نہیں دیکھتے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ وہ زمین ہے جس پر بارش ناکافی برسی ہے پھر نالوں اور نہروں کے پانی سے وہ سیراب ہوتی ہے۔ ابن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے یہ وہ زمین ہے جس میں پیداوار نہ ہو اور غبار آلود ہو۔ اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ .... الخ﴾ ان کے لیے مردہ زمین بھی ایک نشانی ہے جسے ہم زندہ کر دیتے ہیں۔ الخ

(۲۴)

اَوَ لَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۱۹ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۰ (العنکبوت ۱۹۔۲۰)

ترجمہ: "کہہ دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداءً پیدائش کی۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی دوسری نئی پیدائش کرے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

تشریح: دیکھتے ہیں کہ وہ کچھ نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا لیکن تاہم مر کر جینے کے قائل نہیں، حالانکہ اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں، جو ابتداءً پیدا کر سکتا ہے اس پر دوبارہ پیدا کرنا بہت ہی آسان ہے۔ پھر انہیں ہدایت کرتے ہیں کہ تم زمین کی اور نشانیوں پر غور کرو۔ آسمانوں کو ستاروں کو زمینوں کو پہاڑوں کو درختوں کو جنگلوں کو نہروں کو دریاؤں کو سمندروں کو پھلوں کو کھیتوں کو دیکھو تو سہی کہ سب کچھ کچھ نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ کر دیا، کیا تمام نشانیاں خدا تعالیٰ کی قدرت کو تم پر ظاہر نہیں کرتیں؟ تم نہیں دیکھتے کہ اتنا بڑا صانع قدیر خدا کیا کچھ نہیں کر سکتا؟ وہ تو صرف "ہو جا" کے کہنے سے تمام کو رچا دیتا ہے۔ وہ خود مختار ہے اسے اسباب اور سامان کی ضرورت نہیں، اسی مضمون کو اور جگہ فرمایا کہ وہی نئی پیدائش میں پیدا کرتا ہے وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت آسان ہے۔ پھر فرمایا زمین میں چل پھر کر دیکھو اللہ تعالیٰ نے ابتدائی پیدائش کس طرح کی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کے

دن کی دوسری پیدائش کی کیا کیفیت ہوگی، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جیسے فرمایا ہم انہیں دنیا کے ہر حصے میں اور خود ان کی اپنی جانوں میں اپنی نشانیاں اس قدر دکھائیں گے کہ ان پر حق ظاہر ہو جائے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ .... الخ﴾ کیا وہ بغیر کسی چیز کے پیدا کئے گئے یا وہی اپنے خالق ہیں؟ کچھ نہیں، بے یقین لوگ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ جسے چاہے عذاب کرے جس پر چاہے رحم کرے، وہ حاکم ہے قبضے والا ہے جو چاہتا ہے جو ارادہ کرتا ہے جاری کر دیتا ہے کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا ہے۔ کوئی اس کے ارادے کو بدل نہیں سکتا۔ کوئی اس سے چوں چرا کر نہیں سکتا اور کوئی اس سے سوال کر ہی نہیں سکتا اور وہ سب پر غالب ہے جس سے چاہے پوچھ بیٹھے سب اس کے قبضے میں ہیں اس کی ماتحتی میں ہیں، خلق کا خالق امر کا مالک وہی ہے اس نے جو کچھ کیا سراسر عدل ہے، اس لیے وہی مالک ہے وہ ظلم سے پاک ہے۔

حدیث شریف میں ہے اگر اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں والوں اور ساتوں زمین والوں کو عذاب کرے تب بھی وہ ظالم نہیں، عذاب و رحم سب اس کی چیزیں ہیں۔ سب کے سب قیامت کے دن اس کی طرف لوٹائے جائیں گے، اسی کے سامنے حاضر ہو کر پیش ہوں گے۔ زمین والوں میں سے اور آسمان والوں میں سے کوئی اسے ہرا نہیں سکتا۔ بلکہ سب پر وہی غالب ہے ہر ایک اس سے کانپ رہا ہے، سب اس کے در کے فقیر ہیں اور وہ سب سے غنی ہے۔ تمہارا کوئی والی اور مددگار اس کے سوا نہیں۔

⑳

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَ مَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ (العنکبوت: ۴۱ تا ۴۳)

ترجمہ: ”جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے، حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ بودا گھر مکڑی کا گھر ہے، کاش وہ جان لیتے، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں وہ اس کے سوا پکارتے ہیں، انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔“

تشریح: جو لوگ اللہ تعالیٰ رب العالمین کے سوا اوروں کی پرستش اور پوجا پاٹ کرتے ہیں ان کی کمزوری اور بے علمی کا بیان ہو رہا ہے۔ یہ ان سے مدد کے، روزی کے، سختی میں کام آنے کے امیدوار رہتے ہیں ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی مکڑی کے جالے میں بارش اور دھوپ اور سردی سے پناہ چاہے، اگر ان میں علم ہوتا تو یہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے امیدیں وابستہ نہ کرتے، پس ان کا حال ایماندار کے حال کے بالکل برعکس ہے۔ وہ ایک مضبوط کڑے کو تھامے ہوئے ہیں اور یہ مکڑی کے جالے میں اپنا سر چھپائے ہوئے ہیں اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف اس کا جسم اعمالِ صالحہ کی طرف مشغول ہے اور اس کا دل مخلوق کی طرف اور جسم اس کی پرستش د

طرف جھکا ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈرا رہا ہے کہ وہ ان سے ان کے شرک سے اور ان کے جھوٹے معبودوں سے خوب آگاہ ہے انہیں ان کی شرارت کا وہ مزہ چکھائے گا کہ یہ یاد کریں۔ انہیں ڈھیل دینے میں بھی اس کی مصلحت وحکمت ہے نہ یہ کہ وہ علیم خدا تعالیٰ ان سے بے خبر ہو۔ لیکن ان کے سوچنے سمجھنے کا مادہ ان میں غور وفکر کرنے کی توفیق صرف باعمل علماء کو ہوتی ہے جو اپنے علم میں پورے ہیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ مثالوں کو سمجھ لینا سچے علم کی دلیل ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک ہزار مثالیں رسول اللہ ﷺ سے سیکھی سمجھی ہیں (مسند احمد) اس سے آپ کی فضیلت اور آپ کی علمیت ظاہر ہے۔

حضرت عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کلام اللہ شریف کی جو آیت میری تلاوت میں آئے اور اس کا تفصیلی معنی مطلب میری سمجھ میں نہ آئے تو میرا دل دُکھتا ہے، مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے اور میں ڈرنے لگتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری گنتی جاہلوں میں تو نہیں ہوگئی کیونکہ فرمانِ الٰہی یہی ہے کہ ہم ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں لیکن سوائے عالموں کے انہیں دوسرے سمجھ نہیں سکتے۔

۲۶

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۴﴾ (العنکبوت: ۴۴)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مصلحت اور حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، ایمان والوں کے لیے تو اس میں بڑی بھاری دلیل ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی قدرت کا بیان ہو رہا ہے کہ وہی آسمانوں کا اور زمینوں کا خالق ہے۔ اس نے انہیں کھیل تماشے کے طور پر یا لغو وبیکار نہیں بنایا بلکہ اس لیے کہ یہاں لوگوں کو بسائے، پھر ان کی نیکیاں بدیاں دیکھے اور قیامت کے دن ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا سزا دے۔ بُروں کو ان کی بداعمالیوں پر سزا اور نیکوں کو ان کی نیکیوں پر بہتر بدلہ۔

۲۷

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ شَهِیْدًا ۚ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ (العنکبوت: ۵۲)

ترجمہ: "کہہ دیجئے کہ مجھ میں اور تم میں اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا کافی ہے، وہ آسمان وزمین کی ہر چیز کا عالم ہے، جو لوگ باطل کے ماننے والے اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے والے ہیں وہ زبردست نقصان اور گھاٹے میں ہیں۔"

تشریح: کافروں کی ضد، تکبر اور ہٹ دھرمی بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول سے ایسی ہی نشانی طلب کی جیسی کہ

حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے مانگی تھی۔ پھر اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ انہیں جواب دیجئے کہ آیتیں، معجزے اور نشانات بتانا میرے بس کی بات نہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ اگر اس نے تمہاری نیک نیتیں معلوم کر لیں تو وہ معجزے دکھائے گا اور اگر تم اپنی ضد اور انکار سے بڑھ بڑھ کر باتیں ہی بنا رہے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ تم سے دبا ہوا نہیں کہ اس کی چاہت تمہاری چاہت کے تابع ہو جائے جو تم مانگو وہ خواہ مخواہ کر ہی دکھائے جیسے اور آیت میں ہے کہ آیتیں بھیجنے سے ہمیں کوئی مانع نہیں بجز اس کے کہ اگلے بھی برابر انکار ہی کرتے رہے، ثمودیوں کو دیکھو ہماری نشانی اونٹنی جوان کے پاس آئی انہوں نے اس پر ظلم ڈھا دیا۔ کہہ دو میں تو صرف ایک مبلغ ہوں، پیغامبر ہوں، قاصد ہوں، میرا کام تمہارے کانوں تک آوازِ خداوندی کو پہنچا دینا ہے میں نے تو تمہیں تمہارا برا بھلا سمجھا دیا، نیک بد سمجھا دیا اب تم جانو اور تمہارا کام۔ ہدایت ضلالت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے وہ اگر کسی کو گمراہ کر دے تو اس کی رہبری کوئی نہیں کر سکتا، چنانچہ اور جگہ ہے تجھ پر ان کی ہدایت کا ذمہ نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اور اس کی چاہت پر موقوف ہے، بھلا اس فضول گوئی کو دیکھو کہ کتاب عزیز ان کے پاس آ چکی جس کے کسی طرف سے باطل اس کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتا اور انہیں اب تک نشان کی طلب ہے۔ حالانکہ یہ تو تمام معجزات سے بڑھ کر معجزہ ہے، تمام دنیا کے فصیح و بلیغ اس کے معارضہ سے اور اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز آ گئے، پورے قرآن کا تو معارضہ کیا کرتے؟ دس سورتوں کا بلکہ ایک سورۃ کا معارضہ بھی باوجود چیلنج کے نہ کر سکے۔ تو کیا اتنا بڑا اور بھاری معجزہ انہیں کافی نہیں جو اور معجزہ طلب کرنے بیٹھے ہیں، یہ تو وہ پاک کتاب ہے جس میں گزشتہ باتوں کی خبر ہے اور ہونے والی باتوں کی پیشینگوئی اور جھگڑوں کا فیصلہ ہے اور یہ اس کی زبان سے پڑھی جاتی ہے جو محض امی ہے جس نے کسی سے الف باء بھی نہیں پڑھا، جو ایک حرف لکھنا نہیں جانتا بلکہ جو اہل علم کی صحبت میں بھی کبھی نہیں بیٹھا، اور وہ کتاب پڑھتا ہے جس سے اگلی کتابوں کی بھی صحت عدم صحت معلوم ہوتی ہے، جس کے الفاظ میں حلاوت، جس کی نظم میں ملاحت، جس کے انداز میں فصاحت، جس کے بیان میں بلاغت جس کا طرز دلربا جس کا سیاق دلچسپ جس میں دنیا کی بھی خوبیاں موجود، خود بنی اسرائیل کے علماء بھی اس کی تصدیق پر مجبور۔ اگلی کتابیں جس پر شاہد بھلے لوگ جس کے مداح اور قائل عامل، اس اتنے بڑے معجزے کی موجودگی میں کسی اور معجزے کی طلب محض گریز ہے پھر فرماتا ہے کہ اس میں ایمان والوں کے لیے رحمت و نصیحت ہے۔ یہ قرآن حق کو ظاہر کرنے والا، باطل کو برباد کرنے والا، اگلوں کے واقعات تمہارے سامنے رکھ کر تمہیں نصیحت و عبرت کا موقع دیتا ہے، گنہگاروں کے انجام دکھا کر تمہیں گناہوں سے روکتا ہے۔ کہہ دو کہ مجھ میں اور تم میں خدا تعالیٰ گواہ ہے اور اس کی گواہی کافی ہے۔ وہ تمہاری تکذیب سرکشی کو اور میری سچائی اور خیر خواہی کو بخوبی جانتا ہے۔ اگر میں اس پر جھوٹ باندھتا تو وہ ضرور مجھ سے انتقام لے لیتا، وہ ایسے لوگوں کو بے انتقام نہیں چھوڑتا جیسے خود اس کا فرمان ہے کہ اگر یہ رسول مجھ پر ایک بات بھی گھڑ لیتا تو میں اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگِ جان کاٹ لیتا اور کوئی نہ ہوتا جو اسے میرے ہاتھ سے چھڑا سکے۔ چونکہ اس پر میری سچائی روشن ہے اور میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں اور اس کا نام لے کر اس کی کہی ہوئی تم سے کہتا ہوں، اس لیے وہ میری تائید کرتا ہے اور مجھے روز بروز غلبہ دیتا جاتا ہے اور مجھ سے معجزات پر معجزات ظاہر کراتا جاتا ہے۔ وہ زمین و آسمان کے غیب کا جاننے والا ہے۔ اس پر ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں، باطل کو ماننے والے اور اللہ تعالیٰ کو نہ جاننے والے ہی نقصان یافتہ اور ذلیل ہیں۔ قیامت کے دن انہیں ان کی بداعمالی کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا اور جو سرکشیاں یہاں کی ہیں سب کا مزہ چکھنا پڑے گا، بھلا اللہ تعالیٰ کو نہ ماننا اور بتوں کو ماننا اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا؟ وہ علیم و حکیم اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیئے بغیر ہرگز نہ رہے گا۔

۲۸

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ ۖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

(العنکبوت : ٦٠)

ترجمہ: "اور بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی اُٹھائے نہیں پھرتے، ان سب کو اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتا ہے، وہ بڑا ہی جاننے والا ہے۔"

تشریح: مہاجرین کے رزق میں ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ برکتیں دیں کہ یہ دنیا کے کناروں کے مالک ہو گئے، تو فرمایا کہ بہت سے جانور ہیں جو نہ اپنے رزق کو جمع کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ اسے حاصل کرنے کی، نہ وہ کل کے لیے کوئی چیز اُٹھا کر رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ذمہ ان کی روزیاں ہیں، پروردگار انہیں اُن کے رزق پہنچا دیتا ہے، تمہارا رازق بھی وہی ہے۔ وہ کسی مخلوق کو کسی حالت میں کسی وقت نہیں بھولتا۔ چیونٹیوں کو ان کے سوراخوں میں، پرندوں کو آسمان و زمین کی خلا میں، مچھلیوں کو پانی میں وہی رزق پہنچاتا ہے جیسے فرمایا ﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ.... الخ﴾ یعنی کوئی جانور روئے زمین پر ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔ وہی ان کے ٹھہرنے اور رہنے سہنے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے۔ یہ سب اس کی روشن کتاب میں موجود ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا، مدینے کے باغات میں سے ایک باغ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گئے اور گری پڑی ردّی کھجوریں کھول کھول کر صاف کر کر کے کھانے لگے، مجھ سے کھانے کو فرمایا، میں نے کہا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے تو یہ ردّی کھجوریں نہیں کھائی جائیں گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن مجھے تو یہ بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں اس لیے کہ چوتھے دن کی صبح ہے کہ میں نے کھانا نہیں کھایا اور نہ کھانے کی وجہ یہ ہے کہ ملا ہی نہیں۔ سنو! اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا اور اللہ تعالیٰ مجھے قیصر و کسریٰ کا ملک دے دیتا۔ اے ابن عمر! تیرا کیا حال ہوگا جب کہ تو ایسے لوگوں میں ہوگا، جو سال بھر کے غلے وغیرہ جمع کر لیا کریں گے اور ان کا یقین اور توکل بالکل بودا ہو جائے گا۔ ہم ابھی تو وہیں اسی حالت میں تھے جو یہ آیت ﴿وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ.... الخ﴾ نازل ہوئی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے مجھے دنیا کے خزانے جمع کرنے کا اور خواہشوں کے پیچھے لگ جانے کا حکم نہیں کیا، جو شخص دنیا کے خزانے جمع کرلے اور اسے باقی والی زندگی چاہے وہ سمجھ لے کہ حیات باقی والی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے دیکھو، میں تو نہ دینار و درہم جمع کروں نہ کل کے لیے آج روزی کا ذخیرہ جمع کر رکھوں۔

یہ مشہور ہے کہ کوّے کے بچے جب نکلتے ہیں تو ان کے پَر و بال سفید ہوتے ہیں یہ دیکھ کر کوّا ان سے نفرت کر کے بھاگ جاتا ہے، کچھ دنوں بعد ان پروں کی رنگت سیاہ پڑ جاتی ہے، تب ان کے ماں باپ آتے ہیں اور انہیں دانہ وغیرہ بھراتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں جب کہ ماں باپ ان چھوٹے بچوں سے متنفر ہو کر بھاگ جاتے ہیں اور ان کے پاس بھی نہیں آتے اس وقت اللہ تعالیٰ چھوٹے چھوٹے مچھر ان کے پاس بھیج دیتا ہے، وہی ان کی غذا بن جاتے ہیں۔ عرب کے شعراء نے اسے نظم بھی کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے سفر کرو تاکہ صحت اور روزی پاؤ اور روایت میں ہے کہ سفر کرو تاکہ صحت وغنیمت ملے اور حدیث میں ہے سفر کرو نفع اٹھاؤ

گے روزے رکھو تندرست رہو گے، جہاد کرو غنیمت ملے گی اور روایت میں ہے جد والوں اور آسانی والوں کے ساتھ سفر کرو۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں سننے والا اور ان کی حرکات وسکنات کو جاننے والا ہے۔

(۲۹)

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ (العنکبوت: ۶۱۔۶۳)

ترجمہ: ”اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ زمین وآسمان کا خالق اور سورج چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے؟ تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ، پھر کدھر اُلٹے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا جاننے والا ہے، اور اگر آپ اُن سے سوال کریں کہ آسمان سے پانی اتار کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کس نے کیا؟ تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں کہ ہر تعریف اللہ ہی کے لیے سزاوار ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ ثابت کرتا ہے کہ معبودِ برحق صرف وہی ہے۔ خود مشرکین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا، سورج چاند کو مسخر کرنے والا، دن رات کو پے در پے لانے والا، خالق رازق، موت وحیات پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ غناء کے لائق کون ہے؟ اور فقر کے لائق کون ہے؟ اپنے بندوں کی مصلحتیں اس کو پوری طرح معلوم ہیں۔ پس جب کہ مشرکین خود مانتے ہیں کہ تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے، سب پر قابض صرف وہی ہے، پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں۔ اور اُس کے سوا دوسروں پر توکل کیوں کرتے ہیں؟ جب کہ ملک کا مالک وہ تنہا ہے تو عبادتوں کے لائق بھی وہ اکیلا ہی ہے۔ توحید ربوبیت کو مان کر پھر توحید الوہیت سے انحراف عجیب چیز ہے۔ قرآنِ کریم میں توحید ربوبیت کے ساتھ ہی توحید الوہیت کا ذکر بکثرت ہے۔ اس لیے کہ توحید ربوبیت کے قائل مشرکین مکہ تھے تو انہیں قائل معقول کر کے پھر توحید الوہیت کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ مشرکین حج وعمرے میں لبیک پکارتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے شریک ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ کہتے تھے لبیک لا شریك لك الا شریکا هو لك تملكه و ما ملك یعنی خدایا! ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسے شریک کہ جن کا مالک اور جن کے ملک کا مالک بھی تو ہی ہے۔

(۳۰)

اَوَ لَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ

اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝ اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ (الروم: ۸-۹)

ترجمہ: ”کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں یہ غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب کو بہترین قرینے سے مقرر وقت تک کے لیے (ہی) پیدا کیا ہے، ہاں اکثر لوگ یقیناً اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں، کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر یہ نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا برا ہوا، وہ ان سے بہت زیادہ توانا اور طاقتور تھے، اور انہوں نے بھی زمین بوئی جوتی تھی، اور ان سے زیادہ آبادی کی تھی، اور اُن کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تھے۔ یہ تو ناممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا لیکن (دراصل) وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔“

تشریح: چونکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ حق جل وعلا کی قدرت کا نشان ہے اور اس کی توحید اور ربوبیت پر دلالت کرنے والا ہے، اس لیے ارشاد ہوتا ہے کہ موجودات میں غور وفکر کیا کرو اور قدرتِ خدا تعالیٰ کی ان نشانیوں سے اس مالک کو پہچانو اور اس کی قدر وتعظیم کرو۔ کبھی عالم علوی کو دیکھو، کبھی عالم سفلی پر نظر ڈالو، کبھی اور مخلوقات کی پیدائش کو سوچو اور سمجھو کہ یہ چیزیں عبث اور بیکار پیدا نہیں کی گئیں۔ بلکہ رب تعالیٰ نے انہیں کار آمد اور نشانِ قدرت بنایا ہے۔ ہر ایک کا ایک وقت مقرر ہے یعنی قیامت کا دن، جسے اکثر لوگ مانتے ہی نہیں۔ اس کے بعد نبیوں کی صداقت کو اس طرح ظاہر فرماتا ہے کہ دیکھ لو ان کے مخالفین کا کس قدر عبرت ناک انجام ہوا؟ اور ان کے ماننے والوں کو کس طرح دونوں جہاں کی عزت ملی؟ تم چل پھر کر اگلے واقعات معلوم کرو کہ گزشتہ امتیں جو تم سے زیادہ زور آور تھیں، تم سے زیادہ مال وزر والی تھیں، تم سے زیادہ کنبے قبیلے اور بیٹے پوتے والی تھیں، تم تو ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے، وہ تو تم سے زیادہ عمر والے تھے، تم سے زیادہ آبادیاں انہوں نے کیں، تم سے زیادہ کھیتیاں اور باغات ان کے تھے، باوجود ان سب کے جب اُن کے پاس اس زمانے کے رسول آئے، انہوں نے دلیلیں اور معجزے دکھائے، اور پھر بھی اس زمانے کے ان بدنصیبوں نے ان کی نہ مانی اور اپنے خیالات میں مستغرق رہے اور سیاہ کاریوں میں مشغول رہے تو بالآخر عذاب الٰہی اُن پر برس پڑے، اُس وقت کوئی نہ تھا جو انہیں بچا سکے یا کسی عذاب کو ان پر سے ہٹا سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرے۔ یہ عذاب تو ان کے اپنے کرتوتوں کا وبال تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو یہ جھٹلاتے تھے، رب تعالیٰ کی باتوں کا مذاق یہ اُڑاتے تھے، جیسے اور آیت میں ہے کہ ان کی بے ایمانی کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں کو، اُن کی نگاہوں کو پھیر دیا اور انہیں ان کی سرکشی میں ہی حیران چھوڑ دیا ہے، اور آیت میں ہے کہ ان کی کجی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے اور آیت میں ہے کہ اگر اب بھی منہ موڑیں تو سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض گناہوں پر ان کی پکڑ کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔

(۳۱)

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِیًّا وَّ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ (الروم: ۱۷۔۱۹)

ترجمہ: ''پس اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھا کرو جب کہ تم شام کرو اور جب صبح کرو۔ تمام تعریفوں کے لائق آسمان وزمین میں صرف وہی ہے۔ تیسرے پہر کو اور ظہر کے وقت بھی (اس کی پاکیزگی بیان کرو) (وہی) زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ اور وہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے۔''

تشریح: اُس رب تبارک وتعالیٰ کی کمالِ قدرت اور عظمتِ سلطنت پر دلالت اُس کی تسبیح اور اُس کی حمد سے ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہبری کرتا ہے، اور اپنا پاک ہونا اور قابل حمد ہونا بھی بیان فرماتا رہا ہے۔ شام کے وقت جب کہ دن اپنی روشنیوں کو لے کر آتا ہے اتنا بیان فرما کر اس کے بعد کا جملہ بیان فرمانے سے پہلے ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ زمین وآسمان میں قابل حمد و ثنا وہی ہے، ان کی پیدائش خود ان کی بزرگی پر دلیل ہے۔ پھر صبح وشام کے وقتوں کی تسبیح کا بیان جو پہلے گزرا تھا اس کے ساتھ عشاء اور ظہر کا وقت ملا لیا، جو پوری اندھیری اور کامل اُجالے کا وقت ہوتا ہے۔ بیشک تمام تر پاکیزگی اسی کو سزاوار ہے جو رات کے اندھیروں کو اور دن کے اُجالوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ صبح کو ظاہر کرنے والا رات کو سکون والی بنانے والا وہی ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا نام خلیل وفادار کیوں رکھا؟ اس لیے کہ وہ صبح شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾ سے ﴿تُظْهِرُوْنَ﴾ تک کی دونوں آیتیں تلاوت فرمائیں۔ طبرانی کی حدیث میں ان دونوں آیتوں کی نسبت ہے کہ جس نے صبح شام یہ پڑھ لیں اس نے دن رات میں جو اس سے فوت ہوا ہوا سے پالیا۔ پھر بیان فرمایا کہ موت وزیست کا خالق، مردوں سے زندوں کو اور زندوں سے مردوں کو نکالنے والا وہی ہے۔ ہر شے پر اور اس کی ضد پر وہ قادر ہے۔ دانے سے درخت، درخت سے دانے، مرغی سے انڈا، انڈے سے مرغی، نطفے سے انسان، انسان سے نطفہ، مومن سے کافر، کافر سے مومن، غرض ہر چیز اور اُس کے مقابلہ کی چیز پر اُسے قدرت حاصل ہے، خشک زمین کو وہی تر کر دیتا ہے، بنجر زمین سے وہی زراعت پیدا کر دیتا ہے، جیسے سورۂ یٰسین میں فرمایا کہ خشک زمین کا تروتازہ ہو کر طرح طرح کے اناج وپھل پیدا کرنا بھی میری قدرت کا ایک کامل نشان ہے۔ اور آیت میں ہے کہ تمہارے دیکھتے ہوئے اس زمین کو جس میں سے دھواں اٹھتا ہو دو بوند سے تر کر کے میں لہلہا دیتا ہوں اور ہر قسم کی پیداوار سے سرسبز کر دیتا ہوں۔ یہاں بیان فرمایا اسی طرح تم سب بھی مرنے کے بعد قبروں میں سے زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جاؤ گے۔

(۳۲)

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ (الروم:۳۷)

ترجمہ: ”کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے کشادہ روزی دیتا ہے اور جسے چاہے تنگ، اس میں بھی ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں نشانیاں ہیں۔“

تشریح: صحیح حدیث میں ہے کہ مومن پر تعجب ہے، اس کے لیے خدا تعالیٰ کی ہر قضا بہتر ہی ہوتی ہے، راحت پر شکر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور مصیبت پر صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی متصرف اور مالک ہے۔ وہ اپنی حکمت کے مطابق جہاں رچائے ہوئے ہے کسی کو کم دیتا ہے کسی کو زیادہ دیتا ہے۔ کوئی تنگی تُرشی میں ہے کوئی وسعت اور فراخی میں۔ اس میں مومنوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

(۳۳)

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ (الروم:۴۰)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر روزی دی، پھر مار ڈالے گا پھر زندہ کرے گا، بتاؤ تمہارے شریکوں میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو ان میں سے کچھ بھی کر سکتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لیے پاکی اور برتری ہے ہر اس شریک سے جو یہ لوگ مقرر کرتے ہیں۔“

تشریح: انسان اپنی ماں کے پیٹ سے ننگا، بےعلم، بے کان، بے آنکھ، بے طاقت نکلتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے سب چیزیں عطا فرماتا ہے۔ مال بھی، ملکیت بھی، کمائی بھی، تجارت بھی، غرض بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ دو صحابیوں کا بیان ہے کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت آپ ﷺ کسی کام میں مشغول تھے ہم نے بھی آپ ﷺ کا ہاتھ بٹایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو سر ہلنے لگے تب تک بھی روزی سے کوئی محروم نہیں رہتا۔ انسان ننگا بھوکا دنیا میں آتا ہے، ایک چھلکا بھی اس کے بدن پر نہیں ہوتا، پھر رب تعالیٰ ہی اُسے روزیاں دیتا ہے، وہ اس حیات کے بعد تمہیں مار ڈالے گا، پھر قیامت کے دن زندہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن جن کی عبادت کر رہے ہو اُن میں سے ایک بھی ان باتوں میں سے کسی ایک پر قابو نہیں رکھتا، ان کاموں میں سے ایک بھی کوئی نہیں کر سکتا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی تنہا خالق، رازق اور موت زندگی کا مالک ہے، وہی قیامت کے دن تمام مخلوق کو جلا دے گا۔ اُس کی مقدس منزہ معظم اور عزت وجلال والی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو یا اس جیسا

ہو یا اس کے برابر ہو یا اس کی اولاد ہو یا ماں باپ ہوں۔ وہ اَحد ہے، صمد ہے، فرد ہے، ماں باپ سے، اولاد سے پاک ہے، اس کی کفو کا کوئی نہیں۔

(۳۴)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ① یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَ هُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ② (سورۂ سبا: ۱۔۲)

ترجمہ: "تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے سزاوار ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، آخرت میں بھی تعریف اسی کے لیے ہے، وہ (بڑی) حکمتوں والا اور (پورا) خبردار ہے۔ جو زمین میں جائے، اور جو اس سے نکلے، جو آسمان سے اُترے، اور جو چڑھ کر اس میں جائے، وہ سب سے باخبر ہے۔ اور وہ مہربان نہایت بخشش والا ہے۔"

تشریح: چونکہ دنیا اور آخرت کی سب نعمتیں رحمتیں خدا ہی کی طرف سے ہیں، ساری حکومتوں کا حاکم وہی ایک ہے، اس لیے ہر قسم کی ہر ایک تعریف وثنا کا مستحق بھی وہی ہے۔ وہی معبود ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، اسی کے لیے دنیا اور آخرت کی حمد وثنا سزاوار ہے، اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف سب لوٹائے جاتے ہیں۔ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اس کی ماتحتی میں ہے، جتنے بھی ہیں سب اس کے غلام ہیں اس کے قبضے میں ہیں، سب پر تصرف اسی کا ہے، جیسے اور آیت ہے ﴿وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰى﴾ آخرت میں اسی کی تعریفیں ہوں گی وہ اپنے اقوال وافعال اور تقدیر پر سب میں حکمتوں والا ہے اور ایسا خبردار ہے جس پر کوئی چیز مخفی نہیں، جس سے کوئی ذرّہ پوشیدہ نہیں، جو اپنے احکام میں حکیم، جو اپنی مخلوق سے باخبر۔ جتنے قطرے بارش کے زمین میں جاتے ہیں، جتنے دانے اس میں بوئے جاتے ہیں، اس کے علم سے باہر نہیں، جو زمین سے نکلتا ہے اُگتا ہے اُسے بھی وہ جانتا ہے۔ اس کے محیط اور وسیع اور بے پایاں علم سے کوئی چیز دور نہیں۔ ہر چیز کی گنتی کیفیت اور صفت اسے معلوم ہے۔ آسمان سے جو بارش برستی ہے اس کے قطروں کی گنتی بھی اس کے علم میں محفوظ ہے، جو رزق وہاں سے اُترتا ہے، اُس کے علم سے نیک اعمال وغیرہ جو آسمان پر چڑھتے ہیں وہ بھی اس کے علم میں ہیں، وہ اپنے بندوں پر خود ان سے بھی زیادہ مہربان ہے اسی وجہ سے ان کے گناہوں پر اطلاع رکھتے ہوئے انہیں جلدی سے سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ کرلیں اور برائیاں چھوڑ دیں، رب کی طرف رجوع کرلیں۔ پھر غفور ہے، ادھر بندہ جھکا رویا پیٹا، اُدھر اُس نے بخش دیا معاف فرمادیا درگزر کرلیا۔ توبہ کرنے والا دھتکارا نہیں جاتا توکل کرنے والا نقصان نہیں اُٹھاتا۔

(۳۵)

اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ﴿۹﴾

(سورۂ سبا: ۹)

ترجمہ: "کیا پس وہ اپنے آگے پیچھے آسمان وزمین کو دیکھ نہیں رہے ہیں؟ ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرادیں، یقیناً اس میں پوری دلیل ہے ہر اس بندے کے لیے جو (دل سے) متوجہ ہو۔"

تشریح: جس نے محیط آسمان اور بسیط زمین پیدا کر دی۔ جہاں جاؤ نہ آسمان کا سایہ چھوٹے نہ زمین کا فرش جیسے فرمان ہے:

وَ السَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ الْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾

"ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں، زمین کو ہم نے ہی بچھایا اور ہم بہت اچھے بچھانے والے ہیں۔"

یہاں بھی فرمایا کہ آگے دیکھوتو، اور پیچھے دیکھوتو، اسی طرح دائیں نظر ڈالوتو اور بائیں طرف التفات کروتو وسیع آسمان اور بسیط زمین نظر آئے گی۔ اتنی بڑی مخلوق کا خالق اتنی زبردست قدرتوں پر قادر، کیا تم جیسی چھوٹی سی مخلوق کو فنا کر کے پھر پیدا کرنے پر قدرت کھو بیٹھا؟ وہ تو قادر ہے کہ اگر چاہے تمہیں زمین میں دھنسا دے یا آسمان تم پر توڑ دے۔ یقیناً تمہارے ظلم اور گناہ اسی قابل ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم اور عفو ہے کہ وہ تمہیں مہلت دیئے ہوئے ہے جس میں عقل ہو، جس میں دور بینی کا مادّہ ہو، جس میں غور وفکر کی عادت ہو، جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والی طبیعت ہو، جس کے سینے میں دل، دل میں حکمت اور حکمت میں نور ہو، وہ تو ان زبردست نشانات کو دیکھنے کے بعد اُس قادر وخالق خدا کی اس قدرت میں شک کر ہی نہیں سکتا کہ مرنے کے بعد پھر جینا ہے۔ آسمانوں جیسے شامیانے اور زمینوں جیسے فرش جس نے پیدا کر دیے اس پر انسان کی پیدائش کیا مشکل ہے؟ جس نے ہڈیوں، گوشت اور کھال کو ابتداءً پیدا کیا۔ اسے ان کے سڑگل جانے اور ریزہ ریزہ ہو کر جھڑ جانے کے بعد اکٹھا کر کے اٹھانا، بٹھانا کیا بھاری ہے۔ اسی کو اور آیت میں فرمایا ﴿اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ.... الخ﴾ یعنی جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں، بیشک قادر ہے، اور آیت میں ہے:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

"یعنی انسانوں کی پیدائش سے بہت زیادہ مشکل تو آسمان وزمین کی پیدائش ہے لیکن اکثر لوگ بے علمی برتتے ہیں۔"

(۳۶)

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ (سورۂ سبا: ۲٤)

ترجمہ: ”پوچھیے کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے؟ (خود) جواب دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ (سنو) ہم یا تم۔ یا تو یقیناً ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ صرف وہی خالق و رازق ہے اور صرف وہی الوہیت والا ہے، جیسے ان لوگوں کو اس کا اقرار ہے کہ آسمان سے بارشیں برسانے والا اور زمینوں سے اناج اگانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، ایسے ہی انہیں یہ بھی مان لینا چاہئے کہ عبادت کے لائق بھی فقط وہی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جب ہم تم میں اتنا بڑا اختلاف ہے تو لامحالہ ایک ہدایت پر اور دوسرا ضلالت پر ہے۔

(۳۷)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾ (فاطر: ۱)

ترجمہ: ”اس اللہ کے لیے تمام تعریفیں سزاوار ہیں جو (ابتداءً) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو تین تین چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغمبر (قاصد) بنانے والا ہے۔ مخلوق میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔“

تشریح: ابتداءً بے نمونہ صرف اپنی قدرتِ کاملہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔

ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ فاطر کے معنی خالق کے ہیں۔ اپنے اور اپنے نبیوں کے درمیان قاصد اُس نے اپنے فرشتوں کو بنایا ہے جو پروں والے ہیں، اُڑتے ہیں تاکہ جلدی سے خدا کا پیغام اس کے رسولوں تک پہنچا دیں، ان میں سے بعض دو پروں والے ہیں، بعض کے تین پر ہیں، بعض کے چار چار پر ہیں، بعض کے ان سے بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا، اس کے چھ سو پَر تھے اور ہر دو پر کے درمیان مشرق و مغرب جتنا فاصلہ تھا۔ یہاں بھی فرماتا ہے، رب جو چاہے اپنی مخلوق میں زیادتی کرے، جس کے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ پَر کر دیتا ہے اور کائنات میں جو چاہے رَچاتا ہے۔

(۳۸)

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲ (فاطر:۲)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لیے کھول دے، سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں، اور جس کو بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ کا چاہا ہوا سب کچھ ہو کر رہتا ہے۔ بے اس کی چاہت کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جو وہ دے اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ روک لے اُسے کوئی دینے والا نہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بارش برستی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے، ہم پر فتح کے تارے سے بارش برسائی گئی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے۔ (ابن ابی حاتم)

(۳۹)

وَ اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝۹ (سورۂ فاطر:۹)

ترجمہ: ”اور اللہ ہی ہوائیں چلاتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر ہم بادلوں کو خشک زمین کی طرف لے جاتے ہیں، اور اس سے اس زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا (بھی) ہے۔“

تشریح: موت کے بعد زندگی پر قرآن کریم میں عموماً خشک زمین کے ہرا ہونے سے استدلال کیا گیا ہے جیسے سورۂ حج وغیرہ میں ہے، بندوں کے لیے اس میں پوری عبرت اور مُردوں کے زندہ ہونے کی پوری دلیل اس میں موجود ہے کہ زمین بالکل سوکھی پڑی ہے، کوئی تروتازگی اس میں نظر نہیں آتی، لیکن بادل اٹھتے ہیں، پانی برستا ہے کہ اس کی خشکی تازگی سے اور اس کی موت زندگی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو ایک تنکا بھی نظر نہ آتا تھا یا کوسوں تک ہریاول ہی ہریاول ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بنو آدم کے اجزاء قبروں وغیرہ میں بکھرے پڑے ہوں گے ایک سے ایک الگ ہوگا، لیکن عرش کے نیچے سے پانی برستے ہی تمام جسم قبروں میں سے اُگنے لگیں گے، جیسے زمین سے دانے اُگ آتے ہیں۔

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے! ابن آدم تمام کا تمام گل سڑ جاتا ہے لیکن ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی، اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے ترکیب دیا جائے گا۔ یہاں بھی نشان بتا کر فرمایا، اسی طرح موت کے بعد کی زیست ہے۔ سورۂ حج کی تفسیر میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حضور! اللہ تعالیٰ مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ اور اس کی

مخلوق میں اس بات کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا: اے ابورزین! کیا تم اپنی بستی کے آس پاس کی زمین کے پاس سے اس حالت میں نہیں گزرے کہ وہ خشک بنجر پڑی ہوتی ہے، پھر جو تم گزرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ سبزہ زار بنی ہوئی ہے اور تازگی کے ساتھ لہلہا رہی ہے۔ حضرت ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ہاں حضور ﷺ! یہ تو اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ آپ نے فرمایا بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کر دے گا۔ جو شخص دنیا اور آخرت میں باعزت رہنا چاہتا ہو، اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کرنی چاہیے، وہی اس مقصد کا پورا کرنے والا ہے، دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے، ساری عزتیں اس کی ملکیت میں ہیں۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستیاں کرتے ہیں کہ ان کے پاس ہماری عزت ہو، وہ عزت سے ہاتھ دھو رکھیں۔ عزتیں تو اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ اور جگہ فرمانِ عالی شان ہے، تجھے اُن کی باتیں غمناک نہ کریں۔ تمام تر عزتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اور ایک آیت میں اللہ جل جلالہٗ کا فرمان ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸

یعنی عزتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے، لیکن منافق لوگ بے علم ہیں۔"

(۴۰)

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۱۱ (فاطر: ۱۱)

ترجمہ: "لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے، پھر نطفہ سے پیدا کیا، پھر تمہیں جوڑے جوڑے (مرد و عورت) بنا دیا ہے، عورتوں کا حاملہ ہونا اور بچوں کا تولّد ہونا سب اس کے علم سے ہی ہے اور جو بڑی عمر والا عمر دیا جائے اور جس کسی کی عمر گھٹے وہ سب کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر یہ بات بالکل آسان ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور ان کی نسل کو ایک ذلیل پانی سے جاری رکھا، پھر تمہیں جوڑ جوڑ بنایا یعنی مرد و عورت۔ یہ بھی اس کا لطف و کرم وانعام و احسان ہے کہ مردوں کے لیے بیویاں بنائیں، جو ان کے سکون و راحت کا سبب ہیں، ہر حاملہ کے حمل کی اور ہر بچے کے تولّد ہونے کی اُسے خبر ہے بلکہ یہ پتے کے ٹھہرنے سے اور اندھیرے میں پڑے ہوئے دانے سے اور ہر تر و خشک چیز سے وہ باعلم ہے بلکہ اس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا ہے۔ اسی آیت جیسی ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى..... الخ﴾ والی آیت بھی ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے، اسی طرح اللہ عالم الغیب کو یہ بھی علم ہے کہ کس نطفے کو لمبی عمر ملنے والی ہے یہ بھی اس کے پاس لکھا ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جس شخص کے لیے میں نے طویل عمر مقدر کی ہے وہ اُسے پوری کر کے ہی رہے گا لیکن وہ لمبی عمر میری کتاب میں لکھی ہوئی ہے وہیں تک پہنچے گی اور جس کے

لیے میں نے کم عمر مقرر کی ہے اس کی حیات اسی عمر تک پہنچے گی، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی پہلی کتاب میں لکھی ہوئی موجود ہے، اور رب پر یہ سب کچھ آسان ہے۔ عمر کے ناقص ہونے کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو نطفہ تمام ہونے سے پہلے ہی گر جاتا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہے، بعض انسان سوسو سال کی عمر پاتے ہیں اور بعض پیدا ہوتے ہی مرجاتے ہیں۔ ساٹھ سال سے کم عمر میں مرنے والا بھی ناقص عمر والا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماں کے پیٹ میں عمر کی لمبائی یا کمی لکھ لی جاتی ہے، ساری مخلوق کی یکساں عمر نہیں ہوئی، کوئی لمبی عمر والا، کوئی کم عمر والا، یہ سب خدا کے وہاں لکھا ہوا ہے اور اسی کے مطابق ظہور میں آرہا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اجل لکھی گئی ہے اور اس میں سے جو گزر رہی ہے سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

(۴۱)

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۖ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ (سورۂ فاطر: ۱۲)

ترجمہ: ”اور برابر نہیں دو دریا، یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے، پینے میں خوشگوار اور یہ دوسرا کھاری ہے، کڑوا ہے، تم ان دونوں میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیورات نکالتے ہو جنہیں تم پہنتے ہو۔ اور آپ دیکھتے ہیں کہ بڑی بڑی کشتیاں پانی کو چیرنے پھاڑنے والی ان دریاؤں میں ہیں۔ تاکہ تم اس کا فضل ڈھونڈو اور تاکہ تم اس کا شکر کرو۔“

تشریح: مختلف قسم کی چیزوں کی پیدائش کو بیان فرما کر اپنی زبردست قدرت کو ثابت کر رہا ہے۔ دو قسم کے دریا پیدا کر دیئے، ایک کا تو صاف ستھرا میٹھا اور عمدہ پانی جو آبادیوں میں، جنگلوں میں برابر بہہ رہا ہے اور دوسرے ساکن دریا جن کا پانی کھاری اور کڑوا ہے جس میں بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز چل رہے ہیں اور دونوں قسم کے دریا میں سے قسم قسم کی مچھلیاں تم نکالتے ہو اور تر و تازہ گوشت تم کھاتے رہتے ہو، پھر ان میں سے زیور نکالتے ہو، یعنی لولو اور مرجان، یہ کشتیاں برابر پانی کو کاٹتی رہتی ہیں۔ ہواؤں کا مقابلہ کر کے چلتی رہتی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرلو۔ تجارتی سفر ان پر طے کرو۔ ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکو۔ اور تاکہ تم اپنے رب کا شکر کرو کہ یہ سب چیزیں تمہارے تابع فرمان بنا دیں۔ تم سمندر سے، دریاؤں سے، کشتیوں سے نفع حاصل کرتے ہو، جہاں جانا چاہو پہنچ جاتے ہو، اس قدرت والے خدا نے آسمان و زمین کی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے، یہ صرف اس کا فضل و کرم ہے۔

(۴۲)

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ

قِطۡمِيۡرٍ ؕ﴿۱۳﴾ (سورۂ فاطر : ۱۳)

ترجمہ: ”وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور آفتاب و ماہتاب کو اسی نے کام میں لگا دیا ہے۔ ہر ایک میعادِ معین پر چل رہا ہے۔ یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا، اسی کی سلطنت ہے۔ جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرما رہے ہیں کہ اس نے رات کو اندھیرے والی اور دن کو روشنی والا بنایا ہے۔ کبھی کی راتیں بڑی، کبھی کے دن بڑے، کبھی دونوں یکساں۔ کبھی جاڑے ہیں، کبھی گرمیاں۔ اُسی نے سورج اور چاند کو اور تھمے ہوئے اور چلتے پھرتے ستاروں کو مطیع کر رکھا ہے، مقدار معین پر خدا کی طرف سے مقرر شدہ چال پر چلتے رہتے ہیں، پوری قدرتوں والے اور کامل علم والے خدا نے یہ نظام قائم کر رکھا ہے جو برابر چل رہا ہے اور وقت مقررہ یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ جس اللہ نے یہ سب کیا ہے وہی دراصل لائق عبادت ہے اور وہی سب کا پالنے والا ہے۔ اُس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ جن بتوں کو اور خدا کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں، خواہ وہ فرشتے ہی کیوں نہ ہوں، لیکن سب کے سب اس کے سامنے محض مجبور اور بالکل بے بس ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کے باریک چھلکے جیسی چیز کا بھی انہیں اختیار نہیں، آسمان و زمین کی حقیر سے حقیر چیز کے بھی وہ مالک نہیں۔ جن جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہاری آواز سنتے ہی نہیں۔ تمہارے یہ بت وغیرہ بے جان چیزیں کان والی نہیں جو سن سکیں۔ بے جان چیزیں بھی کہیں کسی کی سن سکتی ہیں اور بالفرض تمہاری پکار سن بھی لیں تو چونکہ ان کے قبضے میں کوئی چیز نہیں اس لیے وہ تمہاری حاجت برآری نہیں کر سکتے، قیامت کے دن تمہارے اس شرک سے وہ انکاری ہو جائیں گے۔ تم سے بیزار نظر آئیں گے۔

﴿۴۳﴾

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ (فاطر : ۲۷۔۲۸)

ترجمہ: ”کیا آپ نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے مختلف رنگتوں کے پھل نکالے اور پہاڑوں کے مختلف حصے ہیں، سفید اور سرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ، اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں، کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں، اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں، واقعی اللہ تعالیٰ زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔“

تشریح: رب کی قدرتوں کے کمالات دیکھو کہ ایک ہی قسم کی چیزوں میں گونا گوں نمونے نظر آتے ہیں۔ ایک پانی آسمان سے اترتا ہے اور اسی سے مختلف قسم کے رنگ برنگ کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں، سرخ، سبز، سفید وغیرہ۔ اسی طرح ہر ایک کی خوشبو الگ الگ، ہر ایک کا ذائقہ جداگانہ جیسے اور آیت میں فرمایا ہے ﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ﴾ یعنی کہیں انگور ہے کہیں کھجور ہے کہیں کھیتی ہے وغیرہ، اسی طرح پہاڑوں کی پیدائش بھی قسم قسم کی ہے کوئی سفید ہے، کوئی سرخ ہے، کوئی کالا ہے، کسی میں راستے اور گھاٹیاں ہیں، کوئی لمبا ہے، کوئی ناہموار ہے۔ ان بے جان چیزوں کے بعد جاندار چیزوں پر نظر ڈالو۔ انسانوں کو، جانوروں کو، چوپایوں کو، دیکھو ان میں بھی قدرت کی وضع وضع کی گلکاریاں پاؤ گے۔ بربر حبشی طماطم بالکل سیاہ فام ہوتے ہیں۔ صقالبہ رُومی بالکل سفید رنگ، عرب درمیانہ، ہندی اُن کے قریب قریب۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ﴾ تمہاری بول چال کا اختلاف، تمہاری رنگتوں کا اختلاف بھی ایک عالم کے لیے تو قدرت کی کامل نشانی ہے۔ اسی طرح چوپائے اور دیگر حیوانات کے رنگ روپ بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ بلکہ ایک ہی قسم کے جانوروں میں ان کی رنگتیں بھی مختلف ہیں۔ بلکہ ایک ہی جانور کے جسم پر کئی کئی قسم کے رنگ ہوتے ہیں، سبحان اللہ۔ سب سے اچھا خالق خدا کیسی کچھ برکتوں والا ہے۔

مسند بزار میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ رنگ آمیزی بھی کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں ایسا رنگ رنگتا ہے جو کبھی ہلکا نہ پڑے، سرخ زرد اور سفید، اس کے بعد ہی فرمایا کہ جتنا کچھ خوفِ خدا کرنا چاہیے اتنا خوف تو اس سے صرف علماء ہی کرتے ہیں کیونکہ وہ جاننے بوجھنے والے ہوتے ہیں۔ حقیقتاً جو شخص جس قدر ذاتِ خدا کی نسبت معلومات زیادہ رکھے گا اسی قدر اس عظیم قدیر علیم خدا کی عظمت و ہیبت اس کے دل میں بڑھے گی، اور اسی قدر اُس کی خشیت اس کے دل میں زیادہ ہوگی، جو جانے گا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے، وہ قدم قدم پر اس سے ڈرتا رہے گا۔ خدا کے ساتھ سچا علم اسے حاصل ہے جو اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اس کے حلال کیے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام بتائے کاموں کو حرام جانے، اس کے فرمان پر یقین کرے، اس کی وصیت کی نگہبانی کرے۔ اس کی ملاقات کو برحق جانے، اپنے اعمال کے حساب کو سچ سمجھے۔ خشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے کے اور خدا کی نافرمانی کے درمیان حائل ہوتی ہے۔ عالم کہتے ہی اسے ہیں جو در پردہ بھی خدا سے ڈرتا رہے اور خدا کی رضامندی کی رغبت کرے اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت رکھے۔

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں، علم نام ہے بکثرت خدا سے ڈرنے کا، حضرت امام مالک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا قول ہے کہ کثرتِ روایات کا نام علم نہیں، علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ حضرت احمد بن صالح مصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں، علم کثرتِ روایت کا نام نہیں بلکہ علم نام ہے اس کا جس کی تابعداری خدا کی طرف سے فرض ہے یعنی کتاب و سنت اور جو صحابہ اور ائمہ سے پہنچا ہو وہ روایت سے ہی حاصل ہوتا ہے، نور جو بندے کے آگے آگے ہوتا ہے وہ علم کو اور اس کے مطلب کو سمجھ لیتا ہے، مروی ہے کہ علماء کی تین قسمیں ہیں۔ عالم باللہ، عالم بامر اللہ اور عالم باللہ و بامر اللہ، عالم باللہ عالم بامر اللہ نہیں اور عالم بامر اللہ عالم باللہ نہیں۔ ہاں عالم باللہ و بامر اللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور حدود و فرائض کو جانتا ہو، عالم باللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو لیکن حدود و فرائض کو نہ جانتا ہو۔ عالم بامر اللہ وہ ہے جو حدود و فرائض کو تو جانتا ہو لیکن دل اس کا خشیت خدا سے خالی ہو۔

(۴۴)

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَ لَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَ لَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ (فاطر: ۳۸-۳۹)

ترجمہ: " بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا، بیشک وہی جاننے والا ہے سینوں کی باتوں کا۔ وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا، سو جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا اور کافروں کے لیے اُن کا کفران کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے وسیع اور بے پایاں علم کا بیان فرما رہے ہیں کہ وہ تو آسمان و زمین کی ہر چیز کا عالم ہے، دلوں کے بھید، سینوں کی باتیں اس پر عیاں ہیں۔ ہر عامل کو اس کے عمل کا وہ بدلہ دے گا۔ اس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا ہے۔ کافروں کے کفر کا وبال خود ان پر ہے۔ وہ جوں جوں اپنے کفر میں بڑھتے ہیں، ؤوں خدا کی ناراضگی ان پر بڑھتی ہے اور ان کا نقصان اور زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ برخلاف مومن کے کہ اس کی عمر جس قدر بڑھتی ہے نیکیاں بڑھتی ہیں اور درجے پاتا ہے اور خدا کے ہاں مقبول ہوتا جاتا ہے۔

(۴۵)

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَ لَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾ (فاطر: ۴۱)

ترجمہ: "یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں اور اگر وہ ٹل جائیں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا۔ وہ حلیم غفور ہے۔"

تشریح: خدائے تعالیٰ کی جو سچا معبود ہے قدرت و طاقت دیکھو کہ آسمان و زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ رکا ہوا اور تھما ہوا ہے۔ اِدھر اُدھر جنبش بھی تو نہیں کھا سکتا۔ آسمان کو زمین پر گرنے سے خدا تعالیٰ روکے ہوئے ہے، یہ دونوں اس کے فرمان سے ٹھہرے ہوئے ہیں، اس کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھام سکے، روک سکے۔ نظام پر قائم رکھ سکے۔ اس حلیم وغفور خدا کو دیکھو کہ مخلوق و مملوک کی نافرمانی، سرکشی، کفر و شرک دیکھتے ہوئے بھی بردباری اور بخشش سے کام لے رہا ہے، ڈھیل اور مہلت دیے ہوئے ہے، گناہوں کو معاف فرماتا جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم میں اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ منبر پر بیان فرمایا کہ آپ کے دل میں خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ کبھی سوتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ان کے پاس بھیج دیا، جس نے انہیں تین دن تک سونے نہ دیا۔ پھر اُن کے ایک ایک ہاتھ میں ایک ایک بوتل دی اور حکم دیا کہ ان کی حفاظت کرو یہ گریں نہیں، ٹوٹیں نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں ہاتھوں میں لے کر حفاظت کرنے لگے، لیکن نیند کا غلبہ تھا، اونگھ آنے لگی، کچھ جھونکے تو ایسے آئے کہ آپ ہوشیار ہو گئے اور بوتل گرنے نہ دی۔ لیکن آخر نیند غالب آ گئی اور بوتلیں ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئیں اور چورا چورا ہو گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ سونے والا دو بوتلیں نہیں تھام سکتا۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ سوتا تو زمین و آسمان کی حفاظت اس سے کیسے ہوتی۔

(۴۶)

اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ (فاطر : ٤٤)

ترجمہ: ”اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا؟ حالانکہ وہ قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اس کو ہرا دے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ بڑے علم والا، بڑی قدرت والا ہے۔“

تشریح: حکم ہوتا ہے کہ ان منکروں سے فرما دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں تو سہی کہ ان جیسے ان سے اگلے لوگوں کے کیسے عبرتناک انجام ہوئے۔ ان کی نعمتیں چھن گئیں، ان کے محلات اُجاڑ دیئے گئے، ان کی طاقت طاق ہو گئی، ان کے مال تباہ کر دیئے گئے، ان کی اولادیں ہلاک کر دی گئیں۔ اللہ کے عذاب ان پر سے کسی طرح نہ ٹلے۔ آئی ہوئی مصیبت کو وہ نہ ہٹا سکے، نوچ لیے گئے، تباہ و برباد ہو گئے۔ کچھ کام نہ آیا۔ کوئی فائدہ کسی سے نہ پہنچا۔ اللہ کو کوئی ہرا نہیں سکتا۔ اُسے کوئی امر عاجز نہیں کر سکتا۔ اس کا کوئی ارادہ مراد سے جدا نہیں۔ اس کا کوئی حکم کسی سے ٹل نہیں سکتا وہ تمام کائنات کا عالم ہے وہ تمام کاموں پر قادر ہے۔ اگر وہ اپنے بندوں کے تمام گناہوں پر پکڑ کرتا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے ہلاک ہو جاتے۔ جانور اور رزق تک برباد ہو جاتے۔ جانوروں کو ان کے گھونسلوں اور بھٹوں میں بھی عذاب پہنچ جاتا، زمین پر کوئی جانور باقی نہ بچتا، لیکن اب ڈھیل دیئے ہوئے ہے، عذابوں کو مؤخر کیے ہوئے ہے۔

(۴۷)

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَکْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ (یسین: ۳۱)

ترجمہ: ”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان کے پہلے بہت سی قوموں کو ہم نے غارت کر دیا کہ وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن عذابوں کو دیکھ کر ہاتھ ملیں گے کہ انہوں نے کیوں رسولوں کو جھٹلایا اور کیوں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف کیا۔ دنیا میں تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کبھی جو رسول آیا انہوں نے بے تامل جھٹلایا، اور دل کھول کر ان کی بے ادبی اور توہین کی۔ وہ اگر یہاں تامل کرتے تو سمجھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے پیغمبروں کی نہ مانی تھی وہ غارت و برباد کر دیئے گئے، اُن کی بھوسی اُڑا دی گئی، ایک بھی تو ان میں سے نہ بچ سکا، نہ اُس دارِ آخرت سے کوئی واپس پلٹا۔

(۴۸)

وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚ اَحْیَیْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَ مَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ (یسین ۳۳۔۳۶)

ترجمہ: ”اور ان کے لیے ایک نشانی (خشک) زمین ہے جس کو ہم نے زندہ کر دیا اور اس سے غلہ نکالا جس میں سے وہ کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں کھجوروں کے اور انگور کے باغات پیدا کر دیئے اور جن میں ہم نے چشمے بھی جاری کر دیئے ہیں۔ تاکہ لوگ اس کے پھل کھائیں اور اس کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، پھر کیوں شکر گزاری نہیں کرتے۔ وہ پاک ذات ہے جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی اُگائی ہوئی چیزیں ہوں، خواہ خود ان کے نفوس ہوں خواہ وہ (چیزیں) ہوں جنہیں یہ جانتے بھی نہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے وجود پر اور میری زبردست قدرت پر اور مُردوں کے جلانے پر ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مُردہ زمین جو بنجر خشک پڑی ہوتی ہے جس میں کوئی روئیدگی، تازگی، ہریاول اور گھاس وغیرہ نہیں ہوتی، میں اس پر آسمان سے پانی برساتا ہوں اور وہ مُردہ زمین جی اٹھتی ہے، لہلہانے لگتی ہے، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ اُگ جاتا ہے اور قسم قسم کے پھل پھول وغیرہ نظر آنے لگتے ہیں۔ تو فرماتا ہے کہ ہم اس مُردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور اس میں قسم قسم کے اناج پیدا کر دیتے ہیں، بعض کو تم کھاتے

ہو، اور بعض تمہارے جانور کھاتے ہیں۔ ہم اس میں کھجوروں کے، انگوروں کے باغات وغیرہ تیار کر دیتے ہیں، نہریں جاری کر دیتے ہیں۔ جو باغوں اور کھیتوں کو سیراب سرسبز وشاداب کرتی رہتی ہیں۔ یہ سب اس لیے کہ ان درختوں کے میوے دنیا کھائے، کھیتوں اور باغات سے منافع حاصل کرے۔ اور حاجتیں پوری کرے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی قدرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔ کسی کے بس اور اختیار میں نہیں۔ تمہارے ہاتھوں کی پیدا کردہ چیزیں نہیں، نہ تم میں ان کو اُگانے کی طاقت، نہ تم میں ان کو بچانے کی قدرت، نہ ان کو پکانے اور تیار کرنے کا تمہیں اختیار۔ صرف اللہ تعالیٰ کے یہ کام ہیں، اور اسی کی یہ مہربانی ہے، اور اس کے احسان کے ساتھ ہی ساتھ یہ اس کی قدرت کے نمونے ہیں، پھر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو شکر گزاری نہیں کرتے؟ اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا ان گنت نعمتیں اپنے پاس ہوتے ہوئے اس کا احسان نہیں مانتے۔ ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ باغات کے پھل یہ کھاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کا بویا ہوا یہ پاتے ہیں۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت میں ہے پاک اور برتر اور تمام نقصانات سے بری وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے زمین کی پیداوار کو اور خود تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور مختلف قسم کی مخلوق کے جوڑے بنائے ہیں جنہیں تم جانتے بھی نہیں ہو جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

﴿۴۹﴾

وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ (یسین: ۳۸۔۴۰)

ترجمہ: ”اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کو کھینچ دیتے ہیں تو وہ یکایک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں، اور سورج کے لیے جو مقررہ راہ ہے وہ اسی پر چلتا رہتا ہے۔ یہ ہے مقرر کردہ غالب، باعلم اللہ تعالیٰ کا۔ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں، یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے، اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی بیان ہو رہی ہے، اور وہ دن رات ہیں، جو اجالے اور اندھیرے والے ہیں اور برابر ایک دوسرے کے پیچھے آ جا رہے ہیں جیسے فرمایا ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا﴾ رات کو دن سے چھپاتا ہے، رات دن کو جلدی جلدی ڈھونڈتی آتی ہے۔ یہاں بھی فرمایا رات میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں، دن تو ختم ہوا اور رات آ گئی، اور چاروں طرف سے اندھیرا چھا گیا۔

پس ایک سورج ہی نہیں بلکہ کل مخلوق عرش کے نیچے ہی ہے اس لیے کہ عرش ساری مخلوق کے اوپر ہے، اور سب کو احاطہ کیے ہوئے ہے، اور وہ کرہ نہیں ہے جیسے کہ ہیئت داں کہتے ہیں۔ بلکہ وہ مثل قبے کے ہے جس کے پائے ہیں اور جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ انسانوں کے سروں کے اوپر، اوپر والے عالم میں ہے، بس جب کہ سورج فلکی قبے میں ٹھیک ظہر کے وقت ہوتا ہے، اس وقت وہ عرش سے بالکل قریب ہوتا ہے۔ پھر جب وہ گھوم کر چوتھے فلک میں اسی مقام کے بالمقابل آ جاتا ہے، یہ آدھی رات کا وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ عرش سے بہت دور ہو جاتا ہے، پس وہ سجدہ کرتا ہے اور طلوع کی اجازت چاہتا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں سورج کے غروب ہونے کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں تھا، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا جانتے ہو یہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ عرش تلے جا کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قرارگاہ عرش کے نیچے ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے واپس ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے، گویا اس سے کہا جاتا ہے کہ جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جا، تو وہ اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے نکلتا ہے اور یہی اس کا مستقر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کے ابتدائی فقرے کو پڑھا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے لیکن قبول نہ کیا جائے اور اجازت مانگے لیکن اجازت نہ دی جائے بلکہ کہا جائے کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ پس وہ مغرب سے ہی طلوع کرے۔ یہی اس آیت کریمہ کے معنی ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مستقر سے مراد اس کے چلنے کی انتہاء ہے، پوری بلندی جو گرمیوں میں ہوتی ہے اور پوری پستی جو جاڑوں میں ہوتی ہے یہ ایک قول ہوا، دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے لفظ مستقر سے اس کی چال کا خاتمہ ہے، قیامت کے دن اس کی حرکت باطل ہو جائے گی یہ بے نور ہو جائے گا، اور یہ عالم کل کا کل ختم ہو جائے گا یہ مستقر زمانی ہے، حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ اپنے مستقر پر چلتا ہے یعنی اپنے وقت اور معیار پر جس سے تجاوز نہیں کر سکتا، جو اس کے راستے جاڑوں کے اور گرمیوں کے مقرر ہیں ان ہی راستوں سے آتا جاتا ہے۔ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قراءت میں ہے کہ اس کے لیے سکون و قرار نہیں بلکہ دن رات بحکم خدا گردش کرتا رہتا ہے نہ رکے نہ تھکے جیسے فرمایا ﴿دَآئِبَیْنِ﴾ یعنی اس نے تمہارے لیے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے جو نہ تھکیں نہ ٹھہریں، قیامت تک چلتے پھرتے ہی رہیں گے۔ یہ اندازہ اس خدا کا ہے جو غالب ہے جس کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا، جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ علیم ہے ہر ہر حرکت و سکون کو جانتا ہے، اُس نے اپنی حکمت کاملہ سے اُس کی رفتار مقرر کی ہے جس میں نہ اختلاف واقع ہو سکے نہ اس کے برعکس ہو سکے۔

صبح کا نکالنے والا جس نے رات کو راحت کا وقت بنایا اور سورج چاند کو حساب سے مقرر کیا ہے یہ ہے اندازہ غالب ذی علم کا۔ پھر فرماتا ہے کہ چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں وہ ایک جداگانہ چال چلتا ہے جس سے مہینے معلوم ہو جائیں، جیسے سورج کی چال سے رات دن معلوم ہو جاتے تھے، جیسے فرمان ہے کہ لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تو جواب دے کہ وقتوں اور حج کے موسم کو بتلانے کے لیے ہے اور آیت میں فرمایا اس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور دیا ہے اور اس کی منزلیں ٹھہرا دی ہیں تاکہ تم برسوں کو اور حساب کو معلوم کر لو۔ الخ۔ ایک آیت میں ہے کہ ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا ہے، رات کی روشنی کو

ہم نے دھندلا کر دیا ہے اور دن کی نشانی کو روشن کیا ہے تا کہ تم اس میں اپنے رب تعالیٰ کی نازل کردہ روزی کو تلاش کر سکو اور برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو، پس سورج کی چمک دمک اس کے ساتھ مخصوص ہے اور چاند کی روشنی اسی میں ہے اس کی رفتار بھی مختلف ہے، سورج ہر دن طلوع وغروب ہو جاتا ہے اسی جوت کے ساتھ ہوتا ہے ہاں اس کے طلوع وغروب کی جگہیں جاڑے میں اور گرمی میں الگ الگ ہوتی ہیں۔ اسی سبب سے دن رات کی طولانی میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ سورج دن کا ستارہ ہے اور چاند رات کا ستارہ ہے، اس کی منزلیں مقرر ہیں، مہینے کی پہلی رات طلوع ہوتا ہے بہت چھوٹا ہوتا ہے، روشنی کم ہوتی ہے دوسری شب روشنی اس سے بڑھ جاتی ہے اور منزل بھی ترقی کرتی جاتی ہے۔ پھر جوں جوں بلند ہوتا جاتا ہے روشنی بڑھتی جاتی ہے گو اس کی نورانیت سورج سے ملی ہوئی ہوتی ہے آخر چودھویں رات کو چاند کامل ہو جاتا ہے اور اس کی چاندنی بھی کمال کی ہو جاتی ہے، پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور اسی طرح درجہ بدرجہ بتدریج گھٹتا ہوا مثل کھجور کے خوشے کی ٹہنی کے ہو جاتا ہے، جس پر تر کھجوریں لٹکتی ہوں اور وہ خشک ہو کر بل کھا گئی ہو۔ پھر اسے نئے سرے سے اللہ تعالیٰ دوسرے مہینے کی ابتداء میں ظاہر کرتا ہے۔

عرب میں چاند کی روشنی کے اعتبار سے مہینے کی راتوں کے نام رکھ لیے گئے ہیں، مثلاً پہلی تین راتوں کا نام "غرر" ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام "نفل" ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام "تسع" ہے اس لیے کہ ان کی آخری رات نویں ہوتی ہے، اس کے بعد کی تین راتوں کا نام "عشر" ہے اس لیے کہ ان کا شروع دسویں سے ہے۔ ان کے بعد کی تین راتوں کا نام "بیض" ہے اس لیے کہ ان راتوں میں چاند کی روشنی آخر تک رہا کرتی ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام اُن کے ہاں "درع" ہے۔ ان کا یہ نام اس لیے رکھا کہ سولہویں کو چاند ذرا دیر سے طلوع ہوتا ہے تو تھوڑی دیر تک اندھیرا یعنی سیاہی رہتی ہے۔ اس کے بعد کی تین راتوں کو "ظلم" کہتے ہیں۔ پھر تین کو "حناوس" پھر تین کو "دراری" پھر تین کو "محاق" اس لیے کہ اس میں چاند ختم ہو جاتا ہے اور مہینہ بھی ختم ہوتا ہے۔

سورج اور چاند کی حدیں اس نے مقرر کی ہیں ناممکن ہے کہ کوئی اپنی حد سے اِدھر یا اُدھر ہو جائے یا آگے پیچھے ہو جائے، اس کی باری کے وقت وہ گم ہے اس کی باری کے وقت یہ خاموش ہے۔ حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ چاند رات کو ہے۔ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ہوا کے پَر ہیں اور چاند پانی کے غلاف تلے جگہ کرتا ہے۔ ابو صالح رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی روشنی اس کی روشنی کو پکڑ نہیں سکتی۔

عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رات کو سورج طلوع نہیں ہو سکتا نہ رات دن سے سبقت کر سکتی ہے یعنی رات کے بعد ہی رات نہیں آ سکتی بلکہ درمیان میں دن آ جائے گا۔ پس سورج کی سلطنت دن کو ہے اور چاند کی بادشاہت رات کو ہے، رات اِدھر سے جاتی ہے اُدھر سے دن آتا ہے ایک دوسرے کے تعاقب میں ہیں لیکن نہ تصادم کا ڈر ہے نہ بے نظمی کا خطرہ ہے۔ نہ یہ کہ دن ہی دن چلا جائے رات نہ آئے نہ اس کے خلاف، ایک جاتا ہے دوسرا آتا ہے ہر ایک اپنے اپنے وقت پر غائب وحاضر ہوتا رہتا ہے۔ سب کے سب یعنی سورج، چاند، دن، رات، فلک آسمان میں تیر رہے ہیں اور گھومتے پھرتے ہیں۔ زید بن عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ آسمان وزمین کے درمیان فلک میں یہ سب آ جا رہے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں وہ فلک مثل چرخے کے تکلے کے ہے، بعض کہتے ہیں مثل چکی کے پاٹ کے لوہے کے۔

(۵۰)

وَ اٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝۴۱ وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ۝۴۲ وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ۝۴۳ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ۝۴۴ (یٰسین: ۴۱۔۴۴)

ترجمہ: "اور ان کے لیے ایک نشانی (یہ بھی) ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور ان کے لیے اسی جیسی اور چیزیں پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ڈبو دیتے پھر نہ تو کوئی ان کا فریاد رس ہوتا نہ وہ بچائے جائیں لیکن ہم اپنی طرف سے رحمت کرتے ہیں اور ایک مدت تک کے لیے انہیں فائدے دے رہے ہیں۔"

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بتلا رہا ہے کہ اس نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے جس میں کشتیاں برابر آمد ورفت کر رہی ہیں۔ سب سے پہلی کشتی حضرت نوح علیہ السلام کی تھی جس پر سوار ہو کر وہ خود اور ان کے ساتھ ایماندار بندے نجات پا گئے تھے، باقی روئے زمین پر ایک انسان بھی نہ بچا تھا۔ ہم نے اس زمانے کے لوگوں کے آباء واجداد کو کشتی میں بٹھا لیا تھا جو بالکل بھرپور تھی کیونکہ اس میں ضرورت کا کل اسباب بھی تھا اور ساتھ ہی حیوانات بھی تھے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس میں بٹھا لیے تھے، ہر قسم کے جانور کا ایک ایک جوڑا تھا، بڑا باوقار مضبوط اور بوجھل وہ جہاز تھا۔ یہ صفت بھی صحیح طور پر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پر صادق آتی ہے اسی طرح کی خشکی کی سواریاں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پیدا کر دی ہیں۔ مثلاً اونٹ جو خشکی میں وہی کام دیتا ہے جو تری میں کشتی کام دیتی ہے، اسی طرح دیگر چوپائے جانور بھی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کشتی نوح نمونہ بنی اور پھر اس نمونے پر اور کشتیاں اور جہاز بنتے چلے گئے۔

اس مطلب کی تائید آیت ﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً .... الخ﴾ سے بھی ہوتی ہے، یعنی جب پانی نے طغیانی کی ہم نے تمہیں کشتی پر سوار کر لیا تاکہ اُسے تمہارے لیے ایک یادگار بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔ ہمارے اس احسان کو فراموش نہ کرو کہ سمندر سے ہم نے تمہیں پار کر دیا۔ اگر ہم چاہتے تو اُسی میں تمہیں ڈبو دیتے، کشتی کی کشتی بیٹھ جاتی، کوئی نہ ہوتا جو اُس وقت تمہاری فریاد رسی کرے نہ کوئی ایسا تمہیں ملتا جو تمہیں بچا سکے، لیکن یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ خشکی اور تری کے لمبے چوڑے سفر تم بآرام وراحت طے کر رہے ہو، اور ہم تمہیں اپنے ٹھہرائے ہوئے وقت تک ہر طرح سلامت رکھتے ہیں۔

(۵۱)

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝۷۴ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۝۷۵ فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ۝۷۶ (یٰسین: ۷۴۔۷۵)

ترجمہ: ”اور وہ اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہیں تا کہ وہ مدد کیے جائیں (حالانکہ) ان میں ان کی مدد کی طاقت ہی نہیں (لیکن) پھر بھی (مشرکین) ان کے لیے حاضر باش لشکری ہیں پس آپ کو ان کی بات غمناک نہ کرے، ہم ان کی پوشیدہ اور علانیہ سب باتوں کو (بخوبی) جانتے ہیں۔“

تشریح: مشرکین کے اس باطل عقیدے کی تردید ہو رہی ہے جو وہ سمجھتے تھے کہ جن جن کی سوائے اللہ تعالیٰ کے یہ عبادت کرتے ہیں وہ ان کی امداد و نصرت کریں گے۔ ان کی روزیوں میں برکت دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے تقرب حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ان کی مدد کرنے سے عاجز ہیں ان کی مدد تو کجا وہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ بت تو اپنے دشمن کے نقصان سے بھی اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے۔ کوئی آئے اور توڑ مروڑ کر بھی چلا جائے تو یہ اُس کا کچھ نہیں کر سکتے۔ بلکہ بول چال پر بھی قادر نہیں، سمجھ بوجھ نہیں۔ یہ بت قیامت کے دن جمع شدہ حساب کے وقت اپنے عابدوں کے سامنے لاچاری اور بے کسی کے ساتھ موجود ہوں گے تا کہ مشرکین کی پوری ذلت و خواری ہو اور ان پر حجت تمام ہو۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ بت تو ان کی کسی طرح کی امداد نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی یہ بے سمجھ مشرکین اُن کے سامنے اس طرح موجود رہتے ہیں، جیسے کوئی حاضر باش لشکر ہو وہ نہ انہیں کوئی نفع پہنچا سکیں، نہ کسی نقصان کو دفع کر سکیں، لیکن یہ ہیں کہ ان کے نام پر مرے جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کے خلاف آواز سننا نہیں چاہتے اور غصے سے بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اے نبی (ﷺ) ان کفار کی باتوں سے آپ غمناک نہ ہوں۔ ہم پر ان کا ظاہر اور باطن روشن ہے۔ وقت آ رہا ہے کہ گن گن کر ہم انہیں بدلے دیں گے۔

﴿۵۲﴾

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝ وَ لَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝

(یسین: ۷۱۔۷۳)

ترجمہ: ”کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لیے چوپائے (بھی) پیدا کر دیئے جن کے یہ مالک ہو گئے ہیں اور ان مویشیوں کو ہم نے ان کا تابع فرمان بنا دیا ہے جن میں سے بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں، انہیں ان سے اور بھی بہت فائدے ہیں، اور پینے کی چیزیں۔ کیا پھر (بھی) یہ شکر ادا نہیں کریں گے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے انعام و احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اُس نے خود ہی یہ چوپائے پیدا کیے اور انسان کی ملکیت میں دے دیئے، ایک چھوٹا سا بچہ بھی اونٹ کی نکیل تھام لے، اونٹ جیسا قوی اور بڑا جانور اس کے ساتھ ساتھ ہے، سو اونٹوں کی ایک قطار ہو، ایک بچے

کے ہانکنے سے سیدھی چلتی رہتی ہے۔ اس ماتحتی کے علاوہ بعض پر لمبے لمبے مشقت والے سفر بآسانی جلدی جلدی طے ہوتے ہیں خود سوار ہوتے ہیں، اسباب لادتے ہیں، بوجھ ڈھونے کے کام آتے ہیں۔ اور بعض کے گوشت کھائے جاتے ہیں۔ پھر صوف، اون، بالوں اور کھالوں وغیرہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دودھ پیتے ہیں اور بھی طرح طرح کے فوائد حاصل کیے جاتے ہیں۔ کیا پھر ان کو نہ چاہیے کہ ان نعمتوں کے منعم، ان احسانوں کے محسن، ان چیزوں کے خالق، اُن کے حقیقی مالک کا شکر بجالائیں؟ صرف اسی کی عبادت کریں، اس کی توحید کو مانیں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کریں۔

﴿۵۳﴾

اَوَ لَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ (یسین: ۷۷۔۸۰)

ترجمہ: ”کیا انسان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا ہے، پھر یکایک وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا اور اس نے ہمارے لیے مثال بیان کی اور اپنی (اصل) پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟ آپ جواب دیجیے کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں اوّل مرتبہ پیدا کیا ہے، جو سب طرح کی پیدائش کا بخوبی جاننے والا ہے، وہی جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی جس سے تم یکایک آگ سلگاتے ہو۔“

تشریح: اُبی بن خلف ملعون ایک مرتبہ اپنے ہاتھ میں ایک بوسیدہ کھوکھلی سڑی گلی ہڈی لے کر آیا اور اس کو اپنی چٹکی میں ملتے ہوئے جب کہ اس کے ریزے ہوا میں اُڑ رہے تھے۔ حضور ﷺ سے کہنے لگا آپ کہتے ہیں کہ ان ہڈیوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا پھر زندہ کر دے گا، پھر تیرا حشر جہنم کی طرف ہوگا۔ جو شخص بھی دوسری زندگی کا منکر ہو اسے جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو چاہیے کہ اپنی شروع پیدائش پر غور کریں۔ جس نے ایک حقیر و ذلیل قطرے سے انسان کو پیدا کر دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ کچھ نہ تھا، پھر اس کی قدرت پر حرف رکھنے کے کیا معنی؟ اس مضمون کو بہت سی آیتوں میں بیان فرمایا ہے جیسے ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ اور ﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ..... الخ﴾ وغیرہ۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنی ہتھیلی میں تھوکا پھر اس میں انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! کیا تو مجھے بھی عاجز کر سکتا ہے؟ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا۔ پھر جب ٹھیک ٹھاک درست اور چست کر دیا اور تو ذرا کس وبل والا ہو گیا تو تو نے مال جمع کرنا اور مسکینوں سے روک رکھنا شروع کر دیا۔ ہاں جب دم نرخرے میں اٹکا تو کہنے لگا کہ اب میں اپنا تمام مال راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔ بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟ الغرض نطفے سے پیدا کیا ہوا انسان حجت بازیاں کرنے

لگا اور اپنا دوبارہ جی اٹھنا محال جاننے لگا۔ اس خدا تعالیٰ کی قدرت سے نظریں ہٹالیں، جس نے آسمان وزمین کو اور تمام مخلوق کو پیدا کر دیا۔ یہ اگر غور کرتا تو علاوہ اس عظیم الشان مخلوق کی پیدائش کے خود اپنی پیدائش کو بھی دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت کا ایک نشانِ عظیم پاتا۔ لیکن اس نے تو عقل کی آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لی۔ اس کے جواب میں کہہ دو کہ اوّل مرتبہ ان ہڈیوں کو جواب گلی سڑی ہیں جس نے پیدا کیا ہے وہ ہی دوبارہ انہیں پیدا کرے گا۔ جہاں جہاں بھی یہ ہڈیاں ہوں وہ خوب جانتا ہے۔

مسند کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقبہ بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آپ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنایئے تو آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک شخص پر جب موت کی حالت طاری ہوئی تو اس نے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو بہت ساری لکڑیاں جمع کر کے میری لاش کو جلا کر خاک کر دینا پھر اسے سمندر میں بہا دینا۔ چنانچہ انہوں نے یہی کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ جمع کر کے جب اسے دوبارہ زندہ کیا تو اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ صرف تیرے ڈر سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اُس نے کہا تھا کہ میری راکھ ہوا کے رُخ اُڑا دینا۔ کچھ تو ہوا میں کچھ دریا میں بہا دینا۔ سمندر نے بحکم خدا تعالیٰ جو راکھ اس میں تھی اُس کو جمع کر دیا، اور اسی طرح ہوا نے بھی۔ پھر خدا تعالیٰ کے فرمان سے وہ کھڑا کر دیا گیا۔ الخ۔

پھر اپنی قدرت کے مشاہدہ کے لیے اور اس بات کی دلیل قائم کرنے کے لیے کہ خدا تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے مُردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے ہیئت کو وہ منقلب کر سکتا ہے، فرمایا کہ تم غور کرو کہ پانی سے میں نے درخت اُگائے جو سرسبز اور شاداب ہرے بھرے پھل والے ہوئے پھر وہ سوکھ گئے اور اُن لکڑیوں سے میں نے آگ نکالی، کہاں وہ تری اور ٹھنڈک، کہاں یہ خشکی اور گرمی، بس مجھے کوئی چیز کرنی بھاری نہیں، تر کو خشک کرنا، خشک کو تر کرنا، زندہ کو مُردہ کرنا، اور مُردے کو جلا دینا سب میرے بس کی بات ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مُراد اُس سے مَرخ اور عفار کے درخت ہیں جو حجاز میں ہوتے ہیں۔ اُن کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑنے سے چقمق کی طرح آگ نکلتی ہے چنانچہ عرب میں ایک مشہور مثل ہے کہ لِكُلِّ شَجَرٍ نَارٌ وَاسْتَمْجَدَ الْمَرْخُ وَالْعَفَارُ حکماء کا قول ہے کہ سوائے انگور کے درخت کے ہر درخت میں آگ ہے۔

۵۴

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿٨١﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾ (یسین: ۸۱۔۸۳)

ترجمہ: ”جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں، بے شک قادر ہے اور وہی تو پیدا کرنے والا دانا (بینا) ہے وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔ پس پاک ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت بیان فرمارہا ہے کہ اس نے آسمانوں کو اور ان کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ زمین کو اور اس کے اندر کی سب چیزوں کو بھی اسی نے بنایا۔ پھر اتنی بڑی قدرتوں والا انسانوں جیسی چھوٹی مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آ جائے یہ تو عقل کے بھی خلاف ہے جیسے فرمایا ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ یعنی آسمان وزمین کی پیدائش انسانی پیدائش سے بہت بڑی اور اہم ہے۔ یہاں بھی فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمان وزمین کو پیدا کر دیا وہ کیا انسانوں جیسی کمزور مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آ جائے گا؟ اور جب وہ قادر ہے تو یقیناً انہیں مار ڈالنے کے بعد پھر وہ انہیں جلا دے گا۔ جس نے ابتداءً پیدا کیا ہے، اُس پر اعادہ بہت آسان ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ .... الخ﴾ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس خدا تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بنا دیا اور ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا نہ تھکا، تو کیا وہ مُردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے بلکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے، وہی پیدا کرنے والا اور بنانے والا ایجاد کرنے والا اور خالق ہے۔ ساتھ ہی دانا بینا اور رتی رتی سے واقف ہے۔ وہ تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے اُس کا صرف حکم دے دینا کافی ہوتا ہے۔

مسند کی حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے میرے بندو! تم سب گنہگار ہو مگر جسے میں معاف کر دوں تم مجھ سے معافی طلب کرو، میرا وعدہ ہے کہ معاف کر دوں گا، تم سب فقیر ہو مگر جسے میں غنی کر دوں۔ میں جواد ہوں، میں ماجد ہوں، میں واجد ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں، میرا انعام بھی ایک کلام ہے اور میرا عذاب بھی کلام ہے۔ میں جس چیز کو کرنا چاہتا ہوں، کہہ دیتا ہوں کہ "ہو جا" وہ ہو جاتی ہے، ہر برائی سے اُسی حی وقیوم کی ذات پاک ہے۔ جو زمین وآسمان کا بادشاہ ہے جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں ہیں وہ سب کا خالق ہے وہی اصلی حاکم ہے اُسی کی طرف قیامت کے دن سب لوٹائے جائیں گے اور وہی عادل منعم خدا تعالیٰ انہیں سزا وجزا دے گا۔

۵۵

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِ الْكَوَاكِبِ ۝ (الصافات: ۵-۶)

ترجمہ: "آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں اور مشرقوں کا رب وہی ہے ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا۔"

تشریح: اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ تم سب کا معبود برحق ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی آسمان وزمین کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا مالک ومتصرف ہے، اُسی نے آسمان پر ستارے اور چاند سورج کو مسخر کر رکھا ہے۔ جو مشرق سے ظاہر ہوتے ہیں، مغرب میں غروب ہوتے ہیں۔ دوسری آیت میں ذکر کر بھی دیا ہے فرمان ہے ﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ یعنی جاڑے اور گرمیوں کی طلوع و غروب کی جگہ کا رب تعالیٰ وہی ہے آسمانِ دنیا کو دیکھنے والی نگاہوں میں جو زینت دی گئی ہے اس کا بیان فرمایا۔ اس کے ستاروں کی، اس کے سورج کی روشنی زمین کو جگمگا دیتی ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا .... الخ﴾ ہم نے آسمانِ دنیا کو

زینت دی ستاروں کے ساتھ۔

(٥٦)

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ (الزمر: ٥-٦)

ترجمہ: ”نہایت اچھی تدبیر سے اس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے اور اس نے سورج چاند کو کام پر لگا رکھا ہے۔ ہر ایک مقررہ مدت تک چل رہا ہے۔ یقین مانو کہ وہی زبردست اور گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ اس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے، پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے (آٹھ نر و مادہ) اتارے وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک بناوٹ کے بعد دوسری بناوٹ پر بناتا ہے تین تین اندھیروں میں، یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اسی کے لیے بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں بہک رہے ہو۔“

تشریح: ہر چیز کا خالق، سب کا مالک، سب پر حکمران اور سب پر قابض اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ دن رات کا اُلٹ پھیر اُسی کے ہاتھ میں ہے اسی کے حکم سے انتظام کے ساتھ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے برابر مسلسل چلے آ رہے ہیں، نہ وہ آگے بڑھ سکے نہ وہ پیچھے رہ سکے۔ سورج اور چاند کو اس نے مسخر کر رکھا ہے، وہ اپنے دورے کو پورا کر رہے ہیں۔ قیامت تک اس نظام میں تم کوئی فرق نہ پاؤ گے۔ وہ عزت وعظمت والا، کبریائی اور رفعت والا ہے۔ گنہگاروں کا بخشنہار اور عاصیوں پر مہربان وہی ہے تم سب کو اس نے ایک ہی شخص یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے پھر دیکھو کہ تم میں آپس میں کس قدر اختلاف ہے۔ رنگ وصورت اور آواز و بول چال اور زبان و بیان ہر ایک الگ الگ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے ہی ان کی بیوی صاحبہ حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا۔ جیسے اور جگہ ہے کہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب تعالیٰ ہے، جس نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے۔ اُسی سے اُس کی بیوی کو پیدا کیا۔ پھر بہت سے مرد وعورت پھیلا دیئے۔ اس نے تمہارے لیے آٹھ نر و مادہ چوپائے پیدا کیے جن کا بیان سورۂ مائدہ کی آیت ﴿مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ..... الخ﴾ میں ہے یعنی بھیڑ بکری، گائے، اونٹ۔ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے۔ جہاں تمہاری پیدائشیں ہوتی رہتی ہیں۔ پہلے نطفہ پھر خون بستہ، پھر لوتھڑا، پھر گوشت پوست، ہڈی، رگ، پٹھے، پھر روح۔ غور کرو کہ وہ کتنا اچھا خالق ہے۔ تین اندھیریوں میں تمہاری یہ طرح طرح کی تبدیلیوں کی پیدائش کا ہیر پھیر ہوتا رہتا ہے۔ رحم کی اندھیری۔ اس کے

اوپر کی جھلی کی اندھیری، اور پیٹ کی اندھیری۔ یہ جس نے آسمان وزمین کو اور خود تم اور تمہارے اگلے پچھلوں کو پیدا کیا ہے، وہی رب تعالیٰ ہے، وہی سب کا مالک ہے، وہی سب میں متصرف ہے، وہی لائق عبادت ہے، اس کے سوا کوئی اور نہیں۔ افسوس، نہ جانے تمہاری سمجھ اور عقلیں کہاں گئیں کہ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت و بندگی کرنے لگے۔

(۵۷)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝۲۱ (الزمر:۲۱)

ترجمہ: ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اسے زمین کی سوتوں میں پہنچاتا ہے، پھر اسی کے ذریعہ سے مختلف قسم کی کھیتیاں اگاتا ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہیں اور آپ انہیں زرد رنگ دیکھتے ہیں پھر انہیں ریزہ ریزہ کر دیتا ہے، اس میں عقلمندوں کے لیے بہت زیادہ نصیحت ہے۔“

تشریح: زمین میں جو پانی ہے وہ درحقیقت آسمان سے اترا ہوا ہے، جیسے فرمان ہے کہ ہم آسمان سے پانی اتارتے ہیں یہ پانی زمین پی لیتی ہے۔ اور اندر ہی اندر وہ پھیل جاتا ہے، پس حسب حاجت کسی سوت سے اللہ تعالیٰ اُسے نکالتا ہے اور چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔ جو پانی زمین کے میل سے کھاری ہو جاتا ہے وہ کھاری ہی رہتا ہے اسی طرح آسمانی پانی برف کی شکل میں پہاڑوں پر جم جاتا ہے جسے پہاڑ جذب کر لیتے ہیں اور پھر ان میں سے سوتیں بہہ نکلتی ہیں ان چشموں اور آبشاروں کا پانی کھیتوں میں پہنچتا ہے جس سے کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں، جو مختلف قسم کے رنگ و بو کی اور طرح طرح کے مزے اور شکل وصورت کی ہوتی ہیں۔ پھر آخری وقت میں ان کی جوانی بڑھاپے سے اور سبزی زردی سے بدل جاتی ہے پھر خشک ہو جاتی ہے اور کاٹ لی جاتی ہیں۔ کیا اس میں عقلمندوں کے لیے بصیرت ونصیحت نہیں؟ کیا وہ اتنا نہیں دیکھتے کہ اسی طرح دنیا ہے کہ آج جوان اور خوبصورت نظر آتی ہے، کل بڑھیا اور بدصورت ہو جاتی ہے۔ آج ایک شخص نوجوان طاقتور ہے کل وہی بوڑھا بدشکل اور کمزور نظر آتا ہے، پھر آخر موت کے پنجے میں پھنستا ہے۔ پس عقلمند انجام پر نظر رکھیں۔ بہتر وہ ہے جس کا انجام بہتر ہو۔

(۵۸)

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۳۸ (الزمر:۳۸)

ترجمہ: ”اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، آپ ان سے کہیے کہ اچھا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ مجھے کافی ہے، توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔“

تشریح: اے نبی! یہ لوگ تجھے اللہ کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں، یہ ان کی جہالت وضلالت ہے اور خدا جسے گمراہ کر دے اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔ جس طرح خدا کے راہ دکھائے ہوئے شخص کو کوئی بہکا نہیں سکتا اللہ تعالیٰ بلند جناب والا ہے۔ اس پر بھروسہ کرنے والے کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور اس کی طرف جھک جانے والا محروم نہیں رہتا۔ اس سے بڑھ کر عزت والا کوئی نہیں، اسی طرح اس سے بڑھ کر انتقام پر قادر بھی کوئی نہیں جو اس کے ساتھ کفر وشرک کرتے ہیں اس کے رسولوں سے لڑتے بھڑتے ہیں قطعاً وہ انہیں سخت سزائیں دے گا۔ مشرکین کی اور جہالت بیان ہو رہی ہے کہ باوجود اللہ تعالیٰ کو خالق کل ماننے کے پھر بھی ایسے معبودانِ باطلہ کی پرستش کرتے ہیں جو کسی نفع نقصان کے مالک نہیں جنہیں کسی امر کا کوئی اختیار نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کو یاد رکھ وہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد رکھ تو اسے ہر وقت اپنے پاس پائے گا۔ آسانی کے وقت رب کی نعمتوں کا شکر گزار رہ سختی کے وقت وہ تجھے کام آئے گا۔ جب کچھ مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد طلب کرے تو اسی سے مدد طلب کر یقین رکھ کہ اگر تمام دنیا مل کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے اور اللہ کا ارادہ نہ ہو تو وہ سب تجھے ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور سب جمع ہو کر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں جو اللہ نے مقدر میں نہ لکھا ہو تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے۔ صحیفے خشک ہو چکے قلمیں اٹھا لی گئیں۔ یقین اور شکر کے ساتھ نیکیوں میں مشغول رہا کر۔ تکلیفوں میں صبر کرنے پر بڑی نیکیاں ملتی ہیں۔ مدد صبر کے ساتھ ہے۔ غم ورنج کے ساتھ ہی خوشی اور فراخی ہے۔ ہر سختی اپنے اندر آسانی کو لیے ہوئے ہے۔ (ابن ابی حاتم) تو کہہ دے کہ مجھے خدا بس ہے بھروسہ کرنے والے اسی کی پاک ذات پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا تھا جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ اے ہود ہمارے خیال سے تو تمہیں ہمارے کسی معبود نے کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تمہارے تمام معبودانِ باطلہ سے بیزار ہوں تم سب مل کر میرے ساتھ جو داؤ گھات تم سے ہو سکتے ہیں سب کر لو اور مجھے مطلق مہلت نہ دو۔ سنو میرا توکل میرے رب پر ہے۔ جو در اصل تم سب کا بھی رب ہے۔ روئے زمین پر جتنے چلنے پھرنے والے ہیں سب کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے۔

۵۹

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۲

(سورۃ الزمر: ۴۲)

ترجمہ: ”اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں) کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے، غور کرنے والوں کے لیے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔“

تشریح: ہم ہر موجود میں جو چاہیں تصرف کرتے رہتے ہیں۔ وفات کبریٰ جس میں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے انسان کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وفات صغریٰ جو نیند کے وقت ہوتی ہے ہمارے ہی قبضے میں ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ..... الخ﴾ یعنی وہ خدا جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے پھر تمہیں دن میں اٹھا بٹھاتا ہے تاکہ مقرر کیا ہوا وقت پورا کر دیا جائے پھر تم سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دے گا وہی اپنے سب بندوں پر غالب ہے وہی تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے تاوقتیکہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ تقصیر اور کمی نہیں کرتے۔ پس ان دونوں آیتوں میں بھی یہی ذکر ہوا ہے پہلے چھوٹی موت کو پھر بڑی موت کو بیان فرمایا۔ یہاں پہلے بڑی وفات کو پھر چھوٹی وفات کو ذکر کیا۔ اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ملأ اعلیٰ میں یہ روحیں جمع ہوتی ہیں بعض سلف کا قول ہے کہ مُردوں کی روحیں جب وہ مریں اور زندوں کی روحیں جب وہ سوئیں قبض کر لی جاتی ہیں اور دوسری روحیں مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دی جاتی ہیں یعنی مرنے کے وقت تک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مُردوں کی روحیں اللہ تعالیٰ روک لیتا ہے اور زندوں کی روحیں واپس بھیج دیتا ہے، اور اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ غور و فکر کے جو عادی ہیں وہ اسی ایک بات میں قدرتِ خدا کے بہت سے دلائل پا لیتے ہیں۔

(٦٠)

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٦﴾ (الزمر: ٤٦)

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجیے! کہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، چھپے کھلے کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اُلجھ رہے ہیں۔“

تشریح: مشرکین کو توحید سے جو نفرت ہے اور شرک سے جو محبت ہے اسے بیان فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہٗ فرماتا ہے کہ تو صرف اللہ تعالیٰ واحد کو ہی پکار جو آسمان و زمین کا خالق ہے اور اس وقت اس نے انہیں پیدا کیا ہے جب کہ نہ یہ کچھ تھے نہ ان کا کوئی نمونہ تھا۔ وہ ظاہر و باطن چھپے کھلے کا عالم ہے۔ یہ لوگ جو جو اختلافات اپنے آپ میں کرتے تھے سب کا فیصلہ اس دن ہو گا جب یہ قبروں سے نکلیں گے اور میدانِ قیامت میں آئیں گے۔

(۶۱)

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۙ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (الزمر:۶۲۔۶۳)

ترجمہ: "اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے، آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا مالک وہی ہے۔ جن جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی خسارہ پانے والے ہیں۔"

تشریح: تمام جاندار اور بے جان چیزوں کا خالق مالک رب اور متصرف اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے ہر چیز اس کی ماتحتی میں اور اس کے قبضے میں اور اس کی تدبیر میں ہے۔ سب کا کارساز اور وکیل وہی ہے، تمام کاموں کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے۔ زمین و آسمان کی کنجیوں اور ان کے خزانوں کا وہی تنہا مالک ہے۔ حمد و ستائش کے قابل اور ہر چیز پر قادر وہی ہے۔ کفر و انکار کرنے والے بڑے ہی گھاٹے اور نقصان میں ہیں۔

(۶۲)

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الزمر:۶۷)

ترجمہ: "اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔"

تشریح: مشرکین نے دراصل اللہ تعالیٰ کی قدر و عظمت جانی ہی نہیں اسی وجہ سے وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے لگے۔ اس سے بڑھ کر عزت والا، اس سے زیادہ بادشاہت والا۔ اس سے بڑھ کر غلبہ اور قدرت والا کوئی نہیں۔ نہ کوئی اس کا ہمسر اور برابری کرنے والا ہے، یہ آیت کفار قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہیں اگر قدر ہوتی تو اس کی باتوں کو غلط نہ جانتے۔ جو شخص خدا کو ہر چیز پر قادر مانے وہ ہے جس نے اللہ کی عظمت کی اور جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ خدا کی قدر کرنے والا نہیں۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم یہ لکھا پاتے ہیں کہ اللہ عزوجل ساتوں آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور سب زمینوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور درختوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا۔ اور پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوق کو ایک انگلی پر رکھ لے گا۔ پھر فرمائے گا میں ہی سب کا مالک اور سچا بادشاہ ہوں۔ حضور ﷺ اس کی بات کی سچائی پر ہنس دیے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے مسوڑھے ظاہر ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ

نے اسی آیت کی تلاوت کی، مسند کی حدیث بھی قریب اسی کے ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ ہنسے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ اور روایت میں ہے کہ وہ اپنی انگلیوں پر بتاتا جاتا تھا پہلے اس نے کلمے کی انگلی دکھائی تھی۔ اس روایت میں چار انگلیوں کا ذکر ہے، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کو قبض کرلے گا اور آسمان کو اپنی داہنی مٹھی میں لے لے گا پھر فرمائے گا میں ہوں بادشاہ کہاں ہیں زمین کے بادشاہ مسلم کی اس حدیث میں ہے کہ زمینیں اس کی ایک انگلی پر ہوں گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں ہوں گے۔ پھر فرمائے گا میں ہی بادشاہ ہوں۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک دن منبر پر اس آیت کی تلاوت کی اور آپ ﷺ اپنا ہاتھ ہلاتے جاتے تھے آگے پیچھے لا رہے تھے اور فرماتے تھے اللہ تعالیٰ اپنی بزرگی آپ بیان فرمائے گا کہ میں جبار ہوں، میں متکبر ہوں، میں مالک ہوں، میں باعزت ہوں، میں کریم ہوں، آپ ﷺ اس کے اس بیان کے وقت اتنا ہل رہے تھے کہ ہمیں ڈر لگنے لگا کہ کہیں منبر آپ ﷺ سمیت گر نہ پڑے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی پوری کیفیت دکھادی کہ کس طرح حضور ﷺ نے اسے حکایت کیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھ میں لے گا اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں۔ اپنی انگلیوں کو کبھی کھولے گا کبھی بند کرے گا اور آپ ﷺ اس وقت ہل رہے تھے یہاں تک کہ حضور ﷺ کے ہلنے سے سارا منبر ہلنے لگا اور مجھے یہ ڈر لگا کہ کہیں وہ حضور ﷺ کو گرا نہ دے، بزار کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور منبر ہلنے لگا پس آپ ﷺ تین مرتبہ آئے گئے۔

معجم کبیر طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت سے فرمایا میں آج تمہیں سورۂ زمر کی آخری آیتیں سناؤں گا، جسے ان سے رونا آ گیا وہ جنتی ہوگیا۔ اب آپ ﷺ نے اس آیت سے لے کر ختم سورۃ تک کی آیتیں تلاوت فرمائیں۔ بعض روئے اور بعض کو رونا نہ آیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے ہر چند رونا چاہا لیکن رونا نہ آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا میں پھر پڑھوں گا۔ جسے رونا نہ آئے وہ رونی شکل بنا کر بہ تکلف روئے، ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تین چیزیں اپنے بندوں سے چھپالی ہیں۔ اگر وہ انہیں دیکھ لیتے تو کوئی شخص کبھی کوئی بدی نہ کرتا۔

1. اگر میں پردہ ہٹا دیتا اور وہ مجھے دیکھ کر خوب یقین کرلیتے اور معلوم کرلیتے کہ میں اپنی مخلوق سے کیا کچھ کرتا ہوں جب کہ ان کے پاس آؤں اور آسمانوں کو اپنی مٹھی میں لے لوں۔ پھر زمین کو اپنی مٹھی میں لے لوں پھر کہوں میں بادشاہ ہوں میرے سوا ملک کا مالک کون ہے؟۔
2. پھر میں انہیں جنت دکھاؤں اور اس میں جو بھلائیاں ہیں سب ان کے سامنے کردوں اور وہ یقین کے ساتھ خوب اچھی طرح دیکھ لیں۔
3. اور میں انہیں جہنم دکھادوں اور اس کے عذابوں کا معائنہ کرادوں یہاں تک کہ انہیں یقین آجائے، لیکن میں نے قصداً یہ چیزیں پوشیدہ کر رکھی ہیں تاکہ میں جان لوں کہ وہ مجھے کس طرح جانتے ہیں۔ کیونکہ میں نے یہ سب باتیں بیان کردی ہیں۔

(۶۳)

وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ (الزمر : ۷۵)

ترجمہ: "اور تو فرشتوں کو اللہ کے عرش کے ارد گرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہوئے دیکھے گا اور ان میں انصاف کا فیصلہ کیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ ساری خوبی اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔"

تشریح: جب کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت اور اہل جہنم کا فیصلہ سنا دیا اور انہیں ان کے ٹھکانے پہنچائے جانے کا حال بھی بیان کر دیا اور اس میں اپنے عدل و انصاف کا ثبوت بھی دے دیا تو اس آیت میں فرمایا کہ قیامت کے روز اس وقت تو دیکھے گا کہ فرشتے اللہ کے عرش کے چوطرف کھڑے ہوئے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح بزرگی اور بڑائی بیان کر رہے ہوں گے ساری مخلوق میں عدل و حق کے ساتھ فیصلے ہو چکے ہوں گے اس سراسر عدل اور بالکل رحم والے فیصلوں پر کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کی ثنا خوانی کرنے لگے گا۔ اور جان دار اور بے جان چیز سے آواز اٹھے گی کہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ چونکہ اس وقت ہر تر و خشک اللہ کی حمد بیان کرے گی۔

(۶۴)

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

(سورہ المؤمن : ۱۳)

ترجمہ: "وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے روزی اتارتا ہے۔ نصیحت تو صرف وہی حاصل کرتے ہیں جو (اللہ کی طرف) رجوع کرتے ہیں۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان کیا کہ باری تعالیٰ ہم مُردہ تھے تو نے ہمیں زندہ کر دیا۔ پھر مار ڈالا پھر زندہ کر دیا۔ پس تو ہر اس چیز پر جسے تو چاہے قادر ہے ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔ یقیناً ہم نے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کی، اب بچاؤ کی کوئی صورت بنا دے یعنی ہمیں دنیا کی طرف پھر لوٹا دے جو یقیناً تیرے بس میں ہے ہم وہاں جا کر اپنے پہلے اعمال کے خلاف اعمال کریں گے۔ اب اگر ہم وہی کام کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔ انہیں جواب دیا جائے گا کہ اب دوبارہ دنیا میں جانے کی کوئی راہ نہیں، اس لیے کہ اگر دوبارہ چلے بھی جاؤ گے تو پھر بھی وہی کرو گے جس سے منع کیے جاؤ گے، تم نے اپنے دل ہی ٹیڑھے کر لیے ہیں تم اب بھی حق کو قبول نہ کرو گے بلکہ اس کے خلاف ہی کرو گے۔ تمہاری تو یہ حالت تھی کہ جہاں خدائے واحد کا ذکر آیا اور تمہارے دل میں کفر سمایا، ہاں اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے تو تمہیں یقین و ایمان جاتا تھا۔ یہی حالت پھر تمہاری ہو جائے گی۔ دنیا میں اگر دوبارہ گئے دوبارہ یہی

کرو گے پس حاکم حقیقی جس کے حکم میں کوئی ظلم نہ ہو سراسر عدل و انصاف ہی ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے نہ دے جس پر چاہے رحم کرے جس پر چاہے عذاب کرے۔ اس کے حکم و عدل میں کوئی اس کا شریک نہیں وہ خدا اپنی قدرتیں لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ زمین و آسمان میں اس کی توحید کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ سب کا خالق، سب کا مالک سب کا پالنہار اور حفاظت کرنے والا وہی ہے۔ وہ آسمان سے روزی یعنی بارش نازل فرماتا ہے جس سے ہر قسم کے اناج کی کھیتیاں اور طرح طرح کے عجیب عجیب مزے کے مختلف رنگ روپ اور شکل وضع کے میوے اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں حالانکہ پانی ایک، زمین ایک۔ پس اس سے بھی اس کی شان ظاہر ہے سچ تو یہ ہے کہ عبرت نصیحت فکر وغور کی توفیق ان ہی کی ہوتی ہے جو اللہ کی طرف رغبت و رجوع کرنے والے ہوں۔

(۶۵)

اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ (المومن: ۲۱)

ترجمہ: "کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا نتیجہ کیسا کچھ ہوا؟ وہ باعتبار قوت و طاقت کے اور باعتبار زمین میں اپنی یادگاروں کے ان سے بہت زیادہ تھے، پس اللہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑ لیا اور کوئی نہ ہوا جو انہیں اللہ کے عذاب سے بچا لیتا۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! کیا تیری رسالت کے جھٹلانے والے کفار نے اپنے سے پہلے کے رسولوں کے جھٹلانے والے کفار کی حالتوں کا معائنہ ادھر اُدھر چل پھر کر نہیں کیا؟ جو ان سے زیادہ قوی طاقتور اور جُثہ دار تھے جن کے مکانات اور عالی شان عمارتوں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں جو ان سے زیادہ با تمکنت تھے، ان سے بڑی عمروں والے تھے، جب ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے عذابِ الٰہی ان پر آیا تو نہ تو کوئی اسے ہٹا سکا نہ کسی میں مقابلہ کی طاقت پائی گئی نہ اس سے بچنے کی کوئی صورت نکلی۔ غضب الٰہی ان پر برس پڑنے کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے پاس بھی ان کے رسول واضح دلیلیں اور صاف روشن حجتیں لے کر آئے باوجود اس کے انہوں نے کفر کیا جس پر اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کفار کے لیے انہیں باعث عبرت بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ پوری قوت والا، سخت پکڑ والا، شدید عذاب والا ہے۔

(۶۶)

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى

النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ۘ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۡ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ﴿۶۲﴾ کَذٰلِکَ یُؤْفَکُ الَّذِیْنَ کَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَ رَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ ۚۖ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ ھُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾ (المؤمن: ۶۱-۶۵)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رات بنا دی کہ تم اس میں آرام حاصل کرو اور دن کو دیکھنے والا بنا دیا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل وکرم والا ہے لیکن اکثر لوگ شکرگزاری نہیں کرتے، یہی اللہ ہے تم سب کا رب ہر چیز کا خالق اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کہاں تم پھرے جاتے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ بھی پھیرے جاتے رہے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنا دیا۔ اور تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں اور تمہیں عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کی عطا فرمائیں، یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے، پس بہت ہی برکتوں والا اللہ ہے سارے جہاں کا پرورش کرنے والا وہ زندہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اسے پکارو تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرماتا ہے کہ اس نے رات کو سکون وراحت کی چیز بنائی اور دن کو روشن چمکیلا کیا تا کہ ہر شخص کو اپنے کام کاج میں سفر میں طلب معاش میں سہولت ہو اور دن بھر کا کسل اور تھکان رات کے سکون وآرام سے اتر جائے۔ مخلوق پر اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل وکرم کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ رب کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں ان چیزوں کو پیدا کرنے والا اور یہ راحت وآرام کے سامان مہیا کر دینے والا وہی اللہ واحد ہے جو تمام چیزوں کا خالق ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں نہ اس کے سوا اور کوئی مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے پھر تم کیوں اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو؟ جو خود مخلوق ہیں کسی چیز کو انہوں نے پیدا نہیں کیا بلکہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو وہ تو خود تمہارے اپنے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے ہیں ان سے پہلے کے مشرکین بھی اسی طرح بہکے اور بے دلیل وحجت غیر خدا کی عبادت کرنے لگے خواہش نفسانی کو سامنے رکھ کر دلائل خدا کی تکذیب کی اور جہالت کو آگے رکھ کر بہکتے بھٹکتے رہے اللہ تعالیٰ نے زمین تمہارے لئے قرارگاہ بنائی یعنی ٹھہری ہوئی اور فرش کی طرح بچھی ہوئی کہ اس پر تم اپنی زندگی گزارو چلو پھرو آؤ جاؤ۔ پہاڑوں کو اس میں گاڑ کر اسے ٹھہرا دیا کہ اب ہل جل نہیں سکتی۔ اس نے آسمان کو چھت بنایا جو ہر طرح محفوظ ہے۔ اسی نے تمہیں بہترین صورتوں میں پیدا کیا۔ ہر جوڑ ٹھیک ٹھاک اور نظر فریب بنایا۔ موزوں قامت مناسب اعضا سڈول بدن خوبصورت چہرہ عطا فرمایا۔ نفیس اور بہتر چیزیں کھانے پینے کو دیں۔ پیدا اس نے کیا، بسایا اس نے، کھلایا پلایا اس نے، پہنایا اوڑھایا اس نے۔ پس صحیح معنی میں خالق ورازق وہی رب العالمین ہے۔ جیسے سورۂ بقرہ میں فرمایا: یعنی لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا تا کہ تم بچو۔ اسی نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا، اور آسمان سے

بارش نازل فرما کر اس کی وجہ سے زمین سے پھل نکال کر تمہیں روزیاں دیں پس تم باوجود ان باتوں کے جاننے کے اللہ کے شریک اوروں کو نہ بناؤ۔ یہاں بھی اپنی یہ صفتیں بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہی اللہ تمہارا رب ہے اور سارے جہاں کا رب بھی وہی ہے۔ وہ بابرکت ہے۔ وہ بلندی پاکیزگی برتری اور بزرگی والا ہے۔ وہ ازل سے ہے ابد تک رہے گا۔ وہ زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں وہی اول و آخر ظاہر و باطن ہے۔ اس کا کوئی وصف کسی دوسرے میں نہیں۔ اس کا نظیر و عدیل کوئی نہیں۔

(٦٧)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ (المؤمن: ٦٧)

ترجمہ: ”وہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پھر تمہیں بچہ کی صورت میں نکالتا ہے، پھر (تمہیں بڑھاتا ہے کہ) تم اپنی پوری قوت کو پہنچ جاؤ پھر بوڑھے ہو جاؤ۔ تم میں سے بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں، (وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے) تاکہ تم موت معین تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم سوچ سمجھ لو۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ اپنے سوا ہر کسی کی عبادت سے اپنی مخلوق کو منع فرما چکا ہے اس کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں اس کی بہت بڑی دلیل اس کے بعد کی آیت ہے جس میں فرمایا کہ اسی وحدہ لاشریک لہ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کی پھٹکی سے پیدا کیا، اسی نے تمہیں ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت میں نکالا۔ ان تمام حالات کو وہی بدلتا رہا۔ پھر اسی نے بچپن سے جوانی تک تمہیں پہنچایا۔ وہی جوانی کے بعد بڑھاپے تک لے جائے گا یہ سب کام اسی ایک کے حکم تقدیر اور تدبیر سے ہوتے ہیں پھر کس قدر نامرادی ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے کی عبادت کی جائے۔ بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں یعنی کچے پنے میں ہی گر جاتے ہیں۔ حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض بچپن میں بعض جوانی میں بعض ادھیڑ عمر میں بڑھاپے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ چنانچہ اور جگہ قرآن پاک میں ہے یعنی ہم ماں کے پیٹ میں ٹھہراتے ہیں جب تک چاہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ تاکہ تم وقت مقررہ تک پہنچ جاؤ اور تم سوچو سمجھو۔ یعنی اپنی حالتوں کے اس انقلاب سے تم ایمان لے آؤ کہ اس دنیا کے بعد بھی تمہیں نئی زندگی میں ایک روز کھڑا ہونا ہے۔ وہی جلانے مارنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی موت زیست پر قادر نہیں۔ اس کے کسی حکم کو کسی فیصلے کو کسی تقرر کو کسی ارادے کو کوئی توڑنے والا نہیں، جو وہ چاہتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے اور جو وہ نہ چاہے ناممکن ہے کہ وہ ہو جائے۔

(۶۸)

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ (المؤمن: ۷۹۔۸۱)

ترجمہ: ”اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کئے جن میں سے بعض پر تم سوار ہوتے اور بعض کو تم کھاتے ہو اور بھی تمہارے لئے ان میں بہت سے نفع ہیں اور تا کہ اپنے سینوں میں چھپی ہوئی حاجتوں کو انہی پر سواری کر کے تم حاصل کرلو اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر سوار کئے جاتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا جا رہا ہے، پس تم اللہ کی کن کن نشانیوں کے منکر بنتے رہو گے۔“

تشریح: یعنی اونٹ گائے بکری اللہ تعالیٰ نے انسان کے طرح طرح کے نفع کے لیے پیدا کئے ہیں سواریوں کے کام آتے ہیں، کھائے جاتے ہیں۔ اونٹ سواری کا کام بھی دے دودھ بھی دے بوجھ بھی ڈھوئے اور دور دراز کے سفر بآسانی طے کرا دے۔ گائے کا گوشت کھانے کے کام بھی آئے دودھ بھی دے ہل بھی جتے بکری کا گوشت بھی کھایا جائے اور دودھ بھی پیا جائے پھر ان سب کے بال بیسیوں کاموں میں آئیں جیسے کہ سورۂ انعام سورۂ نحل وغیرہ میں بیان ہو چکا ہے یہاں بھی یہ منافع بطور انعام گنوائے جا رہے ہیں۔ دنیا جہاں میں اور اس کے گوشے گوشے میں اور کائنات کے ذرے ذرے میں اور خود تمہاری جانوں میں اس اللہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کی ان گنت نشانیوں میں سے ایک کا بھی کوئی شخص صحیح معنی میں انکاری نہیں ہو سکتا۔

(۶۹)

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ (المؤمن: ۸۲)

ترجمہ: ”کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلوں کا انجام نہیں دیکھا؟ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے قوت میں سخت اور زمین میں بہت ساری یادگاریں چھوڑی تھیں، ان کے کاموں نے انہیں کچھ بھی فائدہ نہ پہنچایا۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ ان اگلے لوگوں کی خبر دے رہا ہے جو رسولوں کو اس سے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔ ساتھ ہی بتلاتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا کچھ انہوں نے بھگتا۔ باوجودیکہ وہ قوی تھے، زیادہ تھے، زمین میں نشانات عمارتیں وغیرہ بھی زیادہ رکھنے والے تھے اور بڑے مالدار تھے، لیکن کوئی چیز ان کے کام نہ آئی کسی نے اللہ کے عذاب کو دفع کیا نہ کم کیا نہ ہٹایا نہ ٹالا۔ یہ تھے ہی غارت کئے جانے کے قابل۔

(۷۰)

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿۴۷﴾

(سورۂ حٰمٓ سجدہ: ۴۷)

ترجمہ: "قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور جو جو پھل اپنے شگوفوں میں سے نکلتے ہیں اور جو مادہ حمل سے ہوتی ہے اور جو بچے وہ جنتی ہے سب کا علم اسے ہے اور جس دن اللہ تعالیٰ ان (مشرکوں) کو بلا کر دریافت فرمائے گا میرے شریک کہاں ہیں، وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تو تجھے کہہ سنایا کہ ہم میں سے تو کوئی اس کا گواہ نہیں۔"

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اس کے سوا کسی اور کو نہیں۔ تمام انسانوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سب فرشتوں کے سرداروں میں سے ایک سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قیامت کے آنے کا وقت پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ جس سے پوچھا جاتا ہے وہ بھی پوچھنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں، مطلب یہی ہے کہ قیامت کے وقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر چیز کو اس اللہ تعالیٰ کا علم گھیرے ہوئے ہے، یہاں تک کہ جو پھل شگوفہ کھلا کر نکلے جس عورت کو حمل رہے جو بچہ اسے ہو سب اس کے علم میں ہے زمین و آسمان کا ایک ذرہ اس کے وسیع علم سے باہر نہیں اور آیت میں ہے یعنی جو پتہ جھڑتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے۔ ہر مادہ کو جو حمل رہتا ہے اور رحم جو کچھ گھٹاتے بڑھاتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس کے پاس ہر چیز کا اندازہ ہے۔ عمریں جو گھٹیں بڑھیں وہ بھی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ ایسا کوئی کام نہیں جو اللہ تعالیٰ پر مشکل ہو قیامت کے دن مشرکوں سے تمام مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ جنہیں تم میرے ساتھ پرستش میں شریک کرتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم تو تجھے معلوم کرا چکے کہ آج تو ہم میں سے کوئی بھی اس کا اقرار نہ کرے گا کہ کوئی تیرا شریک بھی ہے۔ آج ان کے معبودانِ باطل سب گم ہو جائیں گے۔ کوئی نظر نہ آئے گا جو انہیں نفع پہنچا سکے اور یہ خود جان لیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے چھٹکارے کی صورت نہیں۔

(۷۱)

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ (حٰمٓ سجدہ: ۵۳)

ترجمہ: "عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاقِ عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہی ہے، کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے واقف آگاہ ہونا کافی نہیں۔"

تشریح: اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی حقانیت کی نشانیاں اور حجتیں انہیں ان کے گردونواح میں دنیا کے چوطرف دکھادیں گے۔ اسلامیوں کو فتوحات ہوں گی۔ وہ سلطان بنیں گے۔ تمام اور دینوں پر اس دین کو غلبہ ہوگا۔ فتح بدر اور فتح مکہ کی نشانیاں خود ان کی اپنی جانوں میں ہوں گی کہ یہ لوگ تعداد میں اور شان وشوکت میں بہت زیادہ ہوں گے پھر بھی مٹھی بھر اہل حق انہیں زیروزبر کر دیں گے اور ممکن ہے یہ مراد ہو کہ حکمت الٰہی کی ہزار ہا نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں موجود ہیں۔ اس کی صنعت بناوٹ اس کی ترکیب وجبلت اس کے جداگانہ اخلاق اور مختلف صورتیں اور رنگ وروپ وغیرہ اس کے خالق وصانع کی بہترین یادگاریں ہر وقت اس کے سامنے ہیں بلکہ اس کی اپنی ذات میں موجود ہیں اس کا ہیر پھیر کبھی کوئی حالت بچپن جوانی بڑھاپا بیماری تندرستی تنگی فراخی رنج و راحت وغیرہ اوصاف جو اس پر طاری ہوتے ہیں، الغرض یہ بیروی اور اندرونی آیات قدرت اس قدر ہیں کہ انسان اللہ کی باتوں کی حقانیت کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی گواہی بس ہے اور بالکل کافی ہے وہ اپنے بندوں کے اقوال وافعال سے واقف ہے۔

(۷۲)

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ (شوریٰ:٤)

ترجمہ: ”آسمانوں کی (تمام) چیزیں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے وہ برتر اور عظیم الشان ہے۔“

تشریح: پھر فرماتا ہے کہ زمین وآسمان کی تمام مخلوق اس کی غلام ہے اس کی ملکیت ہے۔ اس کے دباؤ تلے اور اس کے سامنے عاجز و مجبور ہے۔ وہ بلندیوں والا اور بڑائیوں والا ہے۔ وہ بہت بڑا اور بہت بلند ہے۔ وہ اونچائی والا اور کبریائی والا ہے۔ اس کی عظمت و جلالت کا یہ حال ہے کہ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں فرشتے اس کی عظمت سے کپکپائے ہوئے اس کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لئے مغفرت تلاش کرتے رہتے ہیں جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ ..... الخ﴾ یعنی حاملان عرش اور اس قرب وجوار کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہتے ہیں اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ کہ اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت وعلم سے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے پس تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستے کے تابع ہیں۔ انہیں عذاب جہنم سے بھی بچالے۔ پھر فرمایا کہ جان لو اللہ غفور ورحیم ہے۔

(۷۳)

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۭ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑫ (الشوری:۱۱۔۱۲)

ترجمہ: "وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس کے جوڑے بنا دیئے ہیں اور چوپایوں کے جوڑے بنائے ہیں تمہیں وہ اس میں پھیلا رہا ہے اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے، آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ہیں جس کی چاہے روزی کشادہ کر دے اور تنگ کر دے یقیناً وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

تشریح: پھر فرماتا ہے کہ وہ اللہ جو ہر چیز پر حاکم ہے وہی میرا رب ہے، میرا توکل اسی پر ہے اور اپنے تمام کام اسی پر سونپتا ہوں اور ہر وقت اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔ وہ آسمان وزمین اور اس کے درمیان کی کل مخلوق کا خالق ہے۔ اس کا احسان دیکھو کہ اس نے تمہاری ہی جنس اور تمہاری ہی شکل کے تمہارے جوڑے بنا دیئے یعنی مرد وعورت اور چوپایوں کے بھی جوڑے پیدا کئے جو آٹھ ہیں۔ وہ اسی پیدائش میں تمہیں پیدا کرتا ہے یعنی اسی صفت پر یعنی جوڑ جوڑ پیدا کرتا جا رہا ہے۔ نسلیں کی نسلیں پھیلا دیں۔ قرنوں گزر گئے اور سلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ ادھر انسانوں کا ادھر جانوروں کا۔ بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مراد رحم میں پیدا کرنا ہے بعض کہتے ہیں پیٹ میں۔ بعض کہتے ہیں اسی طریق پر پھیلانا ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نسلیں پھیلانی مراد ہیں، حق یہ ہے کہ خالق جیسا اور کوئی نہیں وہ فرد وصمد ہے وہ بے نظیر ہے۔ وہ سمیع وبصیر ہے۔ آسمان وزمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھوں میں ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ سارے عالم کا متصرف مالک حاکم وہی یکتا لاشریک ہے جسے چاہے کشادہ روزی دے۔ جس پر چاہے تنگی کر دے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ کسی حالت میں وہ کسی پر ظلم کرنے والا نہیں اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔

(۶۴)

وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ㉘ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ㉙ (الشوری:۲۸۔۲۹)

ترجمہ: "اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے۔ اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے وہی ہے کارساز اور قابل حمد وثنا اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور ان میں جانداروں کا پھیلانا ہے۔ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ جب چاہے انہیں جمع کر دے۔"

تشریح: پھر ارشاد ہوتا ہے کہ لوگ باران رحمت کا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو جاتے ہیں ایسی پوری حاجت اور سخت مصیبت کے وقت میں بارش برساتا ہوں، ان کی ناامیدی اور خشک سالی کٹ جاتی ہے اور عام طور پر میری رحمت پھیل جاتی ہے۔ امیر المومنین

خلیفۃ المسلمین فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص کہتا ہے امیر المومنین قحط سالی ہوگئی اور اب تو لوگ بارش سے بالکل مایوس ہو گئے تو آپ نے فرمایا جاؤ اب بارش ان شاء اللہ ضرور ہوگی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کی وہ ولی وحمید ہے یعنی مخلوقات کے تصرفات اسی کے قبضہ میں ہیں اس کے کام قابل ستائش وتعریف ہیں مخلوق کے بھلے کو وہ جانتا ہے اور ان کے نفع کا اسے علم ہے اس کے کام نفع سے خالی نہیں، اللہ تعالیٰ کی عظمت قدرت اور سلطنت کا بیان ہو رہا ہے کہ آسمان وزمین اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور ان میں کی ساری مخلوق بھی اسی کی رچائی ہوئی ہے۔ فرشتے، انسان، جنات اور مختلف قسموں کے حیوانات جو کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا جب کہ ان کے حواس اُڑے ہوئے ہوں گے اور ان میں عدل وانصاف کیا جائے گا۔

۷۵

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰی ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ (الشوریٰ:۳۲-۳۳)

ترجمہ: ”اور دریا میں چلنے والی پہاڑوں جیسی کشتیاں اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ہوا بند کر دے اور یہ کشتیاں سمندروں میں رکی رہ جائیں یقیناً ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے نشانیاں ہیں۔“

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کے نشان اپنی مخلوق کے سامنے رکھتا ہے کہ اس نے سمندروں کو مسخر کر رکھا ہے تا کہ کشتیاں برابر آئیں جائیں۔ بڑی بڑی کشتیاں سمندروں میں ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں جیسے زمین میں اونچے پہاڑ۔ ان کشتیوں کو اِدھر سے اُدھر لے جانے والی ہوائیں اس کے قبضہ میں ہیں اگر وہ چاہے تو ان ہواؤں کو روک لے۔ پھر تو بادبان بیکار ہو جائیں اور کشتی رک کر کھڑی ہو جائے ہر ایک وہ شخص جو سختیوں میں صبر کا اور آسانیوں میں شکر کا عادی ہو اس کے لیے تو بڑی عبرت کی جا ہے۔ وہ رب تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت اور اس کی بے پایاں سلطنت کو ان نشانوں سے سمجھ سکتا ہے اور جس طرح ہوائیں بند کر کے کشتیوں کو کھڑا کر لینا اور روک لینا اس کے بس میں ہے اسی طرح ان پہاڑوں جیسی کشتیوں کو دم بھر میں ڈبو دینا بھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو اہل کشتی کے گناہوں کے باعث انہیں غرق کر دے۔ ابھی تو وہ بہت سے گناہوں سے درگزر فرما لیتا ہے اور اگر سب گناہوں پر پکڑے تو جو بھی کشتی میں بیٹھے سیدھا سمندر میں ڈوبے۔ لیکن اس کی بے پایاں رحمت ان کو اس پار سے اس پار کر دیتی ہے۔ علماء تفسیر نے یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اسی ہوا کو ناموافق کر دے، تیز وتند آندھی چلا دے جو کشتی کو سیدھی راہ چلنے ہی نہ دے۔ اِدھر سے اُدھر کر دے سنبھالے نہ سنبھل سکے۔ جہاں جانا ہے اس طرف جا ہی نہ سکے اور یونہی سرگشتہ وحیران ہو ہو کر اہل کشتی تباہ ہو جائیں۔ الغرض اگر بند کر دے تو کھڑے کھڑے ناکام رہیں اگر تیز کر دے تو ناکامی لیکن یہ اس کا لطف وکرم ہے کہ خوشگوار موافق ہوائیں چلاتا ہے اور لمبے لمبے سفر ان کشتیوں کے ذریعہ بنی آدم طے کرتا ہے اور اپنے مقصد کو پا لیتا ہے۔ یہی حال پانی کا ہے کہ اگر بالکل نہ برسائے خشک سالی رہے دنیا تباہ ہو جائے اگر بہت ہی برسا دے تو تر سالی کوئی چیز پیدا نہ ہونے دے۔ اور دنیا ہلاک ہو جائے ساتھ ہی بارش کی کثرت

طغیانی کا مکانوں کے گرنے کا اور پوری بربادی کا سبب بن جائے۔ یہاں تک کہ رب تعالیٰ کی مہربانی سے جن شہروں میں اور جن زمینوں میں زیادہ بارش کی ضرورت ہے وہاں کثرت سے بارش برساتا ہے اور جہاں کم کی ضرورت ہے وہاں کمی سے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہماری نشانیوں میں جھگڑنے والے ایسے موقعوں پر تو مان لیتے ہیں کہ وہ ہماری قدرت سے باہر نہیں ہم اگر انتقام لینا چاہیں ہم اگر عذاب کرنا چاہیں تو چھوٹ نہیں سکتے۔ سب ہماری قدرت اور مشیت تلے ہیں۔

(٧٦)

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

(الشوریٰ: ۴۹-۵۰)

ترجمہ: ”آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے، وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔“

تشریح: فرماتا ہے کہ خالق مالک اور متصرف زمین و آسمان کا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا جسے چاہے دے جسے چاہے پیدا کرے اور بنائے جسے چاہے صرف لڑکیاں دے جیسے حضرت لوط علیہ السلام اور جسے چاہے صرف لڑکے ہی عطا فرماتا ہے جیسے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام اور جسے چاہے لڑکے لڑکیاں سب کچھ دیتا ہے جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جسے چاہے لاولد رکھتا ہے جیسے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔ پس یہ چار قسمیں ہوئیں لڑکیوں والے لڑکوں والے، دونوں والے اور دونوں سے خالی ہاتھ، وہ علیم ہے ہر مستحق کو جانتا ہے، قادر ہے جس طرح کا چاہے تفاوت رکھتا ہے، پس یہ مقام بھی مثل اس فرمان الٰہی کے ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشان بنائیں۔ یعنی دلیل قدرت بنائیں اور دکھائیں کہ ہم نے مخلوق کو چار طور پر پیدا کیا، حضرت آدم علیہ السلام صرف مٹی سے ہوئے نہ ماں نہ باپ، حضرت حوا علیہا السلام صرف مرد سے پیدا ہوئیں۔ باقی کل انسان مرد و عورت دونوں سے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کئے گئے۔ پس آپ علیہ السلام کی پیدائش سے یہ چاروں قسمیں پوری ہو گئیں۔ پس یہ مقام ماں باپ کے بارے میں تھا اور وہ مقام اولاد کے بارے میں اس کی بھی چار قسمیں اور اس کی بھی چار قسمیں سبحان اللہ یہ ہے اس اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کی نشانی۔

(٧٧)

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۙ﴿۹﴾ الَّذِيْ

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَ الَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (الزخرف: ۹۔۱۴)

ترجمہ: ”اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا انہیں غالب و دانا (اللہ) نے ہی پیدا کیا ہے، وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش (بچھونا) بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے کر دیئے تاکہ تم راہ پالیا کرو۔ اسی نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق پانی نازل فرمایا، پس ہم نے اس سے مُردہ شہر کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔ جس نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیاں بنائیں اور چوپائے جانور (پیدا کئے) جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر سوار ہوا کرو پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب اس پر ٹھیک ٹھاک بیٹھ جاؤ، اور کہو پاک ذات ہے اس کی جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا۔ حالانکہ ہمیں اسے قابو کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اور بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! اگر تم ان مشرکین سے دریافت کرو تو یہ اس بات کا اقرار کریں گے کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پھر بھی اس کی وحدانیت کو جانتے اور مانتے اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں جس نے زمین کو فرش اور قرارگاہ، ٹھہری ہوئی اور ثابت و مضبوط بنایا جس پر تم چلو پھرو رہو سہو اٹھو بیٹھو سوؤ جاگو۔ حالانکہ یہ زمین خود پانی پر ہے۔ لیکن مضبوط پہاڑوں کے ساتھ اسے ہلنے جلنے سے روک دیا گیا ہے اور اس میں راستے بنا دیئے ہیں تاکہ تم ایک شہر سے دوسرے شہر کو ایک ملک سے دوسرے ملک کو پہنچ سکو۔ اسی نے آسمان سے ایسے انداز سے بارش برسائی جو کفایت ہو جائے کھیتیاں اور باغات سرسبز رہیں پھلیں پھولیں اور پانی تمہارے اور تمہارے جانوروں کے پینے میں بھی آئے۔ پھر اس سے مُردہ زمین زندہ کر دی خشکی تری سے تبدیل ہوگئی، جنگل لہلہا اٹھے پھل پھول اُگنے لگے اور طرح طرح کے خوشگوار میوے پیدا ہو گئے پھر اسے دلیل بنائی مُردہ انسانوں کے جی اٹھنے کی اور فرمایا اسی طرح تم قبروں سے نکالے جاؤ گے اس نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے۔ مختلف قسم کے حیوانات تمہارے نفع کے لئے پیدا کئے کشتیاں سمندروں کے سفر کو، چوپائے جانور خشکی کے سفر کو مہیا کر دیئے ان میں سے بہت سے جانوروں کے گوشت تم کھاتے ہو بہت سے تمہیں دودھ دیتے ہیں، بہت سے تمہاری سواریوں میں کام آتے ہیں، تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں۔ تم ان پر سواریاں لیتے ہو اور خوب مزے سے ان پر سوار ہوتے ہو، اب تمہیں چاہیے کہ جم کر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے کیسے کیسے طاقتور وجود تمہارے قابو میں کر دیئے اور یوں کہو کہ، وہ اللہ تعالیٰ پاک ذات والا ہے جس نے اسے ہمارے قابو میں کر دیا، اگر وہ اسے ہمارا مطیع نہ کرتا تو ہم اس قابل نہ تھے نہ ہم میں اتنی طاقت تھی، اور ہم اپنی موت کے بعد اسی کی

طرف جانے والے ہیں، اس آمدورفت سے اور اس مختصر سفر سے سفر آخرت یاد کرو۔ جیسے کہ دنیا کے توشے کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے آخرت کے توشے کی جانب توجہ دلائی اور فرمایا توشہ لے لیا کرو لیکن بہترین توشہ آخرت کا توشہ ہے اور دنیوی لباس کے ذکر کے موقع پر اخروی لباس پر متوجہ کیا اور فرمایا لباس وتقویٰ افضل و بہتر ہے۔

(۷۸)

وَ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۴﴾ وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَ لَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ (زخرف: ۸۴۔۸۷)

ترجمہ: "وہی آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی وہی قابل عبادت ہے اور وہ بڑی حکمت والا اور پورے علم والا ہے۔ اور وہ بہت برکتوں والا ہے۔ جس کے پاس آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی بادشاہت ہے۔ اور قیامت کا علم بھی اسی کے پاس ہے اور اسی کی جانب تم سب لوٹائے جاؤ گے۔ جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، ہاں (مستحق شفاعت وہ ہیں) جو بات کا اقرار کریں اور انہیں علم بھی ہو۔ اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں۔"

تشریح: پھر ذات حق کی بزرگی اور عظمت وجلال کا مزید بیان ہوتا ہے کہ زمین وآسمان کی تمام مخلوقات اس کی عابد ہے اس کے سامنے پست اور عاجز ہے۔ وہ حکیم وعلیم ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ وہی ہے۔ ہر پوشیدگی اور ظاہر کو اور تمہارے ہر ہر عمل کو جانتا ہے۔ وہ سب کا خالق و مالک سب کا رچانے اور بنانے والا سب پر حکومت اور سلطنت رکھنے والا بڑی برکتوں والا ہے۔ وہ تمام عیبوں سے کل نقصانات سے پاک ہے۔ وہ سب کا مالک ہے بلندیوں اور عظمتوں والا ہے، کوئی نہیں جو اس کا حکم ٹال سکے کوئی نہیں جو اس کی مرضی بدل سکے ہر ایک پر قابض وہی ہے۔ ہر ایک کام اس کی قدرت کے ماتحت ہے قیامت کے آنے کے وقت کو وہی جانتا ہے۔ اس کے سوا کسی کو اس کے آنے کا ٹھیک وقت معلوم نہیں ساری مخلوق اسی کی طرف لوٹائی جائے گی وہ ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ دے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کفار کے معبودان باطلہ جنہیں یہ اپنا سفارشی خیال کئے بیٹھے ہیں ان میں سے کوئی بھی سفارش کے لیے آگے بڑھ نہیں سکتا، کسی کی شفاعت انہیں کام نہ آئے گی لیکن جو شخص حق کا اقراری اور شاہد ہو اور وہ خود بھی بصیرت وبصارت پر یعنی علم ومعرفت والا ہو اسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیک لوگوں کی شفاعت کارآمد ہوگی۔ ان سے اگر تو پوچھے کہ ان کا خالق کون ہے؟ تو یہ اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ افسوس کہ خالق اسی ایک کو مان کر پھر عبادت دوسروں کی بھی کرتے ہیں جو محض مجبور اور بالکل بے قدرت ہیں اور کبھی اپنی عقل کو کام میں نہیں لاتے کہ جب پیدا اسی ایک نے کیا تو ہم دوسرے کی عبادت

کیوں کریں؟ جہالت وغباوت کند ذہنی اور بے وقوفی اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایسی سیدھی سی بات مرتے دم سمجھ میں نہ آئی، بلکہ سمجھانے سے بھی نہ سمجھے اسی لئے تعجباً ارشاد ہوا کہ اتنا مانتے ہوئے پھر کیوں اوندھے ہوئے جاتے ہو۔

(٧٩)

اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَ فِيْ خَلْقِكُمْ وَ مَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ (جاثیہ: ۳-۶)

ترجمہ: ”آسمانوں اور زمین میں ایمان داروں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری پیدائش میں اور ان جانوروں کے پھیلانے میں یقین رکھنے والی قوم کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں اور رات دن کے بدلنے میں اور جو کچھ روزی اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل فرما کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ (اس میں) اور ہواؤں کے بدلنے میں بھی ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں نشانیاں ہیں۔ یہ ہیں اللہ کی آیتیں جنہیں ہم آپ کو راستی سے سنا رہے ہیں پس اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ہدایت فرماتا ہے کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کریں۔ اللہ کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں پھر ان کا شکر بجالائیں۔ دیکھیں کہ اللہ کتنی بڑی قدرتوں والا ہے۔ جس نے آسمان وزمین اور مختلف قسم کی تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ فرشتے، جن، انسان، چوپائے، پرند، جنگلی جانور، درند، کیڑے پتنگے سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سمندر کی بیشمار مخلوق کا خالق بھی وہی ایک ہے دن کو رات کے بعد اور رات کو دن کے پیچھے وہی لا رہا ہے۔ رات کا اندھیرا دن کا اجالا اسی کے قبضے کی چیزیں ہیں۔ حاجت کے وقت اندازے کے مطابق بادلوں سے پانی وہی برساتا ہے۔ رزق سے مراد بارش ہے اس لئے کہ اسی سے کھانے کی چیزیں اگتی ہیں۔ خشک بنجر زمین سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی پیداوار اگاتی ہے۔ شمالی جنوبی پروا پچھوا تر وخشک کم وبیش رات اور دن کی ہوائیں وہی چلاتا ہے۔

بعض ہوائیں بارش کو لاتی ہیں۔ بعض بادلوں کو پانی والا کر دیتی ہیں۔ بعض روح کی غذا بنتی ہیں۔ اور ان کے سوا اور کاموں کے لیے چلتی ہیں۔ پہلے فرمایا کہ اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں، پھر یقین والوں کے لیے فرمایا، پھر عقل والوں کے لیے فرمایا، یہ ایک عزت والے حال سے دوسرے عزت والے حال کی طرف ترقی کرنا ہے۔ اسی کے مثل سورہ بقرہ کی آیت ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ...... الخ﴾ ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک طویل اثر وارد کیا ہے اس میں انسان کو چار قسم کے اخلاط سے پیدا کرنا بھی ہے، مطلب یہ ہے کہ قرآن جو حق کی طرف سے نہایت صفائی اور وضاحت سے نازل ہے۔ اس کی آیتیں تجھ پر تلاوت کی جارہی ہیں جسے یہ سن رہے ہیں اور پھر بھی نہ ایمان لاتے ہیں، نہ عمل کرتے ہیں، تو پھر آخر ایمان کس چیز پر لائیں گے۔

(۸۰)

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ (جاثیہ: ۱۲-۱۳)

ترجمہ: ”اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے دریا کو تابع بنا دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر بجالاؤ اور آسمان و زمین کی ہر ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے تابع کر دیا ہے جو غور کریں یقیناً وہ اس میں بہت سی نشانیاں پالیں گے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں بیان فرما رہا ہے کہ اسی کے حکم سے سمندر میں اپنی مرضی کے مطابق سفر طے کرتے ہو بڑی بڑی کشتیاں مال سے اور سواری سے لدی ہوئی اِدھر سے اُدھر لے جاتے ہو۔ تجارتیں اور کمائی کرتے ہو۔ یہ اس لیے بھی ہے کہ شکر خدا بجالاؤ، نفع حاصل کر کے رب کا احسان مانو۔ پھر اس نے آسمان کی چیز جیسے سورج، چاند، ستارے اور زمین کی چیز جیسے پہاڑ نہریں اور تمہارے فائدے کی بیشمار چیزیں تمہارے لیے مسخر کر دیں۔ یہ سب اس کا فضل احسان انعام واکرام ہے اور اسی ایک کی طرف سے ہے۔ جیسے ارشاد ہے: یعنی تمہارے پاس جو نعمتیں ہیں سب اللہ کی دی ہوئی ہیں۔ اور اب بھی تم سختی کے وقت اس کی طرف گڑ گڑاتے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہر چیز اللہ ہی کی طرف سے ہے اور یہ نام اس میں نام ہے اس کے ناموں میں سے۔ پس یہ سب اسی کی جانب سے ہے۔ کوئی نہیں جو اس سے چھینا جھپٹی یا جھگڑا کر سکے۔ ہر ایک اس یقین پر ہے کہ وہ اسی طرح ہے۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ مخلوق کس چیز سے بنائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا نور سے اور آگ سے اور اندھیرے سے اور مٹی سے، اور کہا جاؤ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اگر دیکھو تو ان سے بھی دریافت کر لو۔ اس نے آپ سے بھی پوچھا۔ یہی جواب پایا۔ پھر فرمایا واپس ان کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ یہ سب کس چیز سے پیدا کئے گئے وہ لوٹا اور سوال کیا تو آپ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ غور وفکر رکھنے والوں کے لیے اس میں بھی بہت نشانیاں ہیں۔

(۸۱)

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَ لَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۪ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۷﴾ (جاثیہ: ۳۶-۳۷)

ترجمہ: ”پس اللہ کی تعریف ہے جو آسمانوں اور زمین اور تمام جہان کا پالنہار ہے۔ تمام (بزرگی اور) بڑائی آسمانوں اور زمین میں اسی کی ہے اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔“

تشریح: اب ارشاد فرماتا ہے کہ تمام حمد زمین و آسمان، اور ہر چیز کے مالک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو کل جہان کا پالنہار ہے۔ اسی کی کبریائی یعنی سلطنت اور بڑائی آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ بڑی عظمت و بزرگی والا ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے۔ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ جل وعلا فرماتا ہے عظمت میرا تہبند ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو شخص ان میں سے کسی کو بھی مجھ سے لینا چاہے گا میں اسے جہنم رسید کروں گا یعنی بڑائی اور تکبر کرنے والا دوزخی ہے۔ وہ عزیز ہے یعنی غالب ہے۔ جو کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہونے کا کوئی نہیں جو اس پر روک ٹوک کر سکے اس کے سامنے پڑ سکے وہ حکیم ہے اس کا کوئی قول کوئی فعل اس کی شریعت کا کوئی مسئلہ اس کی لکھی ہوئی تقدیر کا کوئی حرف حکمت سے خالی نہیں وہ بلندی اور برتری والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی مسجود۔

(۸۲)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوۡرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱﴾ ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنۡدَہٗ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تَمۡتَرُوۡنَ ﴿۲﴾ وَ ہُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ یَعۡلَمُ سِرَّکُمۡ وَ جَہۡرَکُمۡ وَ یَعۡلَمُ مَا تَکۡسِبُوۡنَ ﴿۳﴾ (الانعام: ۱۔۳)

ترجمہ: ”تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا پھر بھی کافر لوگ (غیر اللہ کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں وہ ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر ایک وقت معین کیا اور (دوسرا) معین وقت خاص اللہ ہی کے نزدیک ہے۔ پھر بھی تم شک رکھتے ہو۔ اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی، وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتا ہے اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے نفس کریمہ کی مدح فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ گویا کہ بندوں کو حمد کرنا سکھلا رہا ہے۔ دن میں نور کو اور رات میں تاریکی کو اپنے بندوں کے لیے ایک منفعت قرار دیتا ہے۔ یہاں لفظ نور کو واحد لایا گیا ہے اور ظلمات کو جمع لایا گیا ہے کیونکہ اشرف چیز کو واحد ہی لاتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَ الشَّمَآئِلِ﴾ اور ﴿اَنَّ ہٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ﴾ یہاں بھی یمین واحد ہے اور شمائل جمع ہے اور اپنے راستے کو لفظ سبیل کہہ کر واحد لایا ہے اور غلط راستوں کو سُبُل کہہ کر جمع لایا ہے۔ غرض یہ کہ باوجود اس کے بعض بندے کفر کرتے ہیں اور اس کے لیے شریک وعدیل قرار دیتے ہیں۔ اس کے بیوی اور بچے بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان باتوں سے منزہ ہے۔ پھر فرماتا ہے

اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے تھے اور مٹی ہی نے ان کے گوشت پوست کی شکل اختیار کی۔ پھر ان ہی سے لوگ پیدا ہو کر مشرق و مغرب میں پھیل گئے پھر آدم علیہ السلام نے اپنی عمر پوری کی اور اپنے مقررہ وقت موت تک آن پہنچے۔ اجل خاص انسان کی عمر رواں ہے اور اجل عام سے مراد ساری دنیا کی عمر ہے۔ یعنی دنیا کے ختم ہونے اور زوال پذیر ہونے تک اور دار آخرت کا وقت آنے تک۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ پہلی اجل سے مراد مدتِ دنیا ہے اور اجل مسمّٰی سے مراد عمر انسان تا بوقت مرگ ہے۔ گویا کہ وہ اللہ کے اس قول سے ماخوذ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم ... الخ﴾ یعنی وہ رات میں تم کو مار دیتا ہے۔ اور دن میں تم جو کچھ کرتے ہو اسے جانتا ہے۔ اور رات میں تو تم کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ یعنی نیند میں ہوتے ہو جو قبض روح کی شکل میں ہے۔ اور پھر جاگتے ہو تو اپنے ساتھیوں کے پاس گویا واپس آ جاتے ہو، اس وقت کو سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا جیسے کہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ اس کا علم خدا ہی کو ہے۔ اس کا وقت خدا کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا اور اسی طرح یہ قول باری ہے کہ اے نبی! تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ سو تمہیں اس کی کیا خبر۔ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ پھر آیت زیر ذکر میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم قیامت کے بارے میں شک کرتے ہو، وہی آسمانوں اور زمینوں کا خدا تمہاری چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے اور کھلی باتوں کو بھی اور تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اچھی طرح واقف ہے۔

(۸۳)

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۞ (الانعام:٦)

ترجمہ: "کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے دنیا میں ایسی قوت دی تھی کہ تم کو وہ قوت نہیں دی اور ہم نے ان پر خوب بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے نیچے سے نہریں جاری کیں۔ پھر ہم نے ان کو گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کر دیا۔"

تشریح: اللہ انہیں سمجھا رہا ہے اور ڈرا رہا ہے کہ پہلے کے لوگوں نے جو اُن سے زیادہ قوی اور کثیر التعداد تھے اور اموال و اولاد بھی زیادہ رکھتے تھے، دولت و حکومت بھی حاصل تھی، پھر بھی انہیں کیسا عذاب و نکال پہنچا تھا۔ اسی قسم کے عذاب سے تمہیں بھی سابقہ پڑ سکتا ہے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے، جو دنیا میں بڑی قدرت رکھتے تھے، کہ ایسے اموال و اولاد و اعمار اور ایسی شان و شوکت تمہیں نصیب ہی نہیں، آسمان سے ہم ان کے لئے پانی برساتے تھے کبھی انہیں قحط سے سابقہ نہیں پڑا۔ ہم نے باغات چشمے اور نہریں دے رکھی تھیں اور اس سے مقصد انہیں فقط ڈھیل دینا تھا پھر ان کے گناہوں اور

نافرمانیوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا۔ اور ان کی جگہ پر دوسری قومیں آباد کیں۔ پہلے لوگ تو جانے والے دن کی طرح چلے گئے اور داستان بن کر رہ گئے۔ لیکن ان بعد کے لوگوں نے بھی پہلے کے لوگوں کی طرح عمل کیا اور سابقہ لوگوں کی طرح یہ بھی ہلاک ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ اے لوگو! اس بات سے ڈرو کہ تمہیں بھی کہیں ایسے ہی حالات سے سابقہ نہ پڑے۔ تم سے نمٹنا خدا کے لیے ان سے زیادہ اہم کام تو نہیں۔ تمہارا رسول جس کی تم تکذیب کر رہے ہو تو یہ تو ان کے رسول سے بھی زیادہ اکرم ہے اس لیے اگر اللہ خاص طور پر مہربانی و احسان نہ کرے تو تم زیادہ عقوبت کے مستحق ہو۔

(۸۴)

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ (الانعام: ۱۷-۱۸)

ترجمہ: "اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور وہی اللہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہ مالک مضرت و نفع ہے اپنی مخلوقات میں جیسا چاہے تصرف کرے، اس کی حکمت کو نہ کوئی پیچھے ڈالنے والا ہے نہ اس کی قضا کو کوئی روکنے والا ہے۔ اگر وہ مضرت کو روک دے تو کوئی جاری کرنے والا نہیں اور خیر کو جاری کر دے تو کوئی روکنے والا نہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ .... الخ﴾ یعنی خدا جسے جو رحمت دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا، اور جس سے وہ روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ یعنی وہ خدا وہ ہے جس کے لیے لوگوں کے سر جھک گئے ہیں۔ ہر شے پر وہ غالب ہے اس کی عظمت و کبریائی اور علو قدر کے سامنے سب پست ہیں۔ اس کا ہر فعل حکمت پر مشتمل ہے وہ مواضع اشیاء سے باخبر ہے۔ اگر وہ کچھ دیتا ہے تو مستحق ہی کو دیتا ہے، اور روک دیتا ہے تو غیر مستحق سے روک دیتا ہے۔

(۸۵)

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَ يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ

لِيُقْضٰى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾

(الانعام: ۵۹-۶۰)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، (خزانے) ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے۔ اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے، اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو (ایک گونہ) قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے پھر تم کو جگا اٹھاتا ہے تاکہ میعاد معین تمام کردی جائے پھر اسی کی طرف تم کو جانا ہے پھر تم کو بتلائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔"

تشریح: پھر ارشاد باری ہے کہ غیب کی باتیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ غیب کی باتیں پانچ ہیں، وہ یہ کہ قیامت کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دوسرے پانی کا برسنا۔ تیسرے یہ کہ حمل میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ چوتھے یہ کل کوئی شخص کیا کرنے والا ہے پانچویں یہ کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس مقام میں مرے گا۔ اللہ ہی ان باتوں سے خبردار ہے۔

حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک وقت ایک اعرابی کی شکل وصورت میں آپ ﷺ کے پاس آئے اور ایمان واسلام واحسان کے بارے میں آپ ﷺ سے سوالات کیے تو نبی کریم ﷺ نے جواب کے ضمن میں فرمایا تھا کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں پھر آیت تلاوت کی ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ.... الخ﴾ اور ﴿وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ یعنی اس کا علم کریم جمیع موجودات بری و بحری پر محیط ہے۔ زمین اور آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں، صرصری نے کیا خوب کہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی ذرّہ بھی مخفی نہیں رہ سکتا، خواہ دیکھنے والوں سے کوئی چیز کھلی رہے یا ڈھکی رہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ جب وہ جمادات تک کی حرکات کو جانتا ہے تو پھر حیوانات اور خصوصاً جن وانس کی حرکات واعمال کو کیسے نہ جانے گا جب کہ وہ مکلّف بھی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَ مَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ بر و بحر کے ہر شجر تک پر ایک فرشتہ موکل ہے جو پتوں کے گرنے تک کی یادداشت رکھتا ہے۔ کتاب لوح محفوظ میں ہر رطب و یابس ہر سیدھی ٹیڑھی بات اور زمین کی تاریکیوں کے اندر کا ایک ایک ذرہ تک لکھا ہوا ہے، ہر درخت بلکہ سوئی کے ناکے پر بھی فرشتہ مقرر ہے یعنی لکھتا ہے کہ کب یہ تروتازہ ہوا اور کب سوکھ گیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ اللہ نے دوات کو پیدا کیا اور الواح پیدا کئے اور دنیا میں تمام ہونے والے امور درج کئے کہ کیسی مخلوق پیدا ہوگی، رزق اس کو حلال ملے گا یا حرام، عمل اس کا نیک ہوگا یا بد۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تیسری زمین سے نیچے اور چوتھی کے اوپر کے جنات نے تمہارے لیے ظاہر ہونا چاہا لیکن ان کا نور اور روشنی کسی زاویہ سے بھی تمہیں دکھائی نہ دے سکی یہ اللہ تعالیٰ کی خواتیم ہیں کہ ہر خاتم پر ایک فرشتہ ہے اللہ تعالیٰ ہر روز ایک فرشتہ کو بھیج کر کہتا ہے کہ جو خاتم تیرے حوالے ہے اس کی حفاظت کر۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو رات کے وقت بوقت خواب وفات دیتا ہے اور یہ وفات اصغر ہے جیسا کہ فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تمہیں اٹھا لینے والا ہوں۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موت

کے وقت نفوس کو وفات دے دیتا ہے اور جو بحالت خواب مرنہیں جاتے ہیں وہ ایسے نفوس ہوتے ہیں ان پر طاری ہونے والی موت روک دی جاتی ہے۔ اوران پر دوسری موت بھیجی جاتی ہے یعنی نیند اور یہ مقررہ موت تک ہوتا رہتا ہے۔ اس آیت میں دو وفاتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک موت کبریٰ دوسری موت صغریٰ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہ رات کے وقت تم کو وفات دے دیتا ہے تم کاروبار سے رک جاتے ہو لیکن دن میں تم اپنے کام میں لگے رہتے ہو اور وہ تمہارے دن بھر کے اعمال کو جانتا ہے، یہ ایک جملہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اپنی مخلوق پر کیسا محیط ہے رات کے وقت حالت سکون میں اور دن میں بحالت حرکات۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۭ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ یعنی چھپا وکھلا رات کا یا دن کا سب امور کا اسے علم ہے۔ اور فرمایا ﴿وَمِنۡ رَّحۡمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ..... الخ﴾ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تمہارے لیے دن اور رات بنایا تاکہ رات میں سکون حاصل کرو اور دن میں کماؤ کھاؤ اور فرمایا کہ ہم نے رات کو تمہارے لیے لباس بنایا اور دن کو طلب معاش کا وقت۔ اسی لیے آیت زیر ذکر میں فرماتا ہے کہ رات کو وہ مار دیتا ہے اور دن میں جو اعمال تم نے کر رکھے ہیں انہیں جانتا ہے۔ پھر اس ظاہری موت کے بعد دن کے وقت پھر تمہیں جیتا جاگتا اٹھاتا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جب وہ سو جائے تو اس کے نفس کو لے لیتا ہے۔ اور اللہ کے پاس لے جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ روک رکھ تو روک لیتا ہے ورنہ پھر اس کے جسم میں واپس کر دیتا ہے۔ ﴿هُوَ الَّذِيۡ يَتَوَفّٰٮكُمۡ﴾ کا یہی مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یعنی ہر شخص کا مقررہ وقت پورا ہو جانے پر اس کی جان خدا تعالیٰ کے پاس پہنچا دی جاتی ہے۔ اللہ پاک اس کو بتلا دیتا ہے کہ تو کیا عمل کرتا تھا اور پھر اس کا بدلہ دیتا ہے خیر ہو تو خیر کا بدلہ بد ہے تو بد اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ﴾ یعنی وہ ہر چیز پر غالب ہے اور ہر شے اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے اس نے انسان پر ملائکہ مقرر کر رکھے ہیں جو اس کی ہر آن حفاظت کرتے ہیں جیسے فرمایا کہ انسان کے آگے پیچھے فرشتے ہوتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّ عَلَيۡكُمۡ لَحٰفِظِيۡنَ﴾ اور فرمایا ﴿اِذۡ يَتَلَقَّى الۡمُتَلَقِّيٰنِ.... الخ﴾ اور فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ جاتی ہے ہمارے ملائکہ اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ملک الموت کے کئی فرشتے مددگار ہیں جو جسم سے روح کھینچتے ہیں۔ اور جب حلق تک وہ روح آ پہنچتی ہے تو ملک الموت قبض کر لیتے ہیں پھر فرمایا یعنی وہ روح متوفی کی حفاظت میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ پھر اس کو وہاں پہنچا دیتے ہیں جہاں اللہ کی مرضی ہوتی ہے۔ اگر وہ نیک ہو تو علیین میں جگہ دی جاتی ہے اور اگر فاجر ہو تو سجین میں۔ جو دوزخ کا طبقہ ہے، خدا کی پناہ۔ پھر یہ ملائکہ ان روحوں کو اپنے مولائے حق کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

یہاں ہم ایک حدیث ذکر کرتے ہیں جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مرنے والے کے پاس ملائکہ آتے ہیں، اگر وہ مرد صالح ہو تو کہتے ہیں کہ آ جا اے نفس طیبہ تو تو جسد طیب میں تھا۔ دنیا سے محمود واپس آ۔ تجھ کو جنت کے روح وایمان کی خوش خبری ہے، خدا تجھ سے ناراض نہیں۔ جب یہ مسلسل کہتے رہتے ہیں تو روح جسم سے نکل آتی ہے وہ اسے لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں آسمان کا دروازہ اس کے لیے کھل جاتا ہے پوچھا جاتا ہے، کون ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں کی روح ہے۔ تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ مرحبا اے نفس طیبہ تو جسم طیب میں تھا۔ تجھے خوش خبری ہے یہاں تک کہ وہ اسے لے کر

اس آسمان تک پہنچتے ہیں جہاں اللہ پاک ہے اور اگر وہ جان بدکار کی جان ہے تو کہتے ہیں کہ اے خبیث جسم میں رہنے والی خبیث جان، نکل ذلیل بن کر، تجھے حمیم وغساق کی خوشخبری ہے اور تیرے لیے اسی پیپ اور آب گرم کی طرح اور دوسرے عذاب بھی ہیں۔ بار بار کہنے کے بعد جب وہ نکلتی ہے تو اسے لے کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ دروازہ کھل جاتا ہے پوچھا جاتا ہے کون ہے؟ کہا جاتا ہے فلاں۔ تو فرشتے کہتے ہیں لعنت ہے تجھ پر اے نفس خبیثہ! تیرے لیے آسمان کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ پھر وہ جان اپنی قبر کی طرف واپس کر دی جاتی ہے اور محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ ﴿ثُمَّ رُدُّوْا﴾ یعنی ساری مخلوق کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی طرف رد کیا جائے گا اور اللہ پاک حسب انصاف ان پر حکم صادر فرمائے گا جیسا کہ فرمایا ﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝﴾ اور پھر وارد ہے ﴿وَ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ یعنی اولین و آخرین سب کو بروز قیامت جمع کیا جائے گا۔ ہم سب کو اٹھائیں گے۔ کسی کو نہیں چھوڑیں گے اور اللہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ وہ مولائے حق ہے حکم صرف اسی کا چلتا ہے۔ وہ بہت جلد سب کا حساب لے گا۔

﴿۸۶﴾

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ (الانعام ۶۳-۶۵)

ترجمہ: ”آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے نجات دیتا ہے۔ تم اس کو پکارتے ہو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے، کہ اگر تو ہم کو ان سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے، تم پھر بھی شرک کرنے لگتے ہو۔ آپ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھا دے۔ آپ دیکھیے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔“

تشریح: اللہ اپنے بندوں پر احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ ہم نے برو بحر کی تاریکیوں سے ان پریشان حالوں کو کیسے نجات دی جب کہ بڑی مشکلات اور بحری گرداب میں پھنس گئے تھے جہاں مخالف ہوائیں چل رہی تھیں، اور اس وقت وہ دعا کے لیے خدائے واحد کو مخصوص کر رہے تھے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا کہ جب تمہیں سمندر میں کسی مضرت سے سابقہ پڑتا ہے تو اس وقت یہ سارے شرکاء کو بھول

جاتے ہیں کوئی بت یاد نہیں آتا اور یاد آتا ہے تو صرف اللہ۔ قول پاک ہے کہ تمہارا خدا وہی خدا تو ہے جو بحر و بر میں لے چلتا ہے اور جب جہاز خوشگوار اور موافق ہوا کے ساتھ چلتے ہیں تو بڑے خوش رہتے ہو اور جب باد مخالف چلتی ہے اور ہر طرف سے موجیں ٹکرا دیتی رہتی ہیں اور یقین ہو جاتا ہے کہ اب تو موت میں گھر گئے تو بڑے خلوص سے اللہ کو پکارتے ہیں کہ اے اللہ اگر اس مصیبت سے تو ہمیں نجات بخشے گا تو ہم بہت شکر گزار بندے بنیں گے۔ اور ارشاد ہوتا ہے کہ غور تو کرو کہ بحر و برّ کی تاریکیوں میں تمہیں سیدھی راہ کون چلاتا ہے۔ اور خوش آئند ہواؤں کو اپنی رحمت سے کون بھیجتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے جسے تم نے شریک بنا لیا ہو۔ اور یہ آیت کریمہ ظلمات بحر و برّ سے کون نجات دیتا ہے جس کو تم سرّا اور علانیۃً پکارتے ہو کہ اگر تو ہمیں نجات دے تو ہم شکر گزار بنیں گے۔ کہہ دو کہ اللہ ہی نے تمہیں اس سے اور ہر درد و کرب سے نجات بخشی ہے۔ لیکن تم بھی خوش حالی میں بتوں کو اس کا شریک بناتے ہو۔ اللہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب نازل فرمائے جیسا کہ سورۂ سبحان میں ہے کہ تمہارا رب ہی جہازوں کو سمندر میں چلاتا ہے۔ تاکہ تم دولت کماؤ۔ وہ تم پر رحیم و کریم ہے۔ اور جب تمہیں کوئی سمندر کے خطرات سے بچا کر خشکی پر لا کھڑا کرتا ہے تو خدا سے اعراض کر جاتے ہو۔ انسان بڑا ہی ناشکر گزار ہے زمین پر آنے کے بعد کیا تم بچ گئے وہ چاہے تو پانی میں ڈبونے کی طرح کیا زمین کے اندر بھی تمہیں نہیں دھنسا سکتا یا تم پر آسمان سے پتھراؤ ہو جائے اور پھر کوئی تمہارا مددگار نہ ہو وہ تمہیں پھر سمندر کا سفر کرا کے اور باد مخالف کو بھیج کر تمہیں غرق کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ چاہے تو تمہارے سر کے اوپر سے یا تمہارے پیروں تلے ہی سے تم پر عذاب بھیج دے۔ یہ مشرکین سے خطاب تھا۔

مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ تنبیہ امت محمد ﷺ کے لیے ہے۔ یہاں ہم چند احادیث ذکر کریں گے جو اسی سے متعلق ہیں۔ بھروسہ خدا ہی پر ہے، بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مندرجہ بالا کے بارے میں فرمایا کہ (یَلْبِسَکُمْ) یعنی تم فرقے بن بن کر آپس میں تفرقہ بندیاں کرنے لگو اور ایک دوسرے سے لڑ بیٹھو یعنی اللہ چاہے تو تمہیں ایسے عذاب میں بھی مبتلا فرما سکتا ہے۔ جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری یعنی ﴿عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ﴾ والی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اَعُوْذُ بِوَجْهِکَ) اور ﴿ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ﴾ کے وقت بھی فرمایا (اَعُوْذُ بِوَجْهِکَ) یعنی اے اللہ تیری پناہ۔ اور جب ﴿اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا.... الخ﴾ سنا تو فرمایا یہ نسبتاً سہل ہے۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ..... الخ﴾ تو آپ ﷺ نے فرمایا (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ) پھر ﴿مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ﴾ سن کر بھی فرمایا (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ) پھر ﴿یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا﴾ سن کر فرمایا یہ آسان تر ہے۔ اگر اس پر بھی آپ ﷺ پناہ مانگتے تو مانگ سکتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ اس آیت کو سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات ہو کر رہے گی اور ابھی تک ہوئی نہیں ہے۔

ایک حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ہم نبی ﷺ کے ساتھ چلے اور مسجد بنی معاویہ میں آئے وہاں آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر آپ ﷺ دیر تک رب عزوجل سے مناجات میں مصروف رہے پھر فرمانے لگے کہ میں نے تین باتوں کی خدا سے درخواست کی تھی کہ میری امت فرعونیوں کی طرح غرق ہو کر تباہ نہ ہو اور قحط سے ہلاک نہ ہو اور ان کے گروہوں کے اندر جنگ برپا نہ ہو جائے تو پہلی دو باتیں تو منظور کر لی گئیں اور تیسری بات نامنظور کی گئی۔

جابر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مقام بنی معاویہ میں آئے جو انصار کا ایک گاؤں ہے۔ اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری اس مسجد میں نبی ﷺ نے کہاں نماز پڑھی تھی؟ میں نے کہا، ہاں۔ اور ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر پوچھا وہاں آپ ﷺ نے کن تین باتوں کی دعاء کی تھی۔ میں نے کہا، ہاں، آپ ﷺ نے دعا کی تھی کہ کوئی دشمن میری امت پر غالب نہ ہو اور قحط انہیں ہلاک نہ کرے تو یہ دونوں باتیں منظور کر لی گئیں، اور یہ بھی دعا کی تھی کہ ان کی آپس میں جنگ نہ ہو تو یہ دعا قبول نہ ہوئی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ تم نے ٹھیک کہا۔ چنانچہ قیامت تک مسلمانوں کی آپس میں جنگیں ہوتی رہیں گی۔

معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو کہا گیا کہ ابھی چلے گئے ہیں جہاں جاتا کہا جاتا کہ ابھی یہاں سے چلے گئے۔ حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کو ایک جگہ نماز پڑھتے دیکھا میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے بہت لمبی نماز پڑھی نماز کے بعد میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے بڑی لمبی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں صلوٰۃ خوف و رغبت پڑھ رہا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنی تین دعاؤں کا ذکر فرمایا۔

خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ بنی زہرہ سے روایت ہے جو بدر میں نبی ﷺ کے ساتھ حاضر تھے، کہتے ہیں کہ ایک دن میں تمام رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ جب آپ ﷺ نے نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آج آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، یہ نماز امید و رجا کی تھی جس کے بعد میں نے خدا سے تین باتوں کی درخواست کی تھی۔ اس کے بعد پوری حدیث مذکور ہے۔

شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے لیے زمین کے مشرق و مغرب قریب کر دیئے گئے اور یہ کہ میری امت ان سب پر مالک ہو جائے گی اور مجھے دونوں خزانے دیئے گئے ہیں۔ خزانہ ابیض بھی اور خزانہ احمر بھی۔ اور میں نے سوال کیا تھا کہ اس کے ساتھ اے خدا یہ بھی ہو کہ میری امت قحط سے نہ مرے اور نہ کوئی دشمن ان پر ایسا مسلط ہو کہ عمومی ہلاکت لا ڈالے اور ان میں گروہ بندی نہ ہو جائے کہ ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! میں نے جو تقدیر قائم کر دی وہ ہو کر رہے گی۔ میں نے تمہاری دونوں باتیں تو منظور کیں لیکن تمہاری امت بعض کو بعض ہلاک کرے گی یا قید کیا کرے گی۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اگر اپنی امت پر خوف ہے تو گمراہ اماموں اور سرداروں کا ہے جب ایک بار میری امت میں تلوار چل پڑے گی تو پھر نہ رکے گی اور قیامت تک آپس میں جنگ و جدال کا سلسلہ قائم رہے گا۔

نافع بن خالد خزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جو کہ اصحاب رسول ﷺ سے تھے اور بیعت رضوان تحت الشجر میں سے تھے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی، لوگ آپ ﷺ کو گھیرے ہوئے تھے آپ نے ہلکی نماز پڑھی لیکن رکوع و سجود کامل کیا لیکن جب جلوس کیا تو جلوس بہت طویل تھا۔ حتیٰ کہ ہم میں سے بعض، بعض کو اشارہ کرنے لگے کہ شاید آپ ﷺ پر وحی اتر رہی ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں، میں صلوٰۃ رغبت و ہیبت پڑھ رہا تھا پھر ان تینوں باتوں کی پوری حدیث درج ہے۔ وہ یہ حدیث سنا چکے تو میں نے کہا کیا تمہارے باپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ تو کہا ہاں، حضرت محمد ﷺ کی زبان سے سنا ہے اور اپنی ان دس انگلیوں کے برابر دس دفعہ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خدائے عزوجل سے دعا کی تھی کہ میری امت کو چار چیزوں سے دور رکھ۔ چنانچہ دو باتوں سے اللہ تعالیٰ نے میری امت کو محفوظ رکھا اور دو سے نہیں رکھا۔ میں نے دعا کی تھی کہ میری امت پر آسمان سے پتھراؤ نہ ہو اور اہل فرعون کی طرح وہ غرق ہو کر نہ مریں اور ان میں تفرقہ گیری نہ ہو اور یہ کہ وہ ایک دوسرے سے جنگ نہ کریں، تو اللہ تعالیٰ نے پتھراؤ نہ ہونے اور غرق سے محفوظ رہنے کی دعائیں تو قبول کرلیں لیکن آپس میں فرقہ پسندی اور گروہ بندی اور جنگ وقتال باقی رہا، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ..... الخ﴾ تو نبی ﷺ اٹھے، وضو کیا، اور دعا مانگنے لگے کہ اے خدا! میری امت پر اوپر اور نیچے سے عذاب نازل نہ فرما اور ان میں گروہ بندی اور جنگ نہ ہو، تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد! اللہ تعالیٰ نے تمہاری امت کو آسمان سے عذاب نازل ہونے اور پاؤں تلے سے عذاب ابلنے سے محفوظ کر دیا ہے، آسمانی عذاب سے پتھراؤ مراد ہے اور پاؤں تلے کے عذاب سے زمین میں دھنس جانا مراد ہے۔ یہ چار چیزیں تھیں جن میں سے دو نبی ﷺ کی وفات سے پچیس برس بعد ہی ظاہر ہونے لگیں۔ یعنی آپس میں اختلاف رائے اور گروہ بندی اور مسلمان کی دو پارٹیوں میں جنگ وجدال رجم اور خسف سے امت محمدی ﷺ مامون ومحفوظ رکھی گئی۔ اس آیت کے بارے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں یا منبر پر چیخ چیخ کر فرماتے تھے کہ اے لوگو! تم پر اللہ کی آیت اتر چکی ہے۔ اگر عذاب آسمان سے آئے گا تو کوئی نہیں بچے گا اور اگر پاؤں تلے سے آئے گا تو تم زمین میں دھنس کر ہلاک ہو جاؤ گے اگر جماعتوں میں بٹ جاؤ گے اور آپس میں جنگ چھڑ جائے گی تو یہ سب سے بدتر بات ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس آیت ﴿عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ سے برے پیشوا مراد ہیں۔ اور ﴿تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ سے برے خادم اور برے پیرو مراد ہیں۔ یا یہ کہ امراء اور غرباء مراد ہیں، ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس صحت کی گواہی خدائے پاک کا یہ قول دیتا ہے ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ.... الخ﴾ یعنی کیا تم اس سے محفوظ ہو کہ اللہ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور وہ بھڑکنے اور ابلنے لگے یا اس بات سے محفوظ ہو کہ آسمان سے پہلے کی قوموں کی طرح پتھر برسائے۔ عنقریب تم جان لوگے کہ میری اندیشہ دہانی کتنی صحیح تھی۔

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ جب ﴿هُوَ الْقَادِرُ﴾ والی آیت اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ آپس میں تلوار لے کر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ تو لوگوں نے کہا ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں تو کسی نے کہا کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ ہم میں کا ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے جب کہ ہم صحیح معنی میں مسلمان ہوں، چنانچہ یہ آیت اتری ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ.... الخ﴾ یعنی تمہاری قوم وحی کو جھٹلائے گی حالانکہ وہ حق ہے۔ تم کہہ دو کہ میں تمہارا کوئی سر دھرا تو نہیں نہ ذمہ دار ہر بات کا ایک وقت مقرر ہے قریب میں تم کو حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔

(۸۷)

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ۬ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ

الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

(سورۃ الانعام: ۷۳)

ترجمہ: ”اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا اور جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دے گا تو ہو جا بس وہ ہو پڑے گا۔ اس کا کہنا حق اور باا ثر ہے۔ اور ساری حکومت خاص اسی کی ہوگی جب کہ صور میں پھونک ماری جائے گی وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہری چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا۔“

تشریح: اسی نے آسمانوں اور زمین کو اعتدال کے ساتھ پیدا کیا وہ ان کا مالک اور مدبر ہے۔ وہ قیامت کے روز صرف ”کُنْ“ کہے گا اور پلک جھپکنے میں سب چیزیں از خود دوبارہ وجود میں آ جائیں گی جیسا کہ فرمایا ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ہے یعنی آج سلطنت کس کی ہے، واحد قہار کی سلطنت ہے، جیسا کہ فرمایا ﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا﴾ اس روز رحمٰن کی سلطنت برحق ہے اور وہ دن کافروں پر بڑا ہی سخت ہوگا، یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسرافیل علیہ السلام صور کو منہ میں لگائے ہوئے ہیں، سر جھکائے ہوئے ہیں اور منتظر ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم صادر ہوتا ہے۔ نبی ﷺ ایک وقت اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک جب آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تو صور کو پیدا کیا اور اسرافیل علیہ السلام کو دیا جس کو وہ اپنے منہ میں لگائے ہوئے ہیں۔ آنکھیں عرش کی طرف لگی ہیں منتظر ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔ تو ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ صور کیا ہے؟ ارشاد فرمایا وہ قرنا۔ پوچھا وہ کیسا ہے، کہا بہت بڑا ہے، خدا کی قسم جس نے مجھے بھیجا اس کا عرض اتنا ہے جتنی آسمانوں اور زمین کی لمبائی۔ اس میں تین وقت پھونکا جائے گا۔ پہلی پھونک گھبراہٹ اور پریشانی پیدا کرنے والی پھونک ہوگی اور دوسری سب کو بیہوش کر دینے والی اور تیسری پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے آ کھڑا ہونے کی اللہ پاک پہلی پھونک کا حکم دے گا اس سے ساری دنیا جہاں کے لوگ گھبرا اٹھیں گے مگر جس کو اللہ مستقیم رکھے جب تک دوسرا حکم نہ ہوگا صور پھونکا جاتا رہے گا رُکے گا نہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ یعنی وہ ایک زبردست چیخ اور بہت ہی بلند آواز ہوگی پہاڑ ابر کی طرح اُڑ رہے ہوں گے اور زمین ہلنے اور جھولنے لگے گی، جیسے سمندر میں شکستہ سفینہ جس کو موجیں ہر طرف دھکیلتی رہتی ہیں۔ جیسے کسی قندیل کو جو چھت میں لٹکی ہوئی ہو ہوا جھولا دیتی رہتی ہے۔ فرمایا: ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ..... الخ﴾ ہے۔ اس روز لرزا دینے والا صور پھونکا جائے گا۔ اور اس کے بعد پھر دوسری بار پھونکا جائے گا۔ اس روز سب کے سب بے انتہا خوف زدہ ہو جائیں گے، لوگ گر پڑیں گے۔ مائیں دودھ پینے والے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے، لڑکوں پر خوف کے مارے بڑھاپا طاری ہو جائے گا۔

شیاطین جان بچانے کے خیال سے زمین کے کناروں تک بھاگ جائیں گے لیکن فرشتے مار مار کر واپس لائیں گے۔ ایک دوسرے کو پکارتا رہے گا لیکن کوئی کسی کو پناہ نہ دے سکے گا۔ سوا خدا کے۔ لوگ اسی گھبراہٹ کے عالم میں ہوں گے کہ زمین ہر طرف کے گوشے سے پھٹنے لگے گی۔ ایسا امر عظیم ظاہر ہوگا کہ کبھی نہ دیکھا گیا اور ایسا کرب و ہول لاحق ہوگا کہ اللہ ہی جانتا ہے پھر لوگ آسمان کی طرف دیکھیں گے تو اس کے پرزے اُڑ رہے ہوں گے ستارے ٹوٹ رہے ہوں گے۔ سورج اور چاند سیاہ پڑ جائیں گے۔

نبی ﷺ نے فرمایا لیکن مردوں کو اس کی خبر نہ ہوگی، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ جب فرمائے گا ﴿ففزع من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الا من شآء اللہ﴾ تو اللہ تعالیٰ کس کو مستثنیٰ فرمائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شہداء ہیں۔ فزع اور گھبراہٹ تو زندوں کو ہوا کرتی ہے۔ اور وہ زندہ تو ہیں لیکن خدا کے پاس ہیں۔ خدا انہیں رزق دیتا ہے۔ اللہ نے اس دن کے فزع سے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ کیونکہ وہ تو اللہ کا عذاب ہے اور عذاب تو اشرار خلق پر اترتا ہے اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے ﴿تذھل کل مرضعۃ..... الخ﴾ والی آیت میں پیش فرمایا ہے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے شیر خوار بچے سے غافل ہو جائے گی۔ ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا جب تک خدا چاہے وہ اس عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ طویل عرصہ تک یہ کیفیت رہے گی۔ پھر اللہ پاک بیہوشی لانے والے صور کا حکم اسرافیل کو دے دے گا۔ اس لیے سب اہل سماوات والارض بیہوش ہو جائیں گے لیکن جس کو اللہ چاہے وہ ہوش میں رہے گا۔ ملک الموت اللہ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے، اے اللہ سب مر گئے، اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے مگر پوچھے گا باقی کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، تُو باقی ہے کہ تجھے تو کبھی موت آنے والی نہیں، اور عرش اٹھانے والے ملائکہ بھی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام بھی باقی ہیں اور میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کو بھی مر جانا چاہیے تو عرش بول اٹھے گا۔ یا رب جبرئیل و میکائیل علیہما السلام بھی مر جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، زبان نہ کھولنا تحت العرش جتنے ہیں سب کو مر جانا ہے۔ ملک الموت پھر خدا سے عرض کریں گے یا رب! جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام بھی مر گئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب کون باقی ہے؟ وہ کہیں گے کہ تو باقی ہے تجھے تو موت آئے گی نہیں۔ اب میں اور عرش اُٹھانے والے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا عرش اٹھانے والوں کو بھی مر جانا چاہیے وہ بھی مر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا اب کون باقی ہے؟ عزرائیل علیہ السلام کہیں گے تُو نہ مرنے والا اور میں۔ اللہ تعالیٰ عرش کو حکم دے گا اسرافیل علیہ السلام سے صور لے لو، اور اسرافیل علیہ السلام سے کہے گا تم بھی میری مخلوق ہو تم بھی مر جاؤ۔ وہ اسی وقت مر جائیں گے اور خدائے واحد و صمد لم یلد ولم یولد کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو آسمان و زمین لپیٹ دیئے جائیں گے جیسے کہ دفتر لپیٹ دیا جاتا ہے۔ تین دفعہ اس کو کھولا اور لپیٹا جائے گا۔ پھر فرمائے گا میں جبار ہوں میں جبار ہوں میں جبار ہوں پھر تین دفعہ آواز دے گا کیا آج کے روز ہے کسی کی بادشاہت؟ کون جواب دیتا ہے۔ پھر خود ہی فرمائے گا بادشاہت اللہ واحد القہار کی ہے۔

پھر دوسرے زمین و آسمان پیدا کرے گا انہیں پھیلا دے گا اور دراز کرے گا جس میں کوئی کجی اور نقص باقی نہ رہے گا پھر مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست آواز ہوگی تو از سرنو پیدا شدہ زمین سب پہلے کی طرح ہو جائیں گے جو زمین کے اندر اور جو زمین کے باہر ہے وہ باہر۔ پھر تحت عرش سے اللہ تعالیٰ پانی نازل فرمائے گا آسمان کو حکم دے گا کہ برسے۔ چالیس دن تک پانی برستا رہے گا۔ حتیٰ کہ پانی ان پر بارہ گز بلند ہو جائے گا۔ پھر اجسام کو حکم دے گا تو وہ زمین میں سے ایسے نمودار ہونے لگیں گے جیسے نباتات اور سبزیاں اگ آتی ہیں۔ جب اجسام پہلے کی طرح مکمل ہو جائیں گے تو پہلے ملائکہ عرش زندہ کئے جائیں گے اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا کہ صور لے لو، وہ لے لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کو زندہ فرمائے گا۔ پھر ارواح بلائی جائیں گی۔ مسلمانوں کی روحیں نور کی طرح چمکتی ہوں گی اور کافروں کی روحیں تاریک رہیں گی۔ ان سب کو لے کر صور میں ڈال دیا جائے گا۔ اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ نفخۂ بعث پھونکا جائے چنانچہ زندگی کی پھونک پھونکی جائے گی تو

روحیں ایسی اچھل پڑیں گی جیسے شہد کی مکھیاں کہ زمین و آسمان ان سے بھر جائے گا۔ اب حکم باری ہوگا کہ روحیں اپنے اجسام میں داخل ہو جائیں تو دنیا کی ساری روحیں داخل ہونے لگیں گی اور نتھنوں کی راہ جسموں میں آئیں گی جیسے زہر کسی مار گزیدہ کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔ پھر زمین پھٹنے لگے گی اور لوگ اٹھ اٹھ کر اپنے رب کی طرف رخ کرنے لگیں گے اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی خدائے طلب کنندہ کی طرف سب جائیں گے۔ کافر کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا سنگین معلوم ہوتا ہے۔ لوگ برہنہ اور غیر مختون ہوں گے ایک ہی جگہ کھڑے ہوں گے۔ ستر برس یہی عالم رہے گا کہ اللہ تعالیٰ نہ انہیں دیکھے گا نہ کوئی فیصلہ کرے گا۔ لوگ آہ و گریہ کرنے لگیں گے۔ آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون آنکھوں سے بہنے لگے گا۔ لوگ اپنے پسینہ میں شرابور ہو جائیں گے۔ ٹھوڑیوں تک پسینہ پہنچا ہوا ہوگا۔ لوگ کہیں گے خدا کے پاس کسی کو شفاعت کے لئے جانا چاہیے تاکہ وہ کوئی تصفیہ کردے اب آپس میں کہنے لگیں گے کہ باپ آدم علیہ السلام کے سوا ایسا کون ہو سکتا ہے۔ جو زبان کھول سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ہاتھ سے بنایا اپنی روح ان کے اندر پھونکی اور سب سے پہلے ان سے بات کی۔ چنانچہ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان کے آگے اپنا مقصد پیش کریں گے، وہ سفارش کرنے سے انکار کر دیں گے اور کہیں گے میں اس کے شایان نہیں پھر فرداً فرداً ایک ایک نبی کے پاس آئیں گے جس کے پاس آئیں گے وہ نبی انکار کر دے گا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میرے پاس آئیں گے میں جاؤں گا اور سجدے میں فحص پر گر پڑوں گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فحص کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرش کے سامنے کا حصہ۔ اب اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجے گا۔ وہ میرا بازو پکڑ کر اٹھائے گا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں عرض کروں گا یا رب! تو نے مجھ سے شفاعت کا حق دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ یہ حق مجھے عطا فرما اور لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تم شفاعت کر سکتے ہو اور میں انسانوں کے درمیان اپنے فیصلے نافذ کر دوں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر میں واپس آ کر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا۔ ہم سب لوگ کھڑے ہی ہوں گے کہ آسمان سے ایک زور کی آواز ہوگی کہ ہم گھبرا اٹھیں گے۔ زمین جن وانس سے دُگنی تعداد میں آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے۔ وہ زمین سے قریب تر آ جائیں گے زمین ان کے نور سے چمک اٹھے گی، وہ صف بندی کر لیں گے ہم ان سے پوچھیں گے کیا اللہ پاک تمہارے اندر ہے؟ وہ کہیں گے نہیں، وہ آنے ہی والا ہے۔ فرشتے آسمان سے دوبارہ اس تعداد میں اتریں گے کہ اُترے ہوئے فرشتوں سے دُگنی تعداد میں اور جن وانس سے بھی دُگنی تعداد میں زمین ان کے نور سے چمک اٹھے گی۔ وہ قرینے سے کھڑے ہو جائیں گے۔ ہم پوچھیں گے کیا اللہ پاک تمہارے اندر ہے؟ وہ کہیں گے نہیں، وہ آنے ہی والا ہے۔ پھر تیسری دفعہ اس سے بھی دُگنی تعداد میں نزول ملائکہ ہوگا۔ اب خدائے جبار عزوجل ابر کے چتر لگائے آٹھ فرشتوں سے اپنا تخت اٹھوائے تشریف فرما ہوگا۔ حالانکہ اس وقت تو اس کا تخت چار فرشتے اٹھائے رہتے ہیں۔ ان کے قدم آخری نیچے والی زمین کی تہہ میں ہیں زمین و آسمان ان کے نصف حصہ جسم کے مقام میں ہیں۔ ان کے کندھوں پر عرش الٰہی ہے، ان کی زبانوں پر تسبیح و تحمید رہے گی وہ کہہ رہے ہوں گے۔

سبحان ذی العرش و الجبروت سبحان ذی الملک و الملکوت سبحان الحی الذی لا یموت سبحان الذی یمیت الخلائق و لا یموت سبوح قدوس قدوس قدوس سبحان ربنا الاعلی الذی یمیت الخلائق و لا یموت.

پھر اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر جلال افروز ہوگا۔ ایک آواز ہوگی، یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ! میں نے جب سے تمہیں پیدا کیا ہے۔ آج تک

خاموش تھا۔ تمہاری باتیں سنتا رہا۔ تمہارے اعمال دیکھتا رہا اب تم خاموش رہو تمہارے اعمال کے صحیفے تم کو پڑھ کر سنائے جائیں گے۔ اگر وہ اچھے ثابت ہوئے تو اللہ کا شکر کرو اور اگر خراب نکلے تو اپنے آپ کو ملامت کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم دے گا تو اس میں سے ایک تاریک ترین چمک دار صورت رونما ہوگی۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے بنی آدم! کیا میں نے حکم نہیں دے رکھا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تم میری ہی عبادت کرنا کہ یہی صراط مستقیم ہے۔ اس شیطان نے تو بہتوں کو گمراہ کیا ہے۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔ یہ وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ اب اے مجرمو! نیکوں سے الگ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اب امتوں کو الگ الگ کر دے گا۔ ارشادِ باری ہے کہ اے نبی! تم ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھو گے۔ ہر امت کے پاس اس کا نامۂ اعمال ہوگا اور آج اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے اب اللہ پاک اپنی تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ شروع کر دے گا لیکن جن وانس کا ابھی نہیں۔

اب وحوش و بہائم کے درمیان فیصلے فرمائے گا حتیٰ کہ ایک ظالم اور سینگ والی بکری کے ظلم کا بدلہ بھی دوسری بکری سے دلوائے گا۔ حتیٰ کہ جب انصاف دلوانے سے کوئی جانور بھی باقی نہ رہے گا تو ان جانوروں سے کہے گا کہ مٹی ہو جاؤ تو کافر کہنے لگیں گے کہ کاش ہم بھی اس عذاب سے بچنے کے لیے مٹی ہو جاتے۔ غرض یہ کہ اب بندوں کے درمیان فصل مقدمات ہوگا، سب سے پہلے قتل و خون کے مقدمات پیش ہوں گے، اب ہر وہ مقتول آئے گا جس کو اللہ کی راہ میں قتل کرنے والے نے قتل کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قاتل کو حکم دے گا، وہ مقتول کا سر اٹھائے گا۔ وہ سر عرض کرے گا کہ اے اللہ! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا (حالانکہ وہ خود جانتا ہے) کہ کیوں قتل کیا تھا؟ وہ غازی کہے گا اے اللہ! تیری عزت اور تیرے نام کی خاطر۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو سچ کہتا ہے، اور اس کا چہرہ نور شمس کی طرح چمکنے لگے گا۔ ملائکہ اس کو جنت کی طرف لے کر چلے جائیں گے۔ اسی طرح دوسرے مقتول بھی اپنی آنتیں سر پر لئے آئیں گے۔ اللہ ان کے قاتلوں سے بھی پوچھے گا کہ کیوں قتل کیا تھا، ان کو کہنا پڑے گا کہ اپنی شہرت و نام کی خاطر۔ تو فرمائے گا، ہلاک ہو جائے تو، غرض ہر مقتول کا مقدمہ پیش ہوگا اور انصاف ہوگا، اور ہر ظلم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے گا اور جس ظالم کو خدا چاہے عذاب دے گا اور جس پر چاہے وہ اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ پھر ساری مخلوق کا انصاف ہوگا کہ کوئی مظلوم ایسا نہ بچے گا کہ ظالم سے بدلہ نہ دلایا گیا ہو حتیٰ کہ جو دودھ میں پانی ملا کر بیچتا ہے اور کہتا ہے خالص ہے۔ اس کو بھی سزا دی جائے گی۔ اور خریدنے والے کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ اس سے بھی جب فراغت ہو جائے گی تو ایک ندا دینے والا ندا دے گا۔ اور ساری مخلوق سنے گی کہ ہر گروہ کو چاہیے کہ اپنے اپنے خداؤں کی طرف ہو جاؤ اور اپنے معبودوں کا دامن پکڑ لو۔ اب کوئی بت پرست ایسا نہ ہوگا جس کے بت اس کے سامنے ذلیل پڑے ہوئے نہ ہوں ایک فرشتہ اس دن عزیر علیہ السلام کی شکل میں آ جائے گا اور ایک فرشتہ کو عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کی صورت دی جائے گی۔ چنانچہ یہود تو عزیر علیہ السلام کے پیچھے ہو جائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے نصاریٰ ہو جائیں گے۔ پھر ان کے یہ فرضی معبود ان کو دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور وہ کہے گا کہ اگر یہ ان کے خدا ہوتے تو اپنے ماننے والوں کو دوزخ کی طرف کبھی نہ لے جاتے۔ اب یہ سب دوزخ میں دوام پذیر ہوں گے۔ اب جب کہ صرف مؤمنین باقی رہ جائیں گے جن میں منافقین بھی شامل رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا، اپنی جس ہیئت متبدّلہ میں چاہے گا، اور فرمائے گا اے لوگو! سب اپنے اپنے خداؤں سے جا ملے ہیں تم بھی جن کی عبادت کرتے تھے ان سے جا ملو تو یہ سب لوگ

مؤمنین بشمول منافقین یہ کہیں گے کہ خدا کی قسم ہمارا خدا تو تو تھا، تیرے سوا ہم کسی اور کو نہیں مانتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ ان کے پاس سے ہٹ جائے گا۔ پھر اپنی حقیقی شان میں آئے گا ان کے پاس رُکا رہے گا۔ جب تک کہ چاہے پھر سامنے آئے گا اور ارشاد فرمائے گا۔ اے لوگو! سب اپنے اپنے خداؤں سے جا ملے ہیں تم بھی اپنے معبودوں سے جا ملو۔ وہ کہیں گے اللہ کی قسم تیرے سوا ہمارا تو کوئی خدا نہیں۔ ہم تیرے سوا کسی کو نہیں پوجتے تھے۔ اب خدائے پاک اپنی ساق کھول دے گا۔ اس کی عظمت سے ان پر یہ بات روشن ہو جائے گی کہ ان کا خدا یہی ہے پھر سب کے سب سجدے میں سر کے بل گر پڑیں گے لیکن جو منافق ہوں گے وہ پیٹھ کے بل گریں گے۔ سجدے کے لیے جھک نہ سکیں گے ان کی پیٹھیں گائے کی پیٹھ کی طرح سیدھی رہیں گی۔ اب اللہ حکم دے گا کہ انہیں اٹھا لے جاؤ اب ان کے سامنے جہنم کا پل صراط آئے گا جو کسی خنجر یا تلوار کی دھار سے بھی تیز تر ہوگا اور جگہ جگہ آنکڑے اور کانٹے اور بڑی پھسلتی ہوئی اور خطرناک ہوگی۔ اس کے نیچے اور ایک پست تر پھسلواں پل بھی ہوگا۔ نیک لوگ ایسے گزر جائیں گے جیسے آنکھ جھپک جاتی ہے۔ یا بجلی چمک جاتی ہے یا تیز چلنے والی ہوا کی طرح یا تیز رَو گھوڑے یا تیز تر سواری یا تیز دوڑنے والے آدمی کی طرح کہ بعض تو پوری طرح محفوظ رہیں گے، اور نجات پا جائیں گے بعض زخمی ہو کر اور بعض کٹ کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے اور پھر جب اہل جنت جنت کی طرف بھیجے جانے لگیں گے تو کہیں گے اب ہماری شفاعت خدا کے پاس کون کرے گا۔ چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور درخواست شفاعت کریں گے تو وہ اپنے گناہ کا ذکر کریں گے اور کہیں گے کہ میں تو اس کا اہل نہیں، تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خدا کا سب سے پہلا رسول کہا جاتا ہے۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور کہیں گے میں تو اہل نہیں، اور کہیں گے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ اللہ نے انہیں اپنا خلیل کہا ہے۔ وہ بھی اپنی خطاؤں کا ذکر کریں گے اور کہیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ خدا نے ان سے آپ باتیں کی ہیں۔ اور ان پر توریت جیسی کتاب سب سے پہلے اُتاری ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر درخواست کریں گے تو وہ بھی اپنے قتل کے گناہ کا ذکر کر کے کہیں گے کہ میں بھی اس کا اہل نہیں تم روح کے پاس جاؤ وہ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی کہیں گے کہ نہیں میں اس قابل نہیں، تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اب لوگ میرے پاس آئیں گے اور خدا نے مجھے تین شفاعتوں کا حق دیا۔ اور وعدہ فرمایا ہے، اب میں جنت کی طرف چلوں گا حلقۂ باب کو کھٹکھٹاؤں گا۔ دروازۂ جنت کھلے گا مجھے خوش آمدید کہا جائے گا۔ میں جنت میں داخل ہو کر خدا کی طرف نظر اٹھاؤں گا، سجدہ میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ مجھے تحمید و تمجید کی اجازت دے گا کہ کسی کو ایسی تحمید نہیں سکھائی تھی، پھر فرمائے گا اے محمد! سر اٹھاؤ کیا شفاعت کرتے ہو! کرو! تمہاری شفاعت سنی جائے گی، تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں کہوں گا یا رب تو نے مجھے شفاعت کا حق دیا ہے۔ اہل جنت کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما کہ وہ داخلِ جنت ہو سکیں۔ تو فرمائے گا، اچھا میں نے اجازت دی، یہ لوگ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم تم جنت کے اندر اپنے مساکن اور اپنی ازواج کو اس سے جلد پہچان لو گے جتنا کہ دنیا میں پہچانتے ہو۔ ہر آدمی کو بہتر (۷۲) بیویاں ملیں گی دو اولادِ آدم میں سے اور ستر حوروں میں سے۔ ان دو کو اُن ستر حوروں پر فضیلت حاصل رہے گی، کیونکہ دنیا میں ان نیکوکار عورتوں نے اللہ کی بڑی بڑی عبادت کی تھی۔ وہ ایک کے پاس آئے گا تو وہ ایک یاقوت کے مکان میں موتیوں سے آراستہ سونے کے تخت پر بیٹھی ہوگی۔ جو سندس اور استبرق کے ستر جنتی حلّے پہنے ہوگی۔ وہ اس کے کندھے پر

ہاتھ رکھے گا تو اپنے ہاتھ کا عکس اس کے سینہ کے ورے اس کے کپڑوں، جسم اور گوشت کے ورے ہوتا ہوا دوسری طرف دکھائی دے گا۔ جسم اس قدر مصفا ہوگا کہ پنڈلی کا گودا نظر آتا ہوگا، گویا کہ تم یاقوت کی چھڑی کو دیکھ رہے ہو۔ اُس کا دل اس کے لیے آئینہ بنا ہوگا اور اس کا دل اُس کے لیے، نہ یہ اُس سے تھکے گا نہ وہ اس سے تھکے گی۔ وہ جب بھی اس عورت کے پاس آئے گا اس کو باکرہ پائے گا، نہ یہ اس سے خستگی کی شکایت کرے گا نہ وہ اس سے خستگی کی شکایت کرے گی۔ ایسے میں آواز آئے گی کہ ہمیں علم ہے کہ تم میں کسی کا جی بھرے گا نہیں۔ لیکن تیری دوسری ازواج بھی تو ہیں۔ چنانچہ وہ باری باری سے ان کے پاس آئے گا۔ اور جس کسی کے پاس وہ آئے گا، کہے گی کہ اللہ کی قسم جنت میں مجھ سے زیادہ خوبتر کوئی نہیں۔ اور نہ میرے پاس تجھ سے زیادہ کوئی محبوب تر ہے۔ لیکن جب اہل نار دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو آگ کسی کے تو قدموں تک ہوگی اور کسی کے نصف ساق تک اور کسی کے گھٹنوں اور کمر تک اور چہرے کو چھوڑ کر کسی کے پورے جسم تک کیونکہ چہرے پر آگ حرام کر دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ یا رب! میری امت کے اہلِ دوزخ کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ تو فرمائے گا کہ نکال لو دوزخ سے جن اپنے امتیوں کو تم جانتے ہو۔ چنانچہ کوئی امتی بچا نہ رہے گا، پھر شفاعت عام کی اجازت ملے گی۔ چنانچہ ہر نبی اور شہید اپنی اپنی شفاعتیں پیش کریں گے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں دینار کے وزن کے برابر بھی ایمان ہو، اس کو دوزخ سے نکال لو۔ پھر فرمائے گا اگر دوثلث دینار برابر بھی ہو۔ فرمائے گا اگر ثلث دینار برابر بھی ہو۔ اگر چوتھائی دینار برابر بھی ہو۔ پھر قیراط برابر بھی۔ پھر رائی کے برابر بھی اگر ہو۔ چنانچہ سب دوزخ سے نکال لئے جائیں گے۔ پھر وہ بھی جنہوں نے اللہ کے لئے کار خیر کیا ہو۔ اب کوئی باقی نہ رہے گا۔ جو قابل شفاعت ہو۔ حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ کی اس رحمت عامہ کو دیکھ کر ابلیس کو بھی طمع ہوگی کہ کوئی اس کی شفاعت کرے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب ایک میں باقی رہ گیا ہوں میں تو سب رحم کرنے والوں میں بڑا رحم کرنے والا ہوں، چنانچہ جہنم میں وہ اپنے ہاتھ ڈالے گا۔ اور ایسے لاتعداد دوزخیوں کو نکال لے گا جو جل کر کوئلوں کی طرح ہو گئے ہوں گے۔ انہیں جنت کی ایک نہر میں جس کو نہر حیوان کہتے ہیں ڈالا جائے گا وہ ازسرنو ایسے سرسبز ہو جائیں گے جیسے جھیل کے کنارے کے نباتات۔ دھوپ انہیں پہنچیں تو سبز دکھائی دیں، اور سائے میں ہوں تو زرد معلوم ہوں۔ وہ شاداب سبزیوں کی طرح اُگ آئیں گے اور ذرات کی طرح پھیلے ہوں گے ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا، "خدا کے آزاد کردہ جہنمی" اس تحریر سے اہل جنت ان سے متعارف ہو جائیں گے کہ انہوں نے کچھ نیک کام کئے تھے۔ ایک عرصہ تک جنت میں وہ اسی طرح رہیں گے پھر اللہ سے درخواست کریں گے کہ یا رب یہ تحریر مٹا دے۔ چنانچہ مٹا دی جائے گی۔

(۸۸)

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ

الْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٩٧﴾ (الانعام: ۹۵۔۹۷)

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ دانہ کو اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے، وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے۔ اور وہ بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ ہے، سوتم کہاں اُلٹے چلے جار ہے ہو۔ وہ صبح کا نکالنے والا ہے۔ اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنایا اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ہے۔ یہ ٹھہرائی بات ہے اس ذات کی جو کہ قادر ہے۔ بڑے علم والا ہے۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں کو پیدا کیا تا کہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں، خشکی میں اور دریا میں بھی راستہ معلوم کرسکو۔ بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لیے جو خبر رکھتے ہیں۔“

تشریح: اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ زمین میں بوئے ہوئے دانے کو وہ اوپر لا کر چیر دیتا ہے۔ اور اس میں سے مختلف نوع کی سبزیاں اور روئیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن کے رنگ الگ شکلیں الگ اور ذائقے الگ۔ اور اسی ﴿فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ ایک بے جان چیز کے اندر سے ایک جاندار چیز یعنی نباتات پیدا کرتا ہے۔ اور جاندار کے اندر سے بے جان چیز نکالتا ہے، جیسے بیج اور حبوب کہ بے جان چیز ہیں۔ جو جاندار پودے کے اندر پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ فرمایا سمجھنے کے لیے یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ زمین تو ہوتی ہے خشک اور مردہ لیکن پانی برسا کر ہم اسے پھر زندہ کر دیتے ہیں اور اس سے اناج اور غلہ پیدا کرتے ہیں جسے تم کھاتے ہو، کوئی کہتا ہے کہ بے جان انڈے سے جاندار مرغی کا پیدا کرنا مراد ہے۔ یا جاندار مرغی سے بے جان انڈا پیدا کرنا مراد ہے۔ کوئی مراد لیتا ہے کہ فاجر سے ولد صالح اور مرد صالح سے ولد فاجر مراد ہے۔ کیونکہ نیک بمنزلۂ زندہ اور بد بمنزلہ مردہ کے ہے۔ اس کے سوا اور بہت سے امور مراد ہو سکتے ہیں۔ فرمایا ہے کہ ان سب کا فاعل اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ تو پھر تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو، حق سے منہ موڑتے ہو، غیر اللہ کی پرستش کرتے ہو۔ وہ روشنی اور تاریکی کا پیدا کرنے والا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اشیاء متضاد کی تخلیق پر اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے اسی لیے فرمایا کہ رات کے اندر سے دن کو چیر کر نکالنے والا ہے۔ اور اسی طرح اس کے برعکس اور رات کو تاریک اور محل سکون بنایا تا کہ ساری چیزیں اس میں سکون چین اور راحت لے سکیں۔ جیسا کہ فرمایا، قسم ہے دن کی روشنی کی اور قسم ہے رات کی جو تاریک تر ہو جاتی ہے۔ اور فرمایا قسم ہے رات کی جو گھٹا ٹوپ تاریکی بن جاتی ہے اور دن کی قسم ہے جو خوب روشن ہو جاتا ہے اور فرمایا قسم ہے دن کی جب اس کی ضیا خوب پھوٹ پڑتی ہے۔ اور رات کی جو ساری دنیا کو گھیر لیتی ہے۔ صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ان کی کثرت شب بیداری کی شکایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کے لیے رات کو محل سکون بنایا لیکن صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے نہیں کیونکہ صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب جنت یاد آتی ہے تو اس کے شوق میں رات رات بھر نہیں سوتے اور عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اور جب دوزخ یاد آتی ہے تو ان کی نیند ہی اُڑ جاتی ہے۔ ابن ابی حاتم نے اس کو روایت کیا ہے اور فرمایا کہ سورج اور چاند اپنے اپنے ضابطہ اور حساب سے چلتے رہتے ہیں ان کے قانون رفتار میں ذرہ بھر تغیر نہیں ہوتا۔ نہ اِدھر اُدھر بھٹکتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک کی منازل مقرر ہیں سردیوں اور گرمیوں میں اپنے اپنے اصول پر چلتے رہتے ہیں اور اسی مرتبہ قائدے سے دن اور رات گھٹتے اور بڑھتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا، اسی اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشن تر بنایا اور چاند کو ٹھنڈی روشنی دی اور اس کے گھٹنے

بڑھنے کی منازل قرار دیں۔ اور فرمایا کہ نہ شمس قمر سے ٹکراتا ہے اور نہ اس سے آگے بڑھ جاتا ہے کہ رات کو بھی نمودار ہونے لگے، اور نہ رات دن کو آ پکڑتی ہے۔ ہر سیارہ اپنے اپنے مدار اور محیط پر گردش میں ہے۔ اور فرمایا کہ شمس وقمر اور سب نجوم امر خداوندی ہی کے محکوم اور مسخر ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ خدائے عزیز وعلیم کا قرار دادہ قانون ہے کہ کوئی اس کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ کوئی چیز اس کے علم سے ہٹ نہیں سکتی، خواہ زمین وآسمان کا کوئی ذرہ ہی کیوں نہ ہو۔

جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے خلق لیل ونہار اور خلق شمس وقمر کا ذکر فرمایا ہے تو کلام کو عزیز وعلیم ہی کے الفاظ پر ختم فرمایا ہے۔ جیسا کہ یہاں بھی ہے اور جیسا کہ فرمایا، ان کے یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ رات جس کے اندر سے ہم دن نکالتے ہیں، وہ ان کے لیے کیسی تاریک رہتی ہے اور سورج اپنی ہی قرارگاہ پر حرکت کر رہا ہے۔ اور اپنے مستقر کی طرف جا رہا ہے۔ یہ خدائے عزیز وعلیم کا قرار دادہ معیار ہے۔ جب اللہ پاک نے اوّل سورۂ حم السجدہ میں ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ کا ذکر فرمایا تو ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اس آسمان کو چراغوں سے مزین کر رکھا ہے۔ اور یہی چراغ دنیا کی حفاظت کا کام دیتے ہیں۔ یہ تقدیر عزیز وعلیم ہے اور فرمایا کہ اس نے تمہارے لیے ستارے بنا رکھے ہیں تاکہ تم جب بحر وبرّ کی تاریکیوں میں ہو تو ان سے راہ شناسی کا کام لو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ستارے ایک تو آسمان کی زینت ہیں اور دوسرے یہ کہ شیاطین کو اس سے رجم کیا جاتا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ ان سے ظلمات برّ وبحر میں راستہ پہچانا جاتا ہے۔ بعض سلف نے کہا ہے کہ نجوم کا مقصد صرف یہی تین چیزیں ہیں اس سے زیادہ اور کوئی مقصد اگر ان کا کوئی سمجھے تو اس نے خطا کی۔ اللہ تعالیٰ کی آیت پر اضافہ کیا پھر فرمایا کہ ہم نے اپنی آیتیں بہت تفصیل ووضاحت سے بیان کی ہیں تاکہ لوگ کچھ عقل پکڑیں اور حق کو پہچان کر باطل سے اجتناب کریں۔

⑧⑨

وَ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ (الانعام: ۹۸-۹۹)

ترجمہ: "اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چندے رہنے کی بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے درختوں سے ان کے گچھے میں سے، خوشے ہیں جو نیچے کو لٹک

جاتے ہیں اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار کے بعض ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور کچھ ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے ہر ایک کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔"

تشریح: اللہ پاک فرماتا ہے کہ اسی نے تم کو ایک روح یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا جیسا کہ فرمایا، اے لوگو! اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا اور اس سے اس کی بیوی کو اور پھر ان دونوں سے بے انتہاء مرد اور عورتیں پیدا کیں۔ اور فرمایا کہ پھر تم قرار پذیر ہوتے ہو اور پھر دوسری جگہ سونپ دیئے جاتے ہو۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کہتے ہیں کہ مستقر سے مراد رحم مادر ہے اور مستودع سے مراد پشت پدر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستقر سے مراد قرارگاہ دنیا اور مستودع سے مراد آخرت بعد از موت۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ "استقرار فی الارض" اور ودیعت بعد مرگ مراد ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مرنے پر جو عمل رک گئے یہ مستقر ہے اور مستودع دار آخرت ہے۔ لیکن قول اول زیادہ درست ہے۔ ہم سمجھنے والوں کے لیے بات کو کس قدر واضح کر کے بیان کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اسی نے آسمان سے پانی برسایا جو مبارک ہے اور بندوں کے لیے رزق مہیا کرتا ہے۔ مخلوق کی مدد کرتا ہے۔ اسی سے ہم ہر قسم کی نباتات اگاتے ہیں جیسا کہ فرمایا کہ پانی ہی سے ہر شے زندگی پاتی ہے۔ اسی سے زراعت اور سرسبز درخت اگتے ہیں۔ انہیں درختوں میں پھر دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ہم انہیں کے اندر سے ایسے دانے نکالتے ہیں جو ایک سے ایک جڑے ہوتے ہیں جنہیں خوشے اور گچھے کہتے ہو۔ درخت خرما میں خوشہ دار ڈالیاں ہوتی ہیں۔ جو قریب قریب اور ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے درخت خرما جن کے خوشے زمین سے لگے ہوں مراد ہے۔ پھر فرمایا کہ انگور کے باغات ہم زمین پر پیدا کرتے ہیں۔ خرما اور انگور کا ذکر فرمایا کیونکہ یہی دونوں اہل حجاز کے بہترین ثمر سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ ساری دنیا کے بہترین ثمر ہیں۔ اللہ پاک اپنے احسان کا ذکر فرماتا ہے کہ ان خرما اور انگور کے پھلوں سے تم شراب بناتے ہو، اور اچھی غذا اپنے لیے تیار کرتے ہو۔ اور فرمایا کہ زمین میں ہم نے خرما اور انگور کے باغات بنائے اور فرمایا کہ زیتون اور انار کے بھی باغات جو پتوں اور شکل کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متشابہ اور قریب ہیں لیکن پھل اور شکل اور ذائقہ اور طبیعت کے لحاظ سے بالکل مختلف ہیں۔ پھر فرمایا کہ جب وہ پک جائے تو اس کے پھل کی طرف دیکھو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تفکر کرو کہ کس طرح ان کو عدم سے وجود میں لایا۔ حالانکہ پھل بننے سے پہلے یہ بھی جلانے کی لکڑی تھی۔ پھر یہی لکڑی خرما اور انگور اور دوسرے میوے بن گئی، جیسا کہ فرمایا کہ زمین پر گنجان درخت اور انگور اور زراعت کے باغات میں جو خوشہ دار بھی ہیں اور غیر خوشہ کی بھی سب کو پانی ایک ہی قسم کا ملتا ہے لیکن کھانے میں ایک بہت افضل ہوتا ہے دوسرے سے اسی لیے یہاں فرمایا کہ اے لوگو! اس میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت و حکمت کی کمال دلالتیں ہیں۔ اس کو ایمان دار لوگ ہی سمجھتے ہیں اور خدا تعالیٰ و رسول کی تصدیق کرتے ہیں۔

(۹۰)

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ (الانعام: ۱۰۰)

ترجمہ: "اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں بلاسند تراش رکھی ہیں اور وہ پاک اور برتر ہے ان بتوں سے جو یہ کرتے ہیں۔"

تشریح: یہاں مشرکین کا رد ہے۔ جو عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو شریک کرتے ہیں۔ اور شیطان کی پرستش کرنے لگتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ وہ اصنام کی پرستش کرتے تھے، پھر شیطان کی پرستش کا کیا مطلب؟ تو جواب یہ ہے کہ بتوں کی پرستش کرتے تھے تو شیطان کے بہکانے اور اس کی اطاعت کرنے کی بناء پر جیسا کہ فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عورتوں کی پرستش کرنے لگے (یعنی ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہہ کر ان ملائکہ اناث کو پوجنے لگے) وہ تو محض شیطان سرکش کی عبادت کرتے ہیں۔ جس نے کہا تھا کہ اے خدا میں تیرے بندوں کا ایک بڑا حصہ اپنی طرف کھینچ لوں گا۔ انہیں گمراہ کروں گا۔ ان میں دور رس امیدیں پیدا کروں گا۔ میں انہیں حکم دوں گا۔ اور وہ مویشیوں کے کان کاٹ دیا کریں گے میں انہیں ایسا ہی حکم کروں گا تا کہ وہ تیری بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا ولی اور سرپرست بنا لیا، وہ بہت کھلے خسارے میں رہا۔ وہ ان مشرکین سے بڑے خوش آئند وعدے کرتا ہے۔ دور رس تمنائیں ان میں پیدا کراتا ہے۔ اور اس کے سارے وعدے دھوکا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ کیا تم شیطان اور اس کی ذریت کو اپناتے ہو۔ حالانکہ تم کو تو میرا دامن پکڑنا چاہیے تھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ اے باپ کیا تم شیطان کی عبادت کرتے ہو۔ شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اور جیسا کہ فرمایا اے بنی آدم! کیا میں نے تمہیں نہ بتا دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا دشمن ہے۔ تم میری ہی عبادت کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ اور ملائکہ قیامت کے روز کہیں گے تو پاک ہے، تو ہمارا ولی ہے۔ یہ مشرکین اگرچہ ہمیں بنات اللہ کہہ کر پوجتے رہے لیکن ہمیں ان سے کوئی تعلق نہیں، یہ تو دراصل شیطان کو پوجتے رہے اسی لیے آیت زیر ذکر میں فرمایا کہ ان مشرکین نے شیاطین کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا۔ حالانکہ ان کو بھی اللہ واحد نے ہی پیدا کیا ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بھی کیسے پوجتے ہیں۔ جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ "کیا تم انہیں چیزوں کو پوجنے لگے ہو۔ جن کو خود اپنے ہاتھوں سے بنایا، حالانکہ تم کو بھی اور تمہارے ان مصنوعات کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔ اس لیے چاہئے کہ تم مفرد بالعبادت ہو کر خدائے لاشریک سے تعلق رکھو۔ پھر فرمایا کہ انہوں نے بے سمجھی سے اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بنا ڈالیں۔ یہاں اوصاف خداوندی میں گمراہ کی گمراہی پر تنبیہ کی جارہی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا قرار دیتے ہیں۔ جیسے یہود کہتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ حالانکہ وہ پیغمبر ہیں۔ اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اور مشرکین عرب ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ یہ ظالم جس بات کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بالاتر

ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ جن کو شریک عبادت کرتے ہیں۔ حالانکہ خدائے واحد ہی نے انہیں بلا شرکت غیرے پیدا کیا ہے۔ وہ حقیقت سے واقفیت کے بغیر ایسا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت سے جاہل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ ہے اس کو بیٹا، بیٹی، بیوی کیسے ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ وہ پاک ہے، ان کے ہفوات و بیہودہ گوئیوں سے بالا تر ہے۔

(۹۱)

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ (الانعام:۱۰۱)

ترجمہ: "وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اللہ تعالیٰ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی بیوی تو ہے نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔"

تشریح: وہ آسمان و زمین کا موجد ہے خالق ہے۔ کوئی مثال زمین و آسمان کی اس کے سامنے نہیں تھی چنانچہ بدعت کو بدعت اس لیے کہتے ہیں کہ سلف میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی ہے۔ لوگ کسی عمل کو اپنی طرف سے ایجاد کر کے اس کو بزعم خود ثواب کا کام سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کا بیٹا کیسے ہوتا، اس کی تو بیوی ہی نہیں اور بیٹا تو شیئین متناسبین سے پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے مناسب و مشابہ تو کوئی چیز بھی نہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اپنا ایک بیٹا بنا لیا ہے، یہ بڑی جھوٹ بات ہے اسی نے ہر شے پیدا کی، پھر اسی کی مخلوق اس کی بیوی کیسے ہوگی، اس کی کوئی نظیر نہیں، پھر اس کا بیٹا اس کی نظیر بن کر کیسے آ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے۔

(۹۲)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ (الانعام:۱۰۲۔۱۰۳)

ترجمہ: "یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب! اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔ اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے۔"

تشریح: یہی تمہارا رب ہے، جس نے ہر شے پیدا کی ہے سوائے اس کے کوئی خدا نہیں وہی ہر شے کا خالق ہے۔ پس تم اسی کی عبادت کرو اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اس کا نہ کوئی لڑکا ہے نہ کوئی باپ نہ بیوی نہ کوئی اس کا عدیل و نظیر۔ وہ ہر شے پر حفیظ و رقیب ہے۔ ہر چیز کا مدبر ہے وہی رزق دیتا ہے۔ رات اور دن اسی نے بنائے۔ اس کو نگاہیں پا نہیں سکتیں۔ ایک تو یہ کہ اگرچہ آنکھیں

اس کو آخرت میں دیکھ سکیں، لیکن دنیا میں نہیں دیکھ سکتیں نبی کریم ﷺ کی احادیث سے بالتواتر یہی ثابت ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جس نے یہ گمان کیا کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا تو وہ جھوٹا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہی آیت پڑھی، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کے برخلاف مروی ہے انہوں نے رویت باری تعالیٰ کو مطلق رکھا ہے اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دو دفعہ دیکھا ہے۔

ابن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ دنیا میں نگاہیں اس کو نہیں دیکھیں گی اور دوسروں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ بھر کر اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس سے تخصیص ہوتی ہے اس رویت کی جو مؤمنین کو دار الآخرت میں حاصل ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایماندار لوگوں کے چہرے اس روز شگفتہ رہیں گے، اور اپنے رب کی طرف وہ نظر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ نیز کافروں سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے رب کو دیکھنے سے حجاب میں ہوں گے۔ یعنی وہ رب کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ اس سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ مؤمنین کے لیے رویت باری تعالیٰ میں حجاب نہیں ہوگا۔

اور متواتر احادیث سے بھی ثابت ہے کہ مؤمنین دار آخرت میں اللہ تعالیٰ کو روضات جنت میں دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ بات نصیب فرمائے، آمین۔ اب جس ادراک کی یہاں نفی کی گئی ہے، یہ ادراک کس قسم کا ہے۔ اس میں کئی قول ہیں۔ جیسے معرفت حقیقت۔ اور حقیقت کو جاننے والا تو بجز خدا کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ مؤمن کو رویت ہوگی لیکن حقیقت اور ہی چیز ہے۔ چاند کو سب دیکھتے ہیں لیکن اس کی حقیقت اس کی ذات اور کہنے تک کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ پس خدائے تعالیٰ تو بے مثل ہے۔ ابن علیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نہ دیکھنا مخصوص ہے دنیا کے اندر، یعنی دنیا میں آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ کسی کی نگاہ اللہ تعالیٰ کو گھیر نہیں سکتی۔ عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا گیا کہ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ تو کہا، کہ کیا تم آسمان کو نہیں دیکھ سکتے ہو؟ کہا کہ ہاں دیکھ سکتے ہیں۔ تو کہا کیا پورا آسمان بہ یک نظر دیکھتے ہو۔ غرض یہ کہ اس کی شان اس سے بالاتر ہے کہ اس پر نگاہیں پڑسکیں۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ مؤمنین کے چہرے اس درجہ شگفتہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھیں گے۔ لیکن اس کی عظمت کی وجہ سے نگاہیں اس پر محیط نہ ہوسکیں گی۔ اور اس آیت کی تفسیر میں حدیث وارد ہے کہ اگر تمام جن وانس اور شیاطین و ملائکہ جب سے پیدا کئے گئے ہیں۔ سب کی ایک صف بنائی جائے تو بھی اس کا احاطہ نہ ہوسکے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ جب کہا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا ہے کہ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ تو کہا، آپ ﷺ بھی تو خدا تعالیٰ کا ایک نور ہی ہیں۔ لیکن اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ بہ تمامہ اپنے نور کے ساتھ تجلی کرے تو آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اور بعض یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ کوئی شے اس کے سامنے قائم نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے نہ سونا اس کو سزاوار ہے۔ وہ میزان قائم کئے ہوئے ہے، دن کے اعمال رات ہونے سے پہلے اور رات کے اعمال دن ہونے سے پہلے اس کے سامنے پیش ہو جاتے ہیں۔ اس کا حجاب نور ہے یا نار ہے۔ اگر وہ اٹھ جائے تو اس کی تجلی ساری دنیا کو جلا ڈالے گی۔ کتب متقدمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! کوئی زندہ میری تجلی پا کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور کوئی خشک چیز بغیر فنا کے نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی تو وہ شکستہ وسوختہ ہو کر رہ گیا۔ اور (حضرت) موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اور جب ہوش میں آئے تو کہا ﴿سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ادراک خاص یوم

قیامت میں رویت کی نفی نہیں کرتا ہے وہ عباد مؤمنین پر اپنی تجلی فرمائے گا۔ اس کی تجلی اور جلال وعظمت اس کے حسب منشاء ہوگی۔ نگاہیں اس کو بہ تمامہ ادراک نہیں کرسکتیں۔ اسی لئے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آخرت میں رویت کی قائل ہیں۔ اور دنیا میں رویت کی نفی کرتی ہیں۔ انہوں نے بھی احتجاج اسی آیت سے کیا ہے۔ پس جس بات کی نفی ادراک کرے کہ اس کے معنی رویت عظمت وجلال کے ہیں وہ بات کیسے ممکن ہے کہ کسی بشر یا کسی فرشتے سے ہوسکے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ﴾ یعنی وہ لوگوں کے ابصار کا ادراک اور احاطہ کرسکتا ہے۔ کیونکہ اسی نے ابصار انسان کو پیدا کیا ہے۔ پھر وہ کیسے احاطہ نہ کرسکے۔ ارشاد ہے کہ کیا وہ اپنی پیدا کی ہوئی چیز کو نہیں جانے گا۔ وہ لطیف وخبیر ہے۔ اور کبھی لفظ ابصار سے مبصرین مراد ہوتے ہیں یعنی مبصرین اس کو نہیں دیکھ سکتے وہ لطیف ہے یعنی کسی بات کے استخراج میں بہت باریک بین ہے اور ہر چیز کے ٹھکانہ سے باخبر ہے۔ جیسے لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو پند دیتے وقت کہتے ہیں:

﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝۱۶﴾

"یعنی اے میرے بچے اگر کوئی بھلائی یا برائی رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو خواہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں، اللہ تعالیٰ اُسے لے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نہایت باریک بین اور خبردار ہے۔"

۹۳

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝۱۰۴ (الانعام: ۱۰۴)

ترجمہ: "اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں۔"

تشریح: بصائر یعنی مبینات اور نشانیاں جو قرآن میں ہیں اور جو رسول اللہ ﷺ نے پیش کی ہیں پس جس نے بصیرت سے کام لیا۔ اس کی ذات کو فائدہ پہنچا۔ جیسے فرمایا کہ جو ہدایت حاصل کرے گا وہ اپنی ذات کے لیے کرے گا اور جو بھٹک جائے گا اس کی مضرت اسی پر رہے گی اسی لیے فرمایا کہ جو اندھا بنے گا اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا۔ جیسے فرمایا کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں اور میں تم پر کچھ حافظ ورقیب ونگران کار تو ہوں نہیں بلکہ میں تو صرف ایک مبلغ ہوں۔ ہدایت تو اللہ تعالیٰ کرتا ہے جس کو چاہے اور گمراہ ہونے دیتا ہے جس کو چاہے۔

۹۴

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ

وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖؗ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾ (الانعام ۱۴۱۔۱۴۲)

ترجمہ: ”اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جو ٹٹیوں میں چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی مختلف چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے ان سب کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو اور حد سے مت گزرو یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ اور مویشی میں اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے پیدا کیے ہیں جو کچھ اللہ نے تم کو دیا کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو بلاشبہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے۔ زروع۔ ثمار اور انعام جن پر یہ مشرکین تصرف کرتے ہیں۔ اور اپنی فاسد آراء سے اس کی تقسیم کر کے کسی کو حلال اور کسی کو حرام بنا لیتے ہیں۔ یہ سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ چھتوں اور منڈوے والے اور بے سقف باغات جو ٹٹیوں پر چڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ سب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ معروشات وہ بیلیں ہیں جو ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی ہوں جیسے انگور وغیرہ اور غیر معروشات وہ ثمر دار درخت جو جنگلوں اور پہاڑوں میں اُگ آتے ہیں۔ جو یکساں بھی ہوتے ہیں۔ اور جداگانہ بھی یعنی دیکھنے میں یکساں اور ذائقہ میں جداگانہ۔ جب خوب پھل پھول جائیں تو ان کے پھل کھاؤ اور کھیت کاٹنے کے وقت غریبوں کو دینے کا حق ہے وہ بھی ادا کر دو۔ بعض نے اس سے زکوٰۃ مفروضہ مراد لیا ہے۔ جب کہ وہ پیداوار ناپی یا تولی جائے تو اسی روز یہ حق ادا کر دیا جائے۔ پہلے لوگ نہیں دیا کرتے تھے۔ پھر شریعت نے دسواں حصہ مقرر کر دیا۔ اور جو خوشوں میں سے گر جائے وہ بھی مسکینوں کا حق ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ جس کی کھجوریں دس وسق سے زیادہ ہوں تو وہ ایک خوشہ مساکین کے لیے مسجد میں لا کر لٹکا دے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ حبوب وثمار کا صدقہ ہے اور زکوٰۃ کے سوا غریبوں کا ایک مزید حق ہے۔ اور کھیت کاٹنے اور زکوٰۃ کے سوا یہ دیا جاتا تھا۔ اور جب مساکین اس روز آجائیں تو انہیں بھی کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہیے اور کہا کہ کم از کم ایک ایک مٹھی دیا جائے یہ کاشت کے روز، اسی طرح کاٹنے کے وقت بھی ایک ایک مٹھی بھر گرا پڑا بھی مساکین ہی کا حق ہے۔

ابن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ زکوٰۃ کے فرض ہونے سے قبل کی بات ہے کہ مساکین کے لیے مٹھی بھر کی مقدار تھی۔ اور جانور کے لیے چارہ تھا اور گرا پڑا بھی غریبوں کا حق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو کھیت کاٹ تو لیتے ہیں لیکن غریبوں کو اس میں سے صدقہ نہیں کرتے جیسا کہ ایک باغ والوں کا ذکر سورہ ”ن“ میں کیا گیا ہے۔ کہ جب انہوں نے عہد و پیمان کیا کہ صبح ہوتے ہی جا کر کھیت کاٹ لیں گے، لیکن ان شاء اللہ نہیں کہا تھا۔ تو رات ہی اس کھیت پر ایک ہوا چلی کہ سارا کھیت برباد ہو گیا۔ اور وہ صبح تک سوتے ہی رہے۔ اور کھیت کے سارے ہی دروازے کالے جلے ہوئے بن گئے پس جب صبح کو اٹھے تو کہنے لگے

کہ سویرے سویرے کھیت کو چلو۔ جب کہ تمہیں کھیت کاٹنا ہی ہے۔ چنانچہ وہ چلے اور چپکے چپکے بولتے جا رہے تھے کہ دیکھو یہ غریب غرباء آج آنے نہ پائیں۔ چنانچہ صبح ہی جلدی پہنچ کر جب انہوں نے اپنے باغ کو دیکھا تو کہنے لگے ہم بھٹک کر شاید دوسرے باغ میں آ نکلے ہیں۔ پھر کہنے لگے نہیں باغ ہمارا ہی ہے۔ مگر یہ کہ ہم اس باغ سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں کے ایک بہتر آدمی نے کہا میں نے کیا تم سے نہیں کہا تھا۔ پھر کیوں نہ تم خدا کی تسبیح پڑھتے رہے، اب وہ کہنے لگے اے خدا تو پاک ہے۔ اس امر میں زیادتی ہماری ہی طرف سے ہوئی تھی۔ اب ہر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا۔ اور کہنے لگا افسوس ہم پر، ہم نے خدا سے سرکشی کی تھی۔ کیا عجب کہ خدا ہم کو اس سے بھی بہتر باغ عنایت فرما دے۔ ہم اپنے خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دیکھو عذاب دنیاوی اس طرح ہوتا ہے اور عذاب آخرت تو اس سے بڑا ہے بشرطیکہ ذرا غور کریں۔ ایسا فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب پک جائیں تو اس کے پھل کھاؤ اور فصل کاٹنے کے وقت غریبوں کو ان کا حق بھی دے دو اور تم اس کے کھانے میں اسراف سے کام نہ لو کیونکہ زیادہ کھانے میں مضرت عقل و بدن ہے۔ جیسا کہ فرمایا کھاؤ پیو لیکن زیادتی نہ کرو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ کھاؤ پیو پہنو لیکن ان باتوں میں اسراف نہ کرو اور شان نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ کا قول ﴿مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا﴾ یعنی تمہارے لیے مویشی پیدا کر دیئے جو تمہارے لیے بار برداری کا کام دیتے ہیں اور سواری کے کام میں آتے ہیں۔ جیسے اونٹ ہیں۔ اور فرش سے چھوٹے مویشی مراد ہیں یا چھوٹی قامت کے اونٹ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ "حمولۃ" سے اونٹ گھوڑے خچر گدھے اور ہر جانور جس پر بار برداری ہو مراد ہے۔ اور "فرش" سے بکرے مراد ہیں۔ عبدالرحمٰن بن زید کا خیال ہے کہ "حمولۃ" سواری کا جانور ہے اور فرش سے وہ مویشی مراد ہیں جن کو ذبح کر کے کھاتے ہیں یا ان کا دودھ پیتے ہیں۔ بکری پر بوجھ نہیں لادا جاتا بلکہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور اس کے بالوں سے کمبل اور فرش بنائے جاتے ہیں۔ یہی وہ معنی ہے جو عبدالرحمٰن نے اس آیت کی تفسیر میں کہے اللہ کے اس قول سے بھی تصدیق ہوتی ہے کہ

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ۝ (یسین: ۷۱-۷۲)

"یعنی کیا وہ نہیں جانتے کہ ہم نے یہ چیزیں ان کے فائدے کے لیے پیدا کیں اور ان جانوروں کو بنانے میں ہمارے ہاتھوں نے کام کیا۔ جن کے وہ مالک بنے ہوئے ہیں۔ ہم نے یہ جانور ان انسانوں کے لیے مسخر کر دیے ہیں کہ بعض پر تو وہ سوار ہوتے ہیں اور بعض کو ذبح کر کے کھاتے ہیں۔"

اور فرمایا کہ ان جانوروں میں تمہارے لیے بڑی عبرت و نصیحت ہے۔ ان کے خون سے بنا ہوا دودھ ہم تمہیں پلاتے ہیں۔ یہ خالص دودھ پینے والوں کے لیے کس قدر خوشگوار ہوتا ہے۔ اور ان کے بال تمہارے لیے لباس اور اوڑھنے کا کام دیتے ہیں۔ اور دوسرے اغراض سے استعمال میں آتے ہیں۔ اور فرمایا اللہ نے یہ جانور جو تمہارے لیے پیدا کئے تم ان پر سوار ہوتے ہو، انہیں کھاتے ہو اور تمہارے لیے دیگر مصالح بھی ہیں۔ اور تم اپنے دلی مقاصد ان سے پورے کرتے ہو، تم ان پر سوار ہوتے ہو۔ اور جہازوں اور کشتیوں میں بار برداری اور سواری کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی کتنی ہی نشانیاں پیش کرتا ہے۔ تم خدا کی کس کس نشانی کا انکار کرو گے۔ پھر

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾ یعنی اللہ نے جو تمہیں پھل پھلاری حبوب و زروع اور مویشی وغیرہ دیئے ہیں۔ انہیں چاہو تو کھاؤ، ان سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اور تمہارا رزق بنا دیا ہے اور تم شیطان کے طریق اور اوامر کی پیروی نہ کرو جیسے کہ ان مشرکین نے اتباع کی۔ جنہوں نے خدا کے بعض رزق کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اے لوگو! شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یعنی ذرا بھی سوچو تو اس کی عداوت بالکل ظاہر ہے۔ تم بھی شیطان کو اپنا دشمن قرار دے لو۔ وہ اپنا شیطانی لشکر لے کر تم پر حملہ آور ہوتا ہے تاکہ اہل دوزخ میں سے ہو جاؤ۔ اے بنی آدم! شیطان تم کو فتنے میں نہ ڈالے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا اور ان کا لباس ان پر سے اتروا دیا اور وہ کھلے دکھائی دینے لگے۔ اور فرمایا کیا تم مجھے چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذریت کو اپنے اولیاء بناؤ گے یہ شیاطین تو تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لیے بہت بری جزا ہے۔ قرآن کے اندر اس موضوع پر بہت کثرت سے آیتیں ہیں۔

۹۵

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖؗ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۶۵﴾ (الانعام: ۱۶۵)

ترجمہ: "وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا تاکہ تم کو آزمائے ان چیزوں میں جو تم کو دی ہیں بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔"

تشریح: ارشاد ہوتا ہے کہ تم یکے بعد دیگرے زمین میں بستیاں بساتے تھے اور اسلاف کے بعد اخلاف کا زمانہ آتا رہتا تھا۔ ایک دوسرے کے جانشین ہوئے جیسا کہ فرمایا اگر ہم چاہتے تو تمہارے جانشین تمہاری اولاد یا کسی اور کو بنانے کی بجائے فرشتوں کو بنا دیتے اور تمہارے بعد وہ تمہاری جگہ لے لیتے اور فرمایا کہ یہ زمین اس نے تمہیں یکے بعد دیگرے دی اور فرمایا کہ میں زمین میں ایک اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں اور فرمایا ممکن ہے کہ عن قریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو اس کی جگہ پر لا بٹھائے اور پھر یہ دیکھے کہ اس کے بعد تم آ کر کیا کردار پیش کرتے ہو اور فرمایا کہ ایک سے اوپر ایک کے درجات بنائے گئے ہیں۔ یعنی ارزاق اور اخلاق اور محاسن اور مساوی مناظر اور اشکال و الوان میں سب ایک دوسرے سے کم زیادہ ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہم نے ان کی دنیاوی زندگی میں ان کی باہمی معیشت کو تقسیم کر دیا ہے۔ اور بعض کے درجے بعض سے اونچے رکھے ہیں۔ کوئی امیر ہے کوئی غریب اور کوئی آقا ہے اور کوئی اس کا نوکر اور فرمایا غور تو کرو کہ ہم کسی کو کسی پر کیسی برتری اور ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن دنیاوی درجات سے قطع نظر آخرت کے درجات بڑی چیز ہیں اور بڑی فضیلت رکھتے ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ تفریق مدارج اس لیے ہے تاکہ ہم تمہیں آزمائیں۔ دولت مند کو دولت دے کر اس سے پوچھا جائے گا کہ اس دولت کا شکر کس طرح ادا کیا تھا اور غریب سے پوچھا جائے گا کہ اپنی غربت پر صبر بھی کیا تھا یا نہیں۔

ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا شاداب و سرسبز ہے اللہ نے دوسروں کے بعد اب تم کو دنیا سے متمتع ہونے کا موقع دیا ہے اور تمہیں ان کا جانشین بنایا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ ان کے بعد اب تم کیا کردار پیش

کرتے ہو۔ اے لوگو! دنیا سے ڈرو اور عورتوں سے ڈرو، پہلا فتنہ جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوا تھا وہ عورتوں ہی سے متعلق تھا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جلد تر سزا دینے والا ہے۔ یعنی دنیا کی زندگی جلد تر ختم ہو جائے گی اور عاقبت وسزا سے سابقہ پڑ جائے گا۔ اور وہ بڑا غفور اور رحیم ہے۔

یہاں خوف بھی دلایا جا رہا ہے اور ترغیب بھی دی جا رہی ہے کہ اس کا حساب اور عقاب جلد تر آ جائیں گے۔ اور خدا کی نافرمانی اور رسولوں کی مخالفت کرنے والے ماخوذ ہو جائیں گے جس نے اللہ کو دوست بنایا۔ اللہ اس کا والی اور غفور ہے۔ اور رحیم ہے۔ اکثر جگہ قرآن میں اللہ کی یہ دونوں صفتیں یعنی غفور اور رحیم ہمیشہ ساتھ ساتھ آئی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے کے بارے میں بڑا صاحب مغفرت ہے اور اس کے ساتھ اس کی پکڑ بھی بڑی سخت ہوتی ہے۔ اور فرمایا اے نبی میرے بندوں سے کہہ دو کہ میں غفور اور رحیم ہوں اور میرا عذاب بھی بڑا سخت عذاب ہے۔ ترغیب وترہیب پر مشتمل آیات بڑی کثرت سے ہیں۔ کبھی تو بندوں کو جنت کی صفات بیان کر کے ترغیب دیتا ہے اور کبھی دوزخ کا ذکر فرما کر اس کے عذاب اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈراتا ہے اور کبھی ایک ساتھ دونوں کا ذکر فرماتا ہے۔ اللہ اپنے احکام میں ہمیں اپنا اطاعت گزار بنائے اور گنہگاروں کے زمرے سے دور رکھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مومن یہ جان لے کہ اللہ کا عذاب کتنا سخت ہوتا ہے تو کوئی جنت کی طمع تک نہ کرے گا۔ کہے گا کہ دوزخ سے چھٹکارا پا جاؤں تو بس ہے اور اگر کافر یہ معلوم کر لے کہ خدا کی رحمت کیسی زبردست ہے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہو حالانکہ اس کو جنت کا استحقاق ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو (۱۰۰) حصے رکھے ہیں اس میں سے ایک حصہ اپنی ساری مخلوقات کے درمیان تقسیم کر دیا کہ اسی کے حصہ رسدی کے سبب دنیا میں لوگ اور جانور ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ہمدردی کرتے ہیں اور باقی ننانوے (۹۹) حصے رحم کے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے رکھ لیے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کی رحمت کیسی زبردست ہوگی۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ جو اس کے پاس فوق العرش ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی اسی ایک حصہ کی یہ برکت ہے کہ جانور گائے، اونٹنی وغیرہ بھی بچے کو کچل دینے سے بچتی ہے اور بچہ پاؤں کے نیچے آ رہا ہو تو بچتی اور احتیاط کرتی ہیں۔

(۹۶)

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ (الاعراف: ۵۴)

ترجمہ: ”بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا ہے پھر عرش پر قائم ہوا وہ

رات سے دن کو ایسے طور پر چھپا دیتا ہے کہ وہ رات اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا بڑی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے، اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ خدائے پاک زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے زمین وآسمان کو چھ دن میں پیدا کیا ہے جس کا قرآن میں کئی بار ذکر آیا ہے۔ وہ چھ دن یہ ہیں اتوار۔ پیر۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ جمعہ۔ جمعہ ہی کے روز ساری مخلوق مجتمع ہوئی، اور اسی روز آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔ ایام کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا دن ان دنوں کی طرح تھا۔ جیسا کہ ذہن فوراً اسی خیال کی طرف منتقل ہوتا ہے، یا یہ کہ ایک ہزار سال والا دن تھا۔ اب رہ گیا ہفتہ کا دن۔ اس دن کچھ پیدا نہیں کیا گیا۔ پیدائش اس روز منقطع تھی۔ اس لیے اس ساتویں دن یعنی ہفتہ کے دن کو یوم السبت کہتے ہیں۔ اور "سبت" کے معنی قطع کے ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ تھاما اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز زمین پیدا کی اور اتوار کے روز پہاڑ پیدا کئے اور پیر کے روز درخت پیدا کئے۔ برائیاں اور مکروہات منگل کے روز، نور بدھ کے روز اور تمام جانور اور ذی روح جمعرات کے روز، اور آدم علیہ السلام کو عصر کے بعد بروز جمعہ آخری گھنٹے میں عصر اور مغرب کے درمیان اس حدیث سے تو ساتوں دن مصروف ثابت ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا کہ چھ دن مصروفیت کے تھے ان چھ دن کی مصروفیت کے بعد وہ عرش پر جلوہ افروز ہوگیا۔ اس مقام پر بہت کچھ لوگوں نے خیال آفرینیاں کی ہیں اور بہت خیالات دوڑائے ہیں۔ ہم اس بارے میں سلف صالحین کا مسلک اختیار کرتے ہیں یعنی مالک، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ اور نئے پرانے ائمۃ المسلمین۔ اور وہ مسلک یہ ہے کہ اس پر یقین کر لیا جائے بغیر کسی کیفیت وتشبیہ کے اور بغیر اس فوری خیال کی طرف ذہن لے جانے کے کہ جس سے تشبیہ کا عقیدہ ذہن میں آتا ہے اور جو صفات خدا سے بعید ہیں۔ غرض جو کچھ خدا نے فرمایا ہے بغیر اس پر کچھ خیال آرائی اور شبہ کرنے کے تسلیم کر لیا جائے اور چوں و چراں میں نہ پڑیں۔ کیونکہ اللہ پاک کسی شے کے مشابہ اور مماثل نہیں ہے۔ وہ سمیع وبصیر ہے۔ جیسا کہ مجتہدین نے فرمایا جن سے نعیم بن حماد الخزاعی بھی ہیں جو بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے استاذ ہیں کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق سے تشبیہ دی وہ کفر کا مرتکب ہوگیا۔ اور اللہ پاک نے جن صفات سے اپنے کو متصف فرمایا اس سے انکار کیا تو کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جن باتوں سے اللہ کی توصیف نہیں کی ویسی توصیف کرنا یہی تشبیہ ہے۔ اور جس نے اللہ کے لیے وہ اوصاف ثابت کئے جن کی صراحت آیات الٰہی میں اور احادیث صحیحہ میں ہوئی ہے جو خدا کے جلال کو ثابت کرتی ہیں اور ہر نقائص سے اللہ کی ذات کو بری کرتی ہیں تو ایسا ہی شخص صحیح خیال پر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ ڈھانکتا ہے رات سے دن کو یعنی رات کی تاریکی دن کی روشنی سے، اور دن کی روشنی رات کی تاریکی سے ڈھانک دیتا ہے۔ اور اس رات اور دن میں سے ہر ایک دوسرے کو بڑی تیزی سے پالیتے ہیں۔ یعنی یہ ختم ہونے لگتا ہے تو وہ آدھمکتا ہے اور وہ رخصت ہونے لگتا ہے تو یہ فوراً آپہنچتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝... الخ﴾ یعنی ان کے لیے اس میں نشانی ہے کہ رات کے ذریعہ دن کی پوست کنی ہوتی ہے۔ اور یکایک تاریکی پھیل جاتی ہے۔ اور سورج اپنی قرارگاہ کی طرف دوڑتا ہے۔ یہ عزیز وعلیم کا مقرر کردہ اصول ہے۔ قمر کی ہم نے منازل قرار دے رکھی ہیں۔ وہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ کسی روز کھجور کی سوکھی ٹہنی کی طرح

باریک ہوجاتا ہے۔ شمس سے یہ ناممکن ہے کہ وہ قمر سے آگے بڑھے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے ہر ایک اپنے مقررہ دائرہ اور مدار پر گردش کرتے ہیں۔ اس لیے ﴿ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًاۙ وَّالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ﴾ یعنی سب چیزیں اس کے تحت تصرف میں اور اسی کی تسخیر ومشیت کے اندر ہیں اسی لیے فرمایا ﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ﴾ یعنی ملک اور تصرف اسی کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ جیسا کہ فرمایا ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا ....الخ﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عمل صالح کر کے اللہ کا شکر ادا نہ کرے بلکہ اپنی تعریف کرے اس نے کفر کیا اور اس کا عمل سلب کرلیا جائے گا اور جس نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اپنی کوئی حکمت یا قدرت منتقل کردی ہے، تو اس نے کفر کیا۔ کیونکہ فرمایا ﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ دعائے ماثورہ میں ہے کہ یوں دعا مانگا کرے (اَللّٰهُمَّ لَكَ الْمُلْكُ كُلُّهٗ وَلَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ)۔

۹۷

وَ هُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الاعراف: ۵۷)

ترجمہ: ”اور وہ ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں یوں ہی ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم سمجھو۔“

تشریح: اللہ پاک جب اس ذکر سے فارغ ہو چکا کہ وہ خالق ارض وسماء ہے متصرف اور حاکم اور مدبر ہے اور دعا مانگنے کے طریقہ کی بھی جب تعلیم دے دی، تو اب اس بات سے آگاہ فرماتا ہے کہ وہی رازق ہے۔ مرنے والے کو وہی قیامت کے روز اٹھائے گا۔ ہواؤں کو وہی بھیجتا ہے کہ پانی بھرے بادلوں کو ہر چہار طرف پھیلائیں جیسا کہ فرمایا ﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ مُبَشِّرٰتٍ ﴾ یعنی ہوائیں بارش کی بشارت دیتی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے ﴿ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ﴾ یہاں رحمت سے مراد بارش ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ لوگوں کے ناامید ہو چکنے کے بعد وہ بادل کو بھیجتا ہے، جو اس کی رحمت کو برساتے ہیں یعنی پانی کو اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے آثارِ رحمت پر نظر ڈالو کہ زمین کے مُردہ ہوجانے کے بعد کس طرح اس کو زندہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اور ارشاد ہوتا ہے ﴿ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا ﴾ یعنی ہوائیں بوجھل بادلوں کو اٹھائے ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان میں وزن دار پانی ہوتا ہے جو زمین سے قریب تر ہوتی ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿ سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ ﴾ اور ہم مردہ اور قحط زدہ خشک زمین کو سیراب کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿ وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا ﴾ اس لیے ارشاد ہوتا ہے ﴿ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ

الْمَوْتٰى ﴾ یعنی جس طرح ہم زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کرتے ہیں اسی طرح اجسام کو خاک ہو جانے کے بعد بھی بروز قیامت زندہ کریں گے۔ اللہ پاک آسمان سے پانی برسائے گا اور چالیس دن تک زمین پر بارش ہوتی رہے گی اور اجسامِ انسانی اپنی اپنی قبور سے اس طرح اٹھنے لگیں گے جیسے کہ زمین سے دانہ اُگنے لگتا ہے۔ اس مضمون کی آیتیں قرآن میں کثرت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز کو بطور مثال ذکر فرمایا ہے ﴿ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ اس غرض سے کہ شاید تم نصیحت وعبرت حاصل کرو۔

(۹۸)

اَوَ لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّ اَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ (الاعراف: ۱۸۵)

ترجمہ: ”کیا ان لوگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور دوسری چیزوں میں جو اللہ نے پیدا کیں ہیں اور اس بات میں کہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی آ پہنچی ہو پھر قرآن کے بعد کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔“

تشریح: ارشاد ہوتا ہے کہ ہماری نشانیوں کو جھٹلانے والے کیا اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ہمیں کیسا غلبہ حاصل ہے آسمانوں اور زمین پر اور ان میں جو کچھ ہے ان سب پر۔ انہیں چاہئے تھا کہ اس پر تدبر و تفکر کرتے اور عبرت لیتے اور اس نتیجہ پر پہنچتے کہ یہ سب اس کا ہے جس کا کوئی نظیر و شبیہ نہیں وہی اس بات کا مستحق ہے کہ عبادت اور خلوص صرف اسی سے برتیں۔ اور اس کے رسول کی تصدیق کریں اس کی اطاعت کی طرف جھک جائیں، بتوں کو نکال پھینکیں اور اس بات سے ڈریں کہ موت قریب ہے اگر کفر ہی پر مرجائیں گے تو عذاب الیم کے مستحق ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ اب اس کے بعد پھر اور کونسی تخویف و ترہیب چاہئے کہ جو دھمکی آئی ہوئی ہے۔ وہ خدا کی طرف سے آئی ہوئی ہے۔ اگر وہ اس وحی و قرآن کی تصدیق نہ کریں جو محمد ﷺ نے پیش کی ہے تو پھر کس بات کی تصدیق کریں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا شب معراج میں میں نے دیکھا کہ آسمان ہفتم تک جب میں پہنچا تو اوپر نظر کی تو رعد و برق دیکھے اور ایسی قوم پر سے میرا گزر ہوا جن کے پیٹ مٹکوں کی طرح پھولے ہوئے تھے، ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ سود کھانے والے لوگ ہیں، اور جب اس پہلے آسمان پر اترا تو میں نے اپنے سے نیچے کی طرف نظر ڈالی تو ایک دھند اور دھواں تھا اور شور و غوغا برپا تھا۔ میں نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہے؟ تو کہا یہ وہ شیاطین ہیں جو انسانوں کی آنکھوں کے سامنے گھومتے رہتے ہیں اور آڑ بن جاتے ہیں تاکہ ارض و سماء کے ملکوت میں انسان نظر ہی نہ کر سکے اگر یہ حائل نہ ہوتے تو انسان آسمان کی عجیب عجیب باتیں دیکھتا۔

(۹۹)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ (الاعراف:۱۸۹۔۱۹۰)

ترجمہ: ”اور اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے پھر جب بیوی سے قربت حاصل کی اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا۔ سو وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں میاں بیوی اللہ سے جو ان کا مالک ہے دعا کرنے لگے اگر تم نے ہم کو صحیح سلامت اولاد دے دی تو ہم خوب شکر گذاری کریں گے۔ سو جب اللہ نے دونوں کو صحیح سلامت اولاد دے دی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے سو اللہ پاک ہے ان کے شرک سے۔“

تشریح: ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا جہاں کے لوگ آدم علیہ السلام کی نسل سے پیدا کئے گئے ہیں اور آدم علیہ السلام ہی سے ان کی بیوی حوا علیہا السلام پیدا کی گئیں۔ انہیں دونوں سے نسل بڑھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور اتنا بڑھایا کہ تم لوگ خاندان اور قبیلے بن گئے اب تمہیں ایک دوسرے کے حقوق پہچاننا چاہئے اور خدا تعالیٰ کی نظروں میں تم میں شریف تر وہی ہوگا جو سب سے زیادہ محتاط عمل کرے۔ ﴿لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا﴾ کے معنی ہیں تاکہ ایک دوسرے میں الفت پذیر رہے۔ اسی لیے فرمایا کہ ﴿جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً﴾ یعنی تم دونوں کے دلوں میں محبت اور رحمت ڈال دی۔ دو روحوں میں جو محبت و رحمت ہوتی ہے وہ زوجین کی باہمی الفت و موانست سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ساحر اکثر اپنے سحر کے ذریعہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیں۔ غرض شوہر جب اپنی بیوی کے ساتھ فطری محبت کی بنا پر موانست و قربت اختیار کرتا ہے تو ابتداءً وہ اپنے پیٹ میں ایک ہلکا سا بوجھ محسوس کرنے لگتی ہے۔ یہ آغاز حمل کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس وقت تو عورت کو کوئی تکلیف کا آغاز نہیں ہوتا کیونکہ یہ حمل تو ابھی نطفہ یا علقہ ہے یعنی نطفہ یا گوشت کا چھوٹا سا لوتھڑا۔ ابھی وہ ہلکی پھلکی ہوتی ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حمل لیے ہوئے آسانی سے اٹھ بیٹھ سکتی ہے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ابتدائی زمانہ وہ ہے جب کہ خود اس کو شک ہے کہ مجھے حمل ہے بھی کہ نہیں۔ غرض یہ کہ اس کے بعد جو عورت کو بوجھ اچھا خاصا محسوس ہونے لگتا ہے اور یقین حمل ہو جاتا ہے تو یہ ماں باپ خدا سے تمنا کرنے لگتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں صحیح سالم بچہ دے تو بڑا احسان ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ماں باپ کو ڈر لگا ہوتا ہے کہ کہیں جانور کی شکل یا غیر سالم بچہ نہ ہو جائے جیسا کہ بعض مرتبہ ہو جایا کرتا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ یہ مطلب لیتے ہیں کہ اگر خدا ہم کو لڑکا دے، کیونکہ مولود میں زیادہ

صلاحیت والا مولود لڑکا ہی ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ جب اللہ ان کو صحیح سالم بچہ دیتا ہے تو اس کو بتوں کا حصہ بنا ڈالتے ہیں۔ اللہ کی ذات ایسے شرک سے بے نیاز ہے مفسرین نے یہاں بہت سے آثار واحادیث بیان کی ہیں جن کا ہم ذکر کریں گے، ان پر روشنی ڈالیں گے، پھر ان شاء اللہ صحیح بات کی طرف رہنمائی کریں گے۔ خدا ہی پر بھروسہ ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ حوّا کو جب وضع حمل ہوا تو ابلیس ان کے پاس آیا ان کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا، تو حوّا کو مشورہ دیا کہ بچہ کا نام عبدالحارث رکھو تو وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ بچہ کا نام عبدالحارث رکھا گیا اور وہ زندہ رہا۔ یہ شیطان کی طرف کی وحی تھی اور حارث شیطان کا نام ہوتا ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ نہیں بلکہ بعض دوسرے مذہب والوں کا ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد بعض مشرکین انسان ہیں جو ایسا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ یہود ونصاریٰ کا فعل بیان ہوا ہے کہ اپنی اولاد کو اپنی روش پر ڈالتے ہیں۔ اب دوسری احادیث بھی اس بارے میں ہیں، یہ کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حوّا کے جو اولاد ہوتی تھی، ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مخصوص کر دیتی تھیں۔ اور ان کا نام عبداللہ اور عبیداللہ وغیرہ رکھتی تھیں۔ یہ بچے مر جاتے تھے چنانچہ حضرت آدم وحوّا علیہما السلام کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ اگر تم اپنی اولاد کا کچھ دوسرا نام رکھا کرو گے تو وہ زندہ رہے گا۔ اب حوّا کے بچہ ہوا ماں باپ نے بچہ کا نام عبدالحارث رکھا اسی سے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ﴾ تا آخر۔ حوّا کو شک تھا کہ حمل ہے یا نہیں۔ غرض جب وہ حمل سے بوجھل ہوگئیں تو ان دونوں نے اللہ سے دعا کی کہ اگر جیتا جاگتا صالح بچہ ہوگا تو ہم بڑا شکر کریں گے۔ اب شیطان ان دونوں کے پاس آیا اور کہنے لگا تمہیں کیا خبر کہ کیسا بچہ پیدا ہوگا، جانور کی شکل وصورت کا ہوگا یا انسان۔ ایک غلط بات ان کی نگاہوں میں اچھی بنا کر پیش کی اور شیطان تو دھوکا دینے والا ہے ہی اس سے پہلے دو بچے ہو چکے تھے اور مر چکے تھے۔ شیطان نے انہیں سمجھایا کہ اگر تم میرے نام پر اس کا نام نہ رکھو گے تو نہ وہ ٹھیک پیدا ہوگا اور نہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو دعا پر صحیح سالم بچہ دیا تو اس کا نام عبدالحارث رکھ کر اللہ کے ساتھ شرک کیا۔ ان آیتوں میں اسی کا بیان ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی دفعہ کے حمل کے وقت یہ (شیطان) آیا اور انہیں ڈرایا کہ میں وہی ہوں۔ جس نے تمہیں جنت سے نکلوایا اب تم میری اطاعت کرو ورنہ میرے کرتب سے اس کے سینگ پیدا ہو جائیں گے اور وہ پیٹ کو پھاڑ کر نکلے گا اور یہ ہوگا وہ ہوگا، غرض انہیں بہت خوفزدہ کر دیا، مگر انہوں نے اس کی بات نہ مانی۔ خدا کی مصلحت بچہ مردہ پیدا ہوا۔ دوسرا حمل ہوا پھر بھی بچہ مردہ پیدا ہوا۔ اب کے ابلیس نے آکر اپنی بہت خیرخواہی جتائی۔ بچے کی محبت غالب آگئی اور اس کا نام انہوں نے عبدالحارث رکھ دیا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا﴾ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس حدیث کو لے کر ان کے شاگردوں کی جماعت نے بھی یہی کہا ہے۔ جیسے سعید بن جبیر، مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سدی رحمہم اللہ تعالیٰ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ اہل کتاب سے لیا گیا ہے۔ لیکن ہم تو وہی کہتے ہیں جو حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مشرکوں کا اپنی اولاد میں شریک خدا کا بیان ان آیتوں میں ہے نہ حضرت آدم وحوّا علیہما السلام کا۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شرک سے بلند وبالا ہے۔

(۱۰۰)

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ مَا مِنۡ شَفِیۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِہٖ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۳﴾

(سورۂ یونس: ۳)

ترجمہ: ”بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں ایسا اللہ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو کیا تم پھر بھی نصیحت نہیں پکڑتے۔“

تشریح: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عالم کا پروردگار ہے۔ اس نے زمینوں اور آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا، کہا گیا ہے کہ یہ دن ہمارے دنوں کے جیسے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہزار سال کا ایک دن تھا۔ جس کا بیان آگے آئے گا۔ پھر وہ عرش عظیم پر متمکن ہو گیا، اور عرش تمام مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے، وہ سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے یا یہ کہ وہ بھی خدا کا ایک نور ہے خدا سارے خلائق کا مدبر سرپرست اور کفیل ہے۔

اس کی نگہداشت سے زمین یا آسمانوں کا ایک ذرہ بھی بچا یا چھوٹا نہیں۔ ایک توجہ اس کی دوسری طرف کی توجہ سے نہیں روک سکتی، اس کے لیے کوئی بات بھی غلط طور پر باقی نہیں رہ سکتی پہاڑوں، سمندروں، آبادیوں جنگلوں کہیں بھی کوئی بڑی تدبیر چھوٹی طرف دھیان سے اس کو نہیں روک سکتی۔ کوئی جاندار بھی دنیا میں ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ ایک چیز بھی حرکت کرتی ہے ایک پتہ بھی گرتا ہے تو وہ اس کا علم رکھتا ہے زمین کی تاریکیوں میں کوئی ذرہ ایسا نہیں اور نہ کوئی تر و خشک ایسا ہے جو اس کی لوح محفوظ یعنی کتاب علم میں نہ ہو۔ جس وقت آیت اتری ﴿اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ﴾ مسلمانوں کو ایک بڑا قافلہ آتا دکھائی دیا۔ معلوم ہو رہا تھا کہ بدوی لوگ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ تو کہا ہم جن ہیں۔ اس آیت کے سبب ہم شہر سے نکل پڑے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ﴿مَا مِنۡ شَفِیۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِہٖ﴾ یعنی کوئی اس کی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا۔ یہ قول خدا کے اس قول کے مطابق ہے ﴿مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ﴾ اور ﴿ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ.... الخ﴾ یعنی ان لوگوں نے عبادت کے لیے خدا ہی کی ذات کو خاص کر لیا ہے اور اے مشرکو! تم عبادت میں اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو بھی شریک کر لیتے ہو۔ حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ پیدا کرنے والا خدا ایک ہی ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہو سکتی۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم ان سے پوچھو کہ تمہیں کس نے پیدا کیا؟ تو اعتراف کر لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اور اگر پوچھو کہ یہ عرش عظیم اور ساتوں آسمانوں کا خدا کون ہے؟ تو فوراً بول اٹھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ تو ان سے پوچھو کہ پھر اس خدا سے ڈرتے کیوں نہیں ہو اور شریک کیوں کرتے ہو؟۔

(۱۰۱)

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝ (یونس: ۵-۶)

ترجمہ: ”وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں۔ وہ یہ دلائل ان کو صاف صاف بتلا رہا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔ بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو اللہ کا ڈر رکھتے ہیں۔“

تشریح: اللہ پاک اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت پر اور عظمت وسلطنت پر دلالت کرنے والی کیسی کیسی نشانیاں پیدا کیں۔ جرم شمس سے نکلنے والی شعاعوں کو اس نے تمہارے لیے ضیاء بنایا اور قمر کی روشنی کو تمہارے لیے نور بنایا۔ روشنی شمس الگ قسم کی ہے اور روشنی قمر الگ نوعیت کی ہے۔ روشنی ایک ہی ہے پھر بھی دونوں میں بڑا فرق ہے کہ ایک روشنی دوسری سے میل نہیں کھاتی۔ دن میں سورج کی بادشاہت ہے تو رات میں چاند کی۔ اجرام سماوی دونوں ہیں۔ لیکن سورج کے منازل نہیں مقرر کئے، اور چاند کے منازل مقرر کئے، پہلی تاریخ کا چاند نکلتا ہے تو بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے پھر اس کی روشنی بھی بڑھتی جاتی ہے اور جرم بھی بڑھتا ہے۔ حتیٰ کہ کامل ہو جاتا ہے گول دائرہ بن جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور پورے ایک مہینے بعد پھر اپنی حالت اوّل پر آ جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ پاک نے ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ..... الخ﴾ قمر کے لیے ہم نے گھٹاؤ اور بڑھاؤ کے منازل قرار دیئے ہیں کہ وہ گھٹ گھٹ کر پرانی سوکھی ٹہنی کے مانند ہو جاتا ہے۔ نہ تو سورج چاند کو جا پکڑتا ہے اور نہ رات ہی دن سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے ضابطہ اور قانون کی رو سے اپنے اپنے مدار پر گھوم رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ﴿وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ..... الخ﴾ شمس اور قمر کا اپنا اپنا حساب ہے۔ اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ شمس کے ذریعہ دن پہچانے جاتے ہیں۔ اور قمر کی گردش سے مہینوں اور سالوں کا حساب لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عبث نہیں پیدا کیا ہے بلکہ خلق عالم میں ایک حکمت عظیمہ پنہاں ہے۔ اور اس کی قدرت پر حجۃ بالغہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ..... الخ﴾ یعنی ہم نے آسمان وزمین ومافیہا کو باطل طور پر نہیں پیدا کیا۔ یہ کافروں کا گمان ہے۔ کافروں پر دوزخ کی ہلاکت ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ..... الخ﴾ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کر دیا، عبث پیدا ہو کر تم عبث مر گئے اور پھر ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند وبالا ہے۔ وہ خدائے واحد رب عرش کریم ہے۔ آیات کا مطلب ہے کہ ہم حجت ودلائل کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ سمجھنے

والے سمجھ جائیں۔ اختلاف لیل ونہار کا مطلب یہ ہے کہ دن جاتا ہے تو رات آتی ہے۔ اور رات جاتی ہے تو دن آتا ہے۔ ایک دوسرے پر غالب آ کر قرار پذیر نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ قول باری تعالیٰ ہے ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا﴾ رات دن پر چھا جاتی ہے اور دن رات پر چھا جاتا ہے۔ مگر کیا مجال کہ سورج چاند سے جا ٹکر کھائے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ﴿فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا﴾ صبح کو پوپھٹتی ہے اور رات سکون سے گزرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے۔ وہ اس بات کی نشانیاں ہیں کہ اس کی قدرت کتنی عظیم ہے۔ جیسا کہ قول خداوندی ہے ﴿وَكَأَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ زمین وآسمان میں خدا کی کتنی ہی نشانیاں بھری پڑی ہیں۔ ﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ.... الخ﴾ غور کرو کہ آسمان وزمین میں کیا کچھ نشانیاں نہیں ہیں۔ اور کافروں کو متنبہ کرنے والے کیا کیا دلائل نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا وہ آسمان وزمین میں اِدھر اُدھر اپنے آگے پیچھے نظر نہیں ڈالتے یہ نشانیاں عقل والوں کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عقاب وعذاب سے بچنے والوں کے لیے ہیں۔

(۱۰۲)

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْأَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

(سورۂ یونس ۳۱۔۳۲)

ترجمہ: "آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ تو ان سے کہیے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔ سو یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب حقیقی ہے۔ پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے، پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔"

تشریح: مشرکین پر اللہ تعالیٰ حجت پیش کرتا ہے کہ اللہ کی وحدانیت اور ربوبیت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ یعنی اے نبی! پوچھو کہ وہ کون ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے اور اپنی قدرت سے زمین کو شگاف دیتا ہے۔ جس کے اندر سے دانے، انگور، نیشکر، زیتون، خرما، گھنے گھنے باغ اور خوشہ دار میوے پیدا کرتا ہے۔ کیا اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہوسکتا ہے تو انہیں ماننا پڑے گا کہ یہ خدا ہی کے کام ہیں۔ اگر وہ اپنا رزق روک لے تو کون ہے کہ کھول دے؟ اور جس نے یہ قوت سامعہ اور قوت باصرہ دی ہے کہ اگر چاہے تو سلب کر لے۔ تم خود کہہ دو کہ یہ سماعت و بصارت اور ساری انسانی قوتیں اللہ ہی نے پیدا کی ہیں۔ کیا تم اس کو ناراض کر کے پسند کرو گے کہ وہ تمہاری بصارت وسماعت چھین لے۔ جو اپنی قدرت عظیمہ سے میت سے زندہ کو پیدا کرتا ہے اور زندہ سے میت کو نکالتا ہے، اور کون

ساری کائنات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اس کی صوابدید اور مرضی سے۔ سب کو وہ پناہ دیتا ہے۔ اس کے برخلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ سب پر متصرف اور حاکم ہے۔ اس کے حکم کے بعد کسی کا حکم کوئی چیز نہیں وہ جس کو چاہے پوچھے لیکن اس کو کون پوچھ سکتا ہے۔ آسمان وزمین کی ساری مخلوقات اسی کی دست نگر ہیں۔ ہر وقت اس کی نرالی شان ہے۔ آسمان و زمین کی ساری بادشاہت اسی کی ہے۔ ملائکہ انس وجان سب اس کے محتاج ہیں۔ اس کے غلام ہیں۔ سب کا جواب ان کے پاس یہی ہے کہ خدا ہی میں یہ ساری قدرت ہے۔ کفار ومشرکین ان ساری باتوں کو جانتے ہیں اور معترف بھی ہیں۔ پھر تم ان سے پوچھو کہ اچھا پھر اس سے ڈرتے کیوں نہیں ہو، اپنی خودسری اور جہالت سے اس کو چھوڑ کر کسی اور کی پرستش کیوں کرتے ہو۔ سچا خدا تو یہی خدا ہے جس کا تم کو آپ اعتراف ہے۔ پھر تو افراد بالعبادۃ کا مستحق وہی ہوا۔ حق بات کو سمجھ لینے کے بعد پھر یہ گمراہی کیسی۔ ہر معبود اس کے سوا باطل ہے۔ تم عبادت حق چھوڑ کر عبادت ماسوا کی طرف کدھر بھٹکے جا رہے ہو ان سارے دلائل کے بعد خدا کی بات ثابت ومتحقق ہو چکی، یعنی جس طرح ان مشرکین نے کفر کیا اور کفر پر قائم رہے۔ اسی طرح انہوں نے اس بات کا اعتراف بھی کر لیا ہے کہ وہی پاک پروردگار خالق ورازق ہے ساری کائنات میں اکیلا متصرف ہے۔ اسی نے اپنے پیغمبروں کو توحید دے کر بھیجا۔ یہی مسلم ہے کہ یہ اشقیاء دوزخی ہیں۔

(۱۰۳)

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾ (یونس: ۶۷)

ترجمہ: "وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور بنایا کہ دیکھنے بھالنے کا ذریعہ، تحقیق اس میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں۔"

تشریح: پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لیے رات بنائی تاکہ دن بھر کی تھکان سے سکون وراحت حاصل کریں اور دن کو حصول معاش کی خاطر روشن بنایا۔ وہ دن میں سفر کرتے ہیں اور روشنی کے اندر ان کے دیگر مصالح ہیں ان دلائل کو سن کر عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے ان آیتوں میں نشانیاں ہیں۔

(۱۰۴)

وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَ لَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۷﴾ (یونس: ۱۰۶-۱۰۷)

ترجمہ: ”اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے، پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔“

تشریح: یقیناً تم سب کو اسی کی طرف جانا ہے۔ فرض کرو کہ درحقیقت تمہارے معبود برحق ہیں تو ان سے کہو کہ مجھے نقصان پہنچائیں یاد رکھو کہ ان میں مضرت و نفع پہنچانے کی قدرت نہیں ہے۔ نفع و ضرر تو خدائے لاشریک کے ہاتھ میں ہے۔ اے نبی! کفار سے اعراض کر کے باخلاص تام خدا کی عبادت میں لگ جاؤ، شرک کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا۔ اگر مضرت و نقصان کے اندر خدا تمہیں گھیر لے تو کون اس گھیرے سے تم کو باہر نکال سکتا ہے۔ نفع و ضرر، خیر و شر تو خدا کی طرف راجع ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمر بھر خیر کے طالب رہو اور اللہ کی نعمتوں کو درپیش رکھو۔ اللہ کی رحمتوں کی ہوائیں جس خوش نصیب کو پہنچ گئیں تو پہنچ گئیں وہ جس کو چاہے رحمت سے سرفراز فرمائے اور اللہ پاک سے درخواست کرو کہ تمہاری عیب پوشی کرتا رہے، اور تمہیں آفات زمانہ اور آفات نفس سے امن میں رکھے۔ وہ غفور و رحیم ہے۔ کیسا ہی گناہ کیوں نہ ہو، توبہ کر لو حتیٰ کہ شرک کر کے بھی توبہ کر لو تو وہ قبول کر لے۔

۱۰۵

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورۂ ھود: ٦)

ترجمہ: ”زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات جو چھوٹی بڑی یا خشکی و تری میں ہے ان سب کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ وہی ان کے چلنے پھرنے، آنے جانے اور ٹھہر جانے، رہنے سہنے اور جائے موت اور رحم میں رہنے کی جگہ کو جانتا ہے یہ تمام ماجرا اس کتاب میں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، لکھا ہوا ہے اور وہی کتاب اس کی تفصیل بیان کرتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ..... الخ﴾ یعنی روئے زمین پر چلنے والے جانور اور پرندے جو اپنے پروں سے اڑتے ہیں، سب کے سب تمہاری جیسی ہی امتیں ہیں۔ ہم نے کتاب میں کوئی چیز لکھنے سے نہیں چھوڑی۔ یہ سب کے سب اپنے رب کی طرف اکٹھے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ..... الخ﴾ یعنی غیب کی کنجیاں بھی اسی کے پاس ہیں اور انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو کچھ دریا اور جنگل میں ہے۔ اسے بھی وہی جانتا ہے اور جو پتہ

جھڑتا ہے اس کے علم میں ہے۔ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ اور تر وخشک میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اس کے علم میں نہ ہو۔

(۱۰۶)

وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ لَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ (ھود:۷)

ترجمہ: "اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے، اگر آپ ان سے کہیں کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھا کھڑے کئے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر جواب دیں گے یہ تو نرا صاف صاف جادو ہی ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اسے ہر چیز پر قدرت ہے، آسمان وزمین کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ اس سے پہلے اس کا عرش کریم پانی کے اوپر تھا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنو تمیم تم خوش خبری قبول کرو۔ انہوں نے کہا خوشخبریاں تو آپ نے سنا دیں، اب کچھ دلوایئے۔ آپ نے فرمایا اے اہل یمن تم قبول کرو۔ انہوں نے کہا ہاں ہمیں قبول ہے۔ مخلوق کی ابتداء تو ہمیں سنایئے کہ کس طرح ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تھا۔ اس کا عرش پانی کے اوپر تھا اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔ ایک روایت میں ہے اللہ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر چیز کا تذکرہ لکھا پھر آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ مسلم کی حدیث میں ہے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر لکھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر کے موقع پر ایک قدسی حدیث لائے ہیں کہ اے انسان تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھے دوں گا۔ اور فرمایا اللہ کا ہاتھ پُر ہے۔ دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا خیال تو کرو کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے اب تک کتنا خرچ کیا ہوگا لیکن تاہم اس کے داہنے ہاتھ میں جو تھا وہ کم نہیں ہوتا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس کے ہاتھ میں میزان ہے جھکاتا ہے اور اونچا کرتا ہے۔

مسند میں ہے ابورزین لقیط بن عامر منفق عقیلی نے حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ مخلوق کی پیدائش کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا عماء میں، نیچے بھی ہوا اور اوپر بھی ہوا۔ پھر عرش کو اس کے بعد پیدا کیا، مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ کسی چیز کو پیدا کرے اس سے پہلے عرش خداوندی پانی پر تھا۔ وہب ضمرہ قتادہ ابن جریر وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں، قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے ابتداء مخلوق کس طرح ہوئی۔ ربیع بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اس کا عرش پانی پر تھا۔ جب آسمان وزمین کو پیدا کیا تو اس پانی کے دو حصے کر دیئے نصف عرش کے نیچے، یہی بحر مسجور ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں بوجہ بلندی کے عرش کو عرش کہا جاتا ہے۔ سعد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

عرش سرخ یاقوت کا ہے۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ اسی طرح تھا جس طرح اس نے اپنے نفس کریم کا وصف کیا اس لیے کہ کچھ نہ تھا پانی تھا اس پر عرش تھا۔ عرش پر ذوالجلال والاکرام ذوالعزت والسلطان ذوالملک والقدرۃ ذوالعلم والرحمۃ والنعمۃ تھا۔ جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا کہ پانی کس چیز پر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہوا کی پیٹھ پر۔ پھر فرماتا ہے کہ آسمان وزمین کی پیدائش تمہارے نفع کے لیے ہے اور تم اس لیے ہو کہ اسی ایک خالق کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ یاد رکھو تم بے کار پیدا نہیں کئے گئے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا نہیں کیں۔ یہ گمان تو کافروں کا ہے اور کافروں کے لیے آگ کی ویل ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا.... الخ﴾ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے۔ اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے؟ اللہ جو سچا مالک ہے وہی حق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے۔ اور آیت میں ہے انسانوں اور جنوں کو میں نے صرف اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ الخ۔ وہ تمہیں آزما رہا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والے کون ہیں؟ یہ نہیں فرمایا کہ زیادہ عمل والے کون ہیں؟ اس لیے عمل حسن وہ ہوتا ہے جس میں خلوص ہو اور شریعت محمدیہ کی تابعداری ہو۔ ان دونوں باتوں میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو وہ عمل بے کار اور غارت ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! اگر آپ انہیں کہیں کہ تم مرنے کے بعد بھی جینے والے ہو۔ جس خدا نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ حالانکہ قائل بھی ہیں کہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ شروع جس پر گراں نہ گزرا اس پر دوبارہ کی پیدائش کیسے گراں گزرے گی؟ یہ تو بنسبت اوّل بار کے بہت ہی آسان ہے۔ فرمان خداوندی ہے ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ اسی نے پہلی پیدائش شروع میں کی وہی دوبارہ پیدائش کرے گا اور یہ تو اس پر نہایت ہی آسان ہے۔ اور آیت میں ہے کہ تم سب کا بنانا اور مار کر جلا دینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسا ایک کا لیکن یہ لوگ اسے نہیں مانتے تھے اور اسے کھلے جادو سے تعبیر کرتے تھے۔ کفر وعناد سے اس قول کو جادو کا اثر خیال کرنے لگ جاتے۔

﴿۱۰۷﴾

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝﴾ (الرعد: ۲)

ترجمہ: ”اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پھر وہ عرش پر قرار پکڑے ہوئے ہے اسی نے سورج اور چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک میعاد معین پر گشت کر رہا ہے، وہی کام کی تدبیر کرتا ہے وہ اپنے نشانات کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔“

تشریح: کمال قدرت اور عظمت سلطنت خدا دیکھو کہ بغیر ستونوں کے آسمان کو اس نے بلند و بالا اور قائم کر رکھا ہے زمین سے آسمان

کو خدا نے کیسا اونچا کیا اور صرف اپنے حکم سے اسے ٹھہرایا۔ جس کی انتہا کوئی نہیں پاتا۔ آسمان دنیا ساری زمین کو اور جو اس کے اردگرد ہے پانی ہوا وغیرہ سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر طرف سے برابر اونچا ہے۔ زمین سے پانچ سو سال کی راہ پر ہے۔ ہر جگہ سے اتنا ہی اونچا ہے۔ پھر اس کی اپنی موٹائی اور دل بھی پانچ سو سال کے فاصلے کا ہے۔ پھر دوسرا آسمان اس آسمان کو بھی گھیرے ہوئے ہے اور پہلے سے دوسرے تک کا فاصلہ وہی پانچ سو سال کا ہے۔ اسی طرح تیسرا پھر چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ.... الخ﴾ یعنی اللہ نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور اسی کے مثل زمین۔

حدیث شریف میں ہے ساتوں آسمان اور ان میں اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے وہ کرسی کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے کہ چٹیل میدان میں کوئی حلقہ ہو۔ اور کرسی عرش کے مقابلے پر بھی ایسی ہی ہے۔ عرش کی قدر اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ بعض سلف کا بیان ہے کہ عرش سے زمین تک کا فاصلہ پچاس ہزار سال کا ہے۔ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں آسمان کے ستون تو ہیں لیکن دیکھے نہیں جاتے۔ لیکن ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں آسمان زمین پر مثل قبے کے ہے یعنی بغیر ستون کے ہے۔ قرآن کے طرز عبارت کے لائق بھی یہی بات ہے اور آیت ﴿وَ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ﴾ سے بھی یہی ظاہر ہے۔ یعنی پس آسمان بلاستون اس قدر بلند ہے اور تم آپ دیکھ رہے ہو، یہ ہے کمال قدرت۔

امیہ بن ابوالصلت کے اشعار میں ہے جس کے اشعار کی بابت حدیث میں ہے کہ اس کے اشعار ایمان لائے ہیں اور اس کا دل کفر کرتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ اشعار حضرت زید بن عمر بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں جن میں ہے۔

وَ اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ فَضْلِ مَنٍّ وَّ رَحْمَةٍ ۔۔۔ بَعَثْتَ اِلٰی مُوْسٰی رَسُوْلًا مُّنَادِیًا

فَقُلْتَ لَهٗ فَاذْهَبْ وَ هَارُوْنَ فَادْعُوَا ۔۔۔ اِلَی اللّٰهِ فِرْعَوْنَ الَّذِیْ كَانَ طَاغِیًا

وَ قُوْلَا لَهٗ اَنْتَ رَفَعْتَ هٰذِهٖ ۔۔۔ بِلَا عَمَدٍ اَوْ فَوْقَ ذٰلِكَ بَانِیًا

وَ قُوْلَا لَهٗ هَلْ اَنْتَ سَوَّیْتَ وَسْطَهَا ۔۔۔ مُنِیْرًا اِذَا مَا جَنَّتْكَ الَّیْلُ هَادِیًا

وَ قُوْلَا لَهٗ مَنْ اَنْبَتَ الْحَبَّ فِی الثَّرٰی ۔۔۔ فَیُصْبِحُ مِنْهُ الْعُشْبُ یَهْتَزُّ رَابِیًا

وَ قُوْلَا لَهٗ مَنْ یُّرْسِلُ الشَّمْسَ غُدْوَةً ۔۔۔ فَیُصْبِحُ مَا مَسَّتْ مِنَ الْاَرْضِ ضَاحِیًا

وَ یَخْرُجُ مِنْهُ حَبُّهٗ فِیْ رُؤُسِهٖ ۔۔۔ فَفِیْ ذٰلِكَ اٰیٰتٌ لِّمَنْ كَانَ وَاعِیًا

یعنی تو خدا ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے نبی موسیٰ کو مع ہارون کے فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان سے فرما دیا کہ اس سرکش کو قائل کرنے کے لیے اس سے کہیں کہ اس بلند و بالا بے ستون آسمان کو کیا تو نے بنایا ہے؟ اور اس میں سورج، چاند، ستارے تو نے پیدا کئے ہیں؟ اور مٹی سے دانوں کو اگانے والا پھر ان درختوں میں بالیں پیدا کر کے ان میں دانے پکانے والا کیا تو ہے؟ کیا قدرت کی یہ زبردست نشانیاں ایک گہرے انسان کے لیے خدا ہستی کی دلیل نہیں ہیں۔ پھر خدائے تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا۔ کیفیت تشبیہ تعطیل تمثیل سے اللہ کی ذات پاک ہے اور برتر و بلند و بالا ہے سورج چاند اس کے حکم کے مطابق گردش میں ہیں۔ اور وقت موزوں یعنی قیامت تک برابر اسی طرح لگے رہیں گے۔ جیسے فرمان ہے کہ سورج برابر اپنی جگہ چل رہا ہے۔ اس کی جگہ سے مراد عرش کے نیچے ہے۔ جو زمین کے تلے سے دوسری طرف سے ملحق ہے یہ او، تمام ستارے یہاں تک پہنچ کر عرش سے اور دور ہو جاتے ہیں

کیونکہ صحیح بات جس پر بہت سی دلیلیں ہیں یہی ہے کہ وہ قبہ ہے متصل عالم باقی آسمانوں کی طرح وہ محیط نہیں۔ اس لیے کہ اس کے پائے ہیں۔ اور اس کے اٹھانے والے ہیں۔ اور یہ بات آسمان مُستدیر گھومے ہوئے آسمان میں تصور میں نہیں آسکتی جو بھی غور کرے گا۔ آیات واحادیث کا جانچنے والا اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّہ۔ صرف سورج چاند کا ہی ذکر یہاں اس لیے ہے کہ ساتوں سیاروں میں بڑے اور روشن یہی دو ہیں، پس جب کہ یہ دونوں مسخر ہیں تو اور تو بطور اولیٰ مسخر ہوئے، جیسے کہ سورج چاند کو سجدہ نہ کرو سے مراد اور ستاروں کو بھی سجدہ نہ کرنا ہے۔ پھر اور روایت میں تصریح بھی موجود ہے، فرمان ہے وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِہٖ... الخ یعنی سورج چاند اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں۔ وہی خلق وامر والا ہے وہی برکتوں والا ہے۔ وہی رب العالمین ہے۔ وہ آیتوں کو اپنی وحدانیت کی دلیلوں کو بالتفصیل بیان فرما رہا ہے کہ تم اس کی توحید کے قائل ہو جاؤ اور اسے مان لو کہ وہ تمہیں فنا کر کے پھر زندہ کر دے گا۔

۱۰۸

وَ هُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳ وَ فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۴

(سورۃ الرعد: ۳۔۴)

ترجمہ: "اسی نے زمین پھیلا کر بچھا دی ہے اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کر دی ہیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے دوہرے دوہرے پیدا کر دیئے وہ رات کو دن سے چھپا دیتا ہے۔ یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت نشانیاں ہیں۔ اور زمین میں مختلف ٹکڑے ایک دوسرے سے لگتے لگاتے ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیت ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں، شاخ دار اور بعض ایسے ہیں جو بے شاخ ہیں سب ایک ہی پانی پلائے جاتے ہیں۔ پھر بھی ہم ایک کو ایک پر پھلوں میں برتری دیتے ہیں اس میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔"

تشریح: اوپر کی آیات میں عالم علوی کا بیان تھا۔ یہاں عالم سفلی کا ذکر ہو رہا ہے۔ زمین کو طول وعرض میں پھیلا کر اللہ ہی نے بچھایا ہے۔ اس میں مضبوط پہاڑ بھی اسی کے گاڑے ہوئے ہیں۔ اس میں دریاؤں اور چشموں کو بھی اسی نے جاری کیا ہے تاکہ مختلف شکل و صورت مختلف ذائقوں کے پھل پھول کے درخت اس سے سیراب ہوں۔ جوڑ جوڑ میوے اس نے پیدا کئے کھٹے میٹھے وغیرہ، رات دن برابر ایک دوسرے کے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ایک کا آنا دوسرے کا جانا ہے۔ پس مکان سکان اور زمان سب میں تصرف اسی قادر مطلق کا ہے۔ اللہ کی ان نشانیوں کو ان حکمتوں کو اور ان دلائل کو جو غور سے دیکھے وہ ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔ زمین کے

ٹکڑے ملے جلے ہوئے ہیں۔ پھر قدرت کو دیکھئے کہ ایک ٹکڑے سے تو پیداوار ہو اور دوسرے سے کچھ نہ ہو، ایک کی مٹی سرخ، دوسرے کی سفید، یہ زرد یہ سیاہ، یہ پتھریلی یہ نرم، یہ میٹھی یہ شور، ایک ریتلی ایک صاف، غرض یہ بھی خالق کی قدرت کی نشانی ہے اور بتلاتی ہے کہ فاعل خود مختار مالک الملک لاشریک ایک وہی خدا خالق کل ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پالنے والا۔ براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک جڑ یعنی ایک تنے میں کئی ایک شاخ دار درخت کھجور ہوتے اور ایک تنے پر ایک ہی ہوتا ہے۔ یہی صنوان ہے اور غیر صنوان۔ یہی قول اور بزرگوں کا بھی ہے۔ حدیث میں بھی یہ تفسیر ہے، الغرض قسموں اور جنسوں کا اختلاف رنگ کا اختلاف، بو کا اختلاف، پتوں کا اختلاف، تروتازگی کا اختلاف، ایک بہت میٹھا ایک سخت کڑوا۔ ایک نہایت خوش ذائقہ ایک بے حد بدمزہ۔ رنگ کسی کا زرد کسی کا سرخ کسی کا سفید کسی کا سیاہ، اسی طرح تازگی اور پھل میں بھی اختلاف، حالانکہ غذا کے اعتبار سے سب یکساں ہیں۔ یہ قدرت کی نیرنگیاں ایک ہوشیار شخص کے لیے عبرتیں ہیں۔ اور فاعل مختار خدا کی قدرت کا بڑا زبردست پتا دیتی ہیں کہ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے عقل مندوں کے لیے یہ آیتیں اور یہ نشانیاں کافی ووافی ہیں۔

(۱۰۹)

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ (الرعد ۸۔۹)

ترجمہ: " مادہ اپنے شکم میں جو کچھ رکھتی ہے اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اور پیٹ کا گھٹنا بڑھنا بھی ہر چیز اس کے پاس اندازے سے ہے۔ ظاہر و پوشیدہ کا وہ عالم ہے (سب سے) بڑا اور (سب سے) بلند وبالا۔"

تشریح: اللہ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ تمام جاندار مادائیں حیوان ہوں یا انسان ان کے پیٹ کے بچوں کا۔ ان کے حمل کا خدا کو علم ہے۔ پیٹ میں کیا ہے وہ اسے بخوبی جانتا ہے۔ یعنی مرد ہے یا عورت؟ اچھا ہے یا برا؟ نیک ہے یا بد؟ عمر والا ہے یا بے عمر کا؟ چنانچہ ارشاد ہے ﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ .... الخ﴾ وہ بخوبی جانتا ہے جبکہ تمہیں زمین سے پیدا کرتا ہے، اور جب کہ تم ماں کے پیٹ میں چھپے ہوئے ہوتے ہو۔ الخ۔ اور فرمان ہے ﴿يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ .... الخ﴾ وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں پیدا کرتا ہے۔ ایک کے بعد دوسری پیدائش میں تین تین اندھیریوں میں۔ ارشاد ہے ﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ .... الخ﴾ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، نطفے کو خون بستہ کیا، خون بستہ کو لوتھڑا گوشت کا کیا، لوتھڑے کو ہڈی کی شکل میں کر دیا، پھر ہڈی پر گوشت چڑھایا۔ پھر آخری اور پیدائش میں پیدا کیا۔ پس بہترین خالق بابرکت ہے۔

صحیحین کی حدیث میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے، پھر اتنے ہی دنوں تک وہ بصورت خون بستہ رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں تک وہ گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خالق کل ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جسے چار باتوں کے لکھ لینے کا حکم ہوتا ہے۔ اس کا رزق عمر اور نیک و بد ہونا لکھ لیتا ہے۔

اور حدیث میں ہے وہ پوچھتا ہے خدایا! مرد ہوگا یا عورت؟ شقی ہوگا یا سعید؟ روزی کیا ہے؟ عمر کتنی ہے اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے اور وہ لکھ لیتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں بجز اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کے اور کوئی نہیں جانتا۔ کل کی بات اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پیٹ کیا بڑھتے ہیں اور کیا گھٹتے ہیں، کوئی نہیں جانتا، بارش کب برسے گی اس کا علم بھی کسی کو نہیں۔ کون شخص کہاں مرے گا اسے بھی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب قائم ہوگی، اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے۔ پیٹ کیا گھٹاتے ہیں، اس سے مراد حمل کا ساقط ہو جانا ہے اور رحم میں کیا بڑھ رہا ہے کیسے پورا ہو رہا ہے۔ یہ بھی اللہ کو بخوبی علم رہتا ہے۔ دیکھ لو کوئی عورت دس مہینے لیتی ہے کوئی نو کسی کا حمل گھٹتا ہے کسی کا بڑھتا ہے۔ نو ماہ سے گھٹنا نو ماہ سے بڑھ جانا اللہ کے علم میں ہے۔

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں دو سال ماں کے پیٹ میں رہا۔ جب پیدا ہوا تو میرے اگلے دو دانت نکل آئے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان ہے کہ حمل کی انتہائی مدت دو سال کی ہوتی ہے۔ کمی سے مراد بعض کے نزدیک ایام حمل میں خون کا آنا اور زیادتی سے مراد نو ماہ زیادہ حمل کا ٹھہرا رہنا ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نو سے پہلے جب عورت خون کو دیکھے تو نو سے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ مثل ایام حیض کے۔ خون کے گرنے سے بچہ اچھا ہو جاتا ہے۔ اور نہ گرے تو بچہ پورا پاٹھا اور بڑا ہوتا ہے۔

حضرت مکحول رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں بالکل بےغم بے کھٹکے اور بآرام ہوتا ہے۔ اس کی ماں کے حیض کا خون اس کی غذا ہوتا ہے جو بے طلب بآرام اسے پہنچتا رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ماں کو ان دنوں حیض نہیں آتا۔ پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو زمین پر نکلتے ہی چلاتا ہے۔ اس انجان جگہ سے اسے وحشت ہوتی ہے۔ جب اس کی نال کٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی ماں کے سینے میں پہنچا دیتا ہے۔ اور اب بھی بے طلب و بے جستجو بے رنج و غم بے فکری کے ساتھ اسے روزی ملتی رہتی ہے۔ پھر ذرا بڑا ہوتا ہے، اپنے ہاتھ کھانے پینے لگتا ہے، لیکن بالغ ہوتے ہی روزی کے لیے ہائے ہائے کرنے لگتا ہے۔ موت اور قتل تک سے روزی حاصل ہونے کا امکان ہو تو پس و پیش نہیں کرتا۔ افسوس اے ابن آدم تجھ پر حیرت ہے۔ جس نے تجھے تیری ماں کے پیٹ میں روزی دی۔ جس نے تجھے تیری ماں کی گود میں روزی دی۔ جس نے تجھے بچے سے بالغ بنانے تک روزی دی، اب تو بالغ اور عقلمند ہو کر یہ کہنے لگا کہ ہائے کہاں سے کھاؤں گا؟ موت ہو یا قتل ہو؟ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ہر چیز اس کے پاس باندازہ ہے۔ رزق اجل سب مقرر شدہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی صاحبہ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرا بچہ آخری حالت میں ہے آپ کا تشریف لانا میرے لیے خوشی کا باعث ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان سے کہہ دو کہ جو اللہ لے لے وہ اسی کا ہے جو دے رکھے وہ بھی اسی کا ہے۔ ہر چیز کا صحیح اندازہ اس کے پاس ہے۔ ان سے کہہ دو کہ صبر کریں۔ اور اللہ سے ثواب کی امید رکھیں۔ الخ۔ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو بھی جانتا ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہے اور اسے بھی جو بندوں پر ظاہر ہے۔ اس سے کچھ بھی مخفی نہیں وہ سب سے بڑا وہ ہر ایک سے بلند ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز ہے۔ تمام سر اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ تمام بندے اس کے سامنے عاجز لاچار اور محض بے بس ہیں۔

(۱۱۰)

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝ (الرعد:۱۰۔۱۱)

ترجمہ: ”تم میں سے کسی کا اپنی بات کو چھپا کر کہنا اور باآواز بلند اسے کہنا اور جو رات کو چھپا ہوا ہو اور جو دن میں چل رہا ہو، سب اللہ پر برابر و یکساں ہیں۔ اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور سوائے اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں۔“

تشریح: علم اللہ تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ پست اور بلند ہر آواز وہ سنتا ہے۔ چھپا کھلا سب جانتا ہے۔ تم چھپاؤ یا کھولو اس سے مخفی نہیں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں وہ اللہ پاک ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیرا ہوا ہے۔ قسم خدا کی اپنے خاوند کی شکایت لے کر آنے والی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کانا پھوسی کی کہ میں پاس ہی گھر میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن میں بھی پوری طرح نہ سن سکی لیکن اللہ تعالیٰ نے آیتیں ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ..... الخ﴾ اتاریں یعنی اس عورت کی یہ تمام سرگوشی اللہ تعالیٰ سن رہا تھا۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ جو اپنے گھر کے تہہ خانے میں راتوں کے اندھیرے میں چھپا ہوا ہو وہ اور جو دن کے وقت کھلم کھلا آباد راستوں میں چلا جا رہا ہو وہ علم اللہ میں برابر ہیں۔ جیسے آیت ﴿اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ.... الخ﴾ میں فرمایا ہے اور آیت ﴿مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ﴾ میں ارشاد ہوا ہے کہ تمہارے کسی کام کے وقت ہم اِدھر اُدھر نہیں ہوتے۔ کوئی ذرہ ہماری معلومات سے خارج نہیں خدا کے فرشتے بطور نگہبان اور چوکیدار کے بندوں کے اردگرد مقرر ہیں جو انہیں آفتوں سے اور تکلیفوں سے بچاتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ اعمال پر نگہبان فرشتوں کی اور جماعت ہے جو باری باری پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے الگ دن کے الگ اور جیسے کہ دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے پر مقرر ہیں۔ داہنے والا نیکیاں لکھتا ہے۔ بائیں جانب والا بدیاں لکھتا ہے۔ اسی طرح دو فرشتے اس کے آگے پیچھے ہیں جو اس کی حفاظت و حراست کرتے رہتے ہیں۔ پس ہر انسان ہر وقت چار فرشتوں میں رہتا ہے۔ دو کاتب اعمال دائیں بائیں دو نگہبانی کرنے والے آگے پیچھے پھر رات کے الگ دن کے الگ۔

چنانچہ حدیث میں ہے تم میں فرشتے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے اور دن کے ان کا میل صبح اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے۔ رات گزارنے والے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ باوجود علم کے اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے

بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو انہیں نماز میں پایا اور آئے تو نماز میں چھوڑ آئے۔

اور حدیث میں ہے تمہارے ساتھ وہ ہیں جو سوا پاخانے اور جماع کے کسی وقت تم سے علیحدہ نہیں ہوتے پس تمہیں ان کا لحاظ اور ان کی شرم اور ان کا اکرام اور ان کی عزت کرنی چاہیے۔ پس جب خدا کو کوئی نقصان بندے کو پہنچانا منظور ہوتا ہے۔ بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما محافظ فرشتے اس کام کو ہو جانے دیتے ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ہر بندے کے ساتھ خدا کی طرف سے موکل ہے جو اسے سوتے جاگتے جنات سے انسان سے زہریلے جانوروں اور تمام آفتوں سے بچاتا رہتا ہے۔ ہر چیز کو روک دیتا ہے۔ مگر وہ جسے خدا پہنچانا چاہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ دنیا کے بادشاہوں امیروں وغیرہ کا ذکر ہے جو پہرے چوکی میں رہتے ہیں۔ ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سلطان اللہ کی نگہبانی میں ہوتا ہے۔ ممکن ہے غرض اس قول سے یہ ہو کہ جیسے بادشاہوں امیروں کی چوکیداری سپاہی کرتے ہیں اسی طرح بندے کے چوکیدار خدا کی طرف سے مقرر شدہ ہوتے ہیں۔

تفسیر ابن جریر میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا کہ فرمایئے بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک تو دائیں جانب نیکیوں کا لکھنے والا جو بائیں جانب والے پر امیر ہے جب تو کوئی نیکی کرتا ہے وہ ایک کے بجائے دس لکھ لی جاتی ہیں۔ جب تو کوئی برائی کرے تو بائیں والا دائیں والے سے اس کے لکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے ذرا ٹھہر جاؤ شاید توبہ و استغفار کر لے۔ تین مرتبہ وہ اجازت مانگتا ہے تب تک بھی اگر اس نے توبہ نہ کی تو یہ نیکی کا فرشتہ اس سے کہتا ہے اب لکھ لے، اللہ ہمیں اس سے چھٹائے، یہ تو بڑا برا ساتھی ہے۔ اسے خدا کا لحاظ نہیں، یہ اس سے نہیں شرماتا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ انسان جو بات زبان پر لاتا ہے اس پر نگہبان متعین اور مہیا ہیں۔ اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے ﴿لَهُ مُعَقِّبٰتٌ.... الخ﴾ اور ایک فرشتہ تیرے ماتھے کے بال تھامے ہوئے ہے۔ جب تو خدا کے لیے تواضع اور فروتنی کرتا ہے وہ تجھے بلند درجہ کر دیتا ہے اور جب تو اللہ کے سامنے سرکشی اور تکبر کرتا ہے وہ تجھے پست اور عاجز کر دیتا ہے۔ اور دو فرشتے تیرے ہونٹوں پر ہیں، جو درود تو مجھ پر پڑھتا ہے اس کی وہ حفاظت کرتے ہیں۔ ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ کوئی سانپ وغیرہ جیسی چیز تیرے حلق میں نہ چلی جائے اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر ہیں پس یہ دس فرشتے ہر بنی آدم کے ساتھ ہیں۔ پھر دن کے الگ ہیں اور رات کے الگ ہیں۔ یوں ہر شخص کے ساتھ بیس فرشتے من جانب اللہ موکل ہیں ادھر بہکانے کے لیے دن بھر تو ابلیس کی ڈیوٹی رہتی ہے اور رات کو اس کی اولاد کی۔

مسند احمد میں ہے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جن ساتھی ہے اور فرشتہ ساتھی ہے۔ لوگوں نے کہا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد کی ہے، وہ مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ (مسلم)

یہ فرشتے بحکم خدا اس کی نگہبانی رکھتے ہیں۔ کعب رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اگر ابن آدم کے لیے ہر نرم و سخت کھل جائے تو البتہ ہر چیز اسے خود نظر آنے لگے اور اگر اللہ کی طرف سے یہ محافظ فرشتے مقرر نہ ہوں۔ جو کھانے پینے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں تو واللہ تم تو اُچک لیے جاؤ۔ ابوامامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہر آدمی کے ساتھ محافظ فرشتہ ہے جو تقدیری امور کے سوا کی اور تمام بلاؤں کو اس سے دفع کرتا رہتا ہے۔

ایک شخص قبیلہ مراد کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ انہیں نماز میں مشغول دیکھا تو کہا کہ قبیلہ مراد کے آدمی آپ

کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں۔ آپ پہرہ چوکی مقرر کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ مقرر ہیں۔ بغیر تقدیر کے لکھے کسی برائی کو انسان تک پہنچنے نہیں دیتے۔ سنو! اجل ایک مضبوط قلعہ ہے اور عمدہ ڈھال ہے اور کہا گیا ہے کہ بحکم خدا امر خدا سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

جیسے حدیث شریف میں ہے لوگوں نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ جھاڑ پھونک جو ہم کرتے ہیں کیا اس سے خدا کی مقرر کی ہوئی تقدیر ٹل جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ خود اللہ کی مقرر کردہ ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک کی طرف وحی خدا ہوئی کہ اپنی قوم سے کہہ دے کہ جس بستی والے اور جس گھر والے خدا کی اطاعت گزاری کرتے کرتے خدا کی معصیت کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی راحت کی چیزوں کو ان سے دور کر کے انہیں وہ چیزیں پہنچاتا ہے جو انہیں تکلیف دینے والی ہوں۔ اس کی تصدیق قرآن کی آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ ..... الخ﴾ سے بھی ہوتی ہے۔ عمیر بن عبدالملک کہتے ہیں کہ کوفے کے منبر پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا کہ اگر میں چپ رہتا تو حضور ﷺ بات شروع کرتے اور جب میں پوچھتا تو آپ مجھے جواب دیتے۔ ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی اپنی بلندی کی جو عرش پر ہے کہ جس بستی کے جس گھر کے لوگ میری نافرمانیوں میں مبتلا ہوں پھر انہیں چھوڑ کر میری فرماں برداری میں لگ جائیں تو میں بھی اپنے عذاب اور دکھ ان سے ہٹا کر اپنی رحمت اور سکھ انہیں عطا فرماتا ہوں۔

(۱۱۱)

هُوَ الَّذِىْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَ يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَ هُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ (الرعد: ۱۲۔۱۳)

ترجمہ: ”وہ اللہ ہی ہے جو تمہیں بجلی کی چمک ڈرانے اور امید دلانے کے لئے دکھاتا ہے اور بھاری بادلوں کو پیدا کرتا ہے۔ گرج اس کی تسبیح وتعریف کرتی ہے اور فرشتے بھی، اس کے خوف سے اور وہی آسمان سے بجلیاں گراتا ہے اور جس پر چاہتا ہے اس پر ڈالتا ہے کفار اللہ کی بابت لڑ جھگڑ رہے ہیں اور اللہ سخت قوت والا ہے۔“

تشریح: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک سائل کے جواب میں کہا تھا کہ برق پانی ہے۔ مسافر اسے دیکھ کر اپنی ایذا اور مشقت کے خوف سے گھبراتا ہے اور مقیم برکت ونفع کی امید پر رزق کی زیادتی کا لالچ کرتا۔ وہی بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے جو بوجہ پانی کے بوجھ کے زمین سے قریب آجاتے ہیں۔ پس ان میں بوجھ پانی کا ہوتا ہے، پھر فرمایا کہ کڑک بھی اس کی تسبیح وتعریف کرتی ہے۔ اور جگہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح وحمد کرتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بادل پیدا کرتا ہے جو اچھی طرح بولتے ہیں اور ہنستے ہیں، ممکن ہے بولنے سے مراد گرجنا

اور ہنسنے سے مراد بجلی کا ظاہر ہونا ہو۔ سعد بن ابراہیم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے۔ اور اس سے اچھی بولی اور اس سے اچھی ہنسی والا کوئی اور نہیں، اس کی ہنسی بجلی ہے اور اس کی گفتگو گرج ہے۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ برق ایک فرشتہ ہے جس کے چار منہ ہیں۔ ایک انسان جیسا ایک بیل ایک گدھے جیسا ایک شیر جیسا، وہ جب دم ہلاتا ہے تو بجلی ظاہر ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ گرج کڑک سن کر یہ دعاء پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ۔ (ترمذی)

اور روایت میں یہ دعا ہے: سُبْحَانَ مَنْ يُّسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرج سن کر پڑھتے: سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحْتَ لَهٗ۔

ابن ابی زکریا فرماتے ہیں: جو شخص گرج کڑک سن کر کہے سبحان اللہ و بحمدہ اس پر بجلی نہیں گرے گی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرج کڑک کی آواز سن کر باتیں چھوڑ دیتے اور فرماتے:

سُبْحَانَ اللهِ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔

اور فرماتے کہ اس آیت میں اور اس آواز میں زمین والوں کے لیے بڑی ڈرانے کی چیز ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہارا رب العزت فرماتا ہے اگر میرے بندے میری پوری اطاعت کرتے تو میں راتوں کو بارشیں برساتا اور دن کو سورج چڑھاتا، اور انہیں گرج کی آواز تک نہ سناتا۔ طبرانی میں ہے آپ فرماتے ہیں گرج سن کر اللہ کا ذکر کرو۔ کیونکہ ذکر کرنے والوں پر کڑاکا نہیں گرتا۔ وہ کڑاکا بھیجتا ہے۔ جسے چاہے اس پر عذاب کرتا ہے۔ اس لیے آخر زمانہ میں بکثرت بجلیاں گریں گی۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے قریب بجلی بکثرت گرے گی۔ یہاں تک کہ ایک شخص اپنی قوم سے آ کر پوچھے گا کہ صبح کس پر بجلی گری؟ وہ کہیں گے فلاں فلاں پر۔

ابویعلیٰ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو ایک مغرور سردار کے بلانے کو بھیجا۔ اس نے کہا کون رسول اللہ اور کون اللہ؟ اللہ سونے کا ہے یا چاندی کا؟ یا پیتل کا؟ قاصد واپس آیا اور نبی کریم ﷺ سے یہ ذکر کیا کہ دیکھئے میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا وہ متکبر مغرور شخص ہے، آپ اسے نہ بلوائیں۔ آپ نے فرمایا: دوبارہ جاؤ اور اس سے یہی کہو۔ اس نے جا کر پھر بلایا۔ لیکن اس فرعون نے یہی جواب اس مرتبہ بھی دیا۔ قاصد نے واپس آ کر پھر نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ آپ نے تیسری مرتبہ بھیجا۔ اب کی مرتبہ بھی اس نے پیغام سن کر وہی جواب دینا شروع کیا کہ ایک بادل اس کے سر پر آ گیا۔ کڑکا اور اس میں سے بجلی گری اور اس کے سر سے کھوپڑی اُڑا لے گئی۔ اس کے بعد یہ آیت اتری۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا خدائے تعالیٰ تانبے کا ہے یا موتی کا یا یاقوت کا۔ ابھی اس کا سوال پورا نہ ہوا تھا۔ جو بجلی گری اور وہ تباہ ہو گیا اور یہ آیت اتری۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں مذکور ہے کہ ایک شخص نے قرآن کو جھٹلایا اور نبی کریم ﷺ کی نبوت سے انکار کیا۔ اس وقت آسمان سے بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اور یہ آیت اتری۔

اس آیت کے شان نزول میں عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ کا قصہ بھی بیان ہوتا ہے یہ دونوں سرداران عرب مدینے میں حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کو مان لیں گے لیکن اس شرط پر کہ آپ ہمیں آدھو آدھ کا شریک کر لیں۔ آپ نے

انہیں اس سے مایوس کر دیا، تو عامر ملعون نے کہا واللہ میں سارے عرب کے میدان کو لشکر سے بھر دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو جھوٹا ہے خدا تجھے یہ وقت ہی نہیں دے گا پھر یہ دونوں مدینے میں ٹھہرے رہے کہ موقع پا کر حضور ﷺ کو غفلت میں قتل کر دیں چنانچہ ایک دن انہیں موقع مل گیا۔ ایک نے تو آپ کو سامنے سے باتوں میں لگا لیا دوسرا تلوار لیے پیچھے سے آ گیا لیکن اس محافظ حقیقی نے آپ کو ان کی شرارت سے بچا لیا۔ اب یہاں سے نامراد ہو کر چلے اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لیے عرب کو آپ کے خلاف اُبھارنے لگے۔ اسی حال میں اربد پر آسمان سے بجلی گری، اور اس کا کام تو تمام ہو گیا۔ عامر طاعون کی گلٹی سے پکڑا گیا اور اسی میں بلک بلک کر جان دی، اور اسی جیسوں کے بارے میں یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بجلی گراتا ہے۔ اربد کے بھائی لبید نے اپنے بھائی کے اس واقعہ کو اشعار میں خوب بیان کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عامر نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو سب مسلمانوں کا حال وہی تیرا حال۔ اس نے کہا پھر تو میں مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر آپ کے بعد اس امر کا والی میں بنوں تو دین قبول کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ امر خلافت تیرے لیے ہے نہ تیری قوم کے لیے ہاں ہمارا لشکر تیری مدد پر ہوگا۔ اس نے کہا اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ اب بھی نجدی لشکر میری پشت پناہی پر ہے۔ مجھے تو کچے پکے کا مالک کر دیں تو میں دین اسلام قبول کر لوں آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔ عامر کہنے لگا واللہ میں مدینے کو چاروں طرف سے لشکروں سے محصور کر لوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تیرا یہ ارادہ پورا نہیں ہونے دے گا۔ اب ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک تو حضرت ﷺ کو باتوں میں لگائے دوسرا تلوار سے آپ ﷺ کا کام تمام کر دے، پھر ان میں سے لڑے گا کون؟ زیادہ سے زیادہ دیت دے کر پیچھا چھوٹ جائے گا۔ اب یہ دونوں پھر آپ کے پاس آئے۔ عامر نے کہا ذرا آپ ﷺ اُٹھ کر یہاں آیئے، میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اٹھے، اس کے ساتھ چلے، ایک دیوار تلے وہ باتیں کرنے لگا۔ حضور ﷺ بھی کھڑے ہوئے سن رہے تھے۔ اربد نے موقع پا کر تلوار پر ہاتھ رکھا، اسے نیام سے باہر نکالنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کر دیا۔ اس سے تلوار نکلی ہی نہیں۔ جب کافی دیر لگ گئی اور اچانک حضور نبی کریم ﷺ کی نظر پشت کی جانب پڑی تو آپ نے یہ حالت دیکھی اور وہاں سے لوٹ کر چلے آئے۔ اب یہ دونوں مدینے سے چلے۔ حرہ راقم میں آ کر ٹھہرے۔ لیکن سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے، اور انہیں وہاں سے نکالا۔ راقم میں پہنچے ہی تھے۔ جو اربد پر بجلی گری۔ اس کا تو وہیں ڈھیر ہو گیا۔ عامر یہاں سے بھاگا بھاگ چلا لیکن خریم میں پہنچا تھا جو اسے طاعون کی گلٹی نکلی۔ بنوسلول قبیلے کی ایک عورت کے ہاں یہ ٹھہرا وہ کبھی کبھی اپنی گردن کی گلٹی کو دباتا اور تعجب سے کہتا یہ تو ایسی ہے جیسے اونٹ کو ہوتی ہے۔ افسوس میں سلولیہ عورت کے گھر پر مروں گا۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں اپنے گھر ہوتا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا، گھوڑا منگوایا، سوار ہوا اور چل دیا لیکن راستے ہی میں ہلاک ہو گیا۔ پس ان کے بارے میں یہ آیتیں ﴿ اَللّٰهُ يَعْلَمُ ﴾ سے ﴿مِنْ وَّالٍ﴾ تک نازل ہوئیں۔ ان میں نبی کریم ﷺ کی حفاظت کا ذکر بھی ہے۔ پھر اربد پر بجلی گرنے کا ذکر ہے اور فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اس کی عظمت و توحید کو نہیں جانتے حالانکہ خدائے تعالیٰ اپنے مخالفوں اور منکروں کو سخت سزا اور ناقابل برداشت عذاب کرنے والا ہے۔ پس یہ آیت مثل آیت ﴿ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ.... الخ﴾ کے ہے۔ یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی، اس طرح کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا۔ اب تو آپ دیکھ لیں کہ

ان کے مکر کا انجام کیا ہوا۔ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو غارت کر دیا۔ اللہ سخت پکڑ کرنے والا ہے بہت قوی ہے۔ پوری قوت و طاقت والا ہے:

(۱۱۲)

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ (ابراھیم: ۳۲-۳۴)

ترجمہ: ”اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمانوں سے بارش برسا کر اس کے ذریعے تمہاری روزی کے پھل نکالے ہیں اور کشتیوں کو تمہارے بس میں کر دیا کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں۔ اسی نے ندیاں اور نہریں تمہارے اختیار میں کر دی ہیں۔ اسی نے تمہارے لئے سورج چاند کو مسخر کر دیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں اور رات دن کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی کل چیزوں میں سے دے رکھا ہے اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔“

تشریح: اللہ کی طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کو دیکھو آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے۔ زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے۔ آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل کھیتیاں باغات تیار کر دیتا ہے۔ اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائیں۔ تم وہاں کا مال یہاں، یہاں کا وہاں لے جاؤ لے آؤ نفع حاصل کرو۔ تجربہ بڑھاؤ۔ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں۔ تم ان کا پانی پیو پلاؤ اس سے کھیتیاں کرو۔ نہاؤ دھوؤ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو ﴿دَآئِبَیْنِ﴾ چلتے پھرتے اور کبھی نہ تھکتے سورج چاند بھی تمہارے فائدے کے کاموں میں مشغول ہیں۔ مقررہ چال پر مقررہ جگہ پر گردش میں لگے ہوئے ہیں نہ ان میں ٹکر ہو نہ آگا پیچھا ہو۔ دن رات انہی کے آنے جانے سے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ستارے اسی حکم کے ماتحت ہیں۔ وہ رب العالمین بابرکت ہے۔ کبھی دنوں کو بڑا کر دیتا ہے، کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ ہر چیز اپنے کام میں سر جھکائے مشغول ہے۔ وہ خدا عزیز و غفار ہے۔ تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لیے مہیا کر دی ہیں۔ تم اپنے حال و قال سے جن جن چیزوں کے محتاج تھے، اس نے سب کچھ تمہیں دے دیا ہے۔ مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے اور بے مانگے بھی۔ اس کا ہاتھ نہیں رکتا۔ تم بھلا رب کی تمام نعمتوں کا شکریہ تو کیا ادا کرو گے؟ تم سے تو ان کی پوری گنتی بھی محال ہے۔ طلق بن حبیب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کر سکیں اور اللہ کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے ان کی گنتی کر سکیں۔ لوگو! صبح و شام استغفار کرتے رہو، صحیح

بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے خدایا تیرے ہی لیے سب حمد وثنا سزاوار ہے۔ ہماری ثنائیں ناکافی ہیں۔ پوری اور بے پرواہ کرنے والی نہیں۔ خدایا تو معاف فرما۔

بزار میں آپ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے، ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی، دوسرے میں گناہ ہوں گے، تیسرے میں اللہ کی نعمتیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا کہ اُٹھ اور اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے لے اس سے اس کے سارے ہی عمل ختم ہو جائیں گے۔ پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گی کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں ہوئی۔ خیال کیجئے ابھی گناہوں کا دیوان یونہی الگ تھلگ رکھا ہوا ہے۔ اور تمام نعمتوں کا دیوان بھی یونہی رکھا ہوا ہے۔ اگر بندے پر خدا کا ارادہ رحم وکرم کا ہوا تو اب وہ اس کی نیکیاں بڑھا دے گا۔ اور اس کے گناہوں سے تجاوز کر جائے گا اور اس سے فرما دے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخش دیں۔

مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ جل وعلا سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟ شکر کرنا خود بھی تو تیری ایک نعمت ہے؟ جواب ملا کہ داؤد اب تو شکر ادا کر چکا جبکہ تو نے یہ جان لیا اور اس کا اقرار کر لیا کہ تو میری نعمتوں کے شکر کی ادائیگی سے قاصر ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے تو حمد ہے۔ جس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کر سکتے۔ کہ اس نئی نعمت پر پھر ایک شکر واجب ہو جاتا ہے پھر اس نعمت کی شکر گزاری کی ادائیگی کی توفیق پر پھر نعمت ملی جس کا شکریہ واجب ہوا۔ ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ رونگھٹے رونگھٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر بھی پورا ادا نہیں ہو سکتا تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔

﴿۱۱۳﴾

وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ ﴿۲۰﴾ (الحجر: ۱٦-۲۰)

ترجمہ: ’’یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور دیکھنے والوں کے لئے اسے سجا دیا گیا ہے۔ اور اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا ہے۔ ہاں مگر جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرے اس کے پیچھے دھکتا ہوا (کھلا شعلہ) لگتا ہے۔ اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا ہے اور اس پر (اٹل) پہاڑ ڈال دیئے ہیں اور اس میں ہم نے ہر چیز ایک معین مقدار سے اگا دی

ہے اور اسی میں ہم نے تمہاری روزیاں بنادی ہیں اور جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو۔"

تشریح: اس بلند آسمان کا جو ٹھہرے رہنے والے اور چلنے پھرنے والے ستاروں سے زینت دار ہے، پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جو بھی اسے غور وفکر سے دیکھے وہ عجائبات قدرت اور نشانات عبرت اپنے لیے بہت پا سکتا ہے۔ بروج سے مراد یہاں پر ستارے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا..... الخ﴾ بعض کا قول ہے کہ مراد سورج چاند کی منزلیں ہیں۔ عطیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں وہ جگہیں جہاں چوکی پہرے ہیں اور جہاں سے سرکش شیطانوں پر مار پڑتی ہے کہ وہ بلند و بالا فرشتوں کی گفتگو نہ سن سکیں۔ جو آگے بڑھتا ہے شعلہ اس کے جلانے کو لپکتا ہے۔ کبھی تو یہ نیچے والے کے کان میں ڈال دے، اس سے پہلے ہی اس کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ کبھی اس کے برخلاف بھی ہوتا ہے جیسے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں صراحتاً مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کی بابت فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں۔ جیسے زنجیر پتھر پر، پھر جب ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں تو دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے رب کا کیا ارشاد ہوا، وہ کہتے ہیں جو بھی فرمایا حق ہے، اور وہی بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔ فرشتوں کی باتوں کو چوری چوری سننے کے لیے جنات اوپر کو چڑھتے ہیں، اور اسی طرح ایک پر ایک ہوتا ہے۔ راوی حدیث حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اس طرح بتلایا کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے ایک کو ایک پر رکھ لیا۔ اس سننے والے کا کام شعلہ کبھی تو اس سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے کان میں کہہ دے۔ اسی وقت وہ جل جاتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اسے اور وہ اپنے سے نیچے والے کو اور اسی طرح مسلسل پہنچا دے۔ اور وہ بات زمین تک آ جائے اور جادوگر یا کاہن کے کان اس سے آشنا ہو جائیں، پھر تو وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر لوگوں میں دونکی لیتا ہے۔ جب اس کی وہ ایک بات جو آسمان کی بات اسے اتفاقاً پہنچ گئی تھی۔ صبح نکلتی ہے تو لوگوں میں اس کی دانشمندی کے چرچے ہونے لگتے ہیں کہ دیکھو فلاں نے فلاں دن یہ کہا تھا۔ بالکل سچ نکلا۔ پھر اللہ تعالیٰ زمین کا ذکر فرماتا ہے کہ اسی نے اسے پیدا کیا، پھیلایا، اس میں پہاڑ بنائے، جنگل اور میدان قائم کئے، کھیت اور باغات اُگائے، اور تمام چیزیں باندازہ اور بمناسبت اور بموزونیت ہر ہر موسم کے ہر ہر زمین کے ہر ہر ملک کے لحاظ سے بالکل ٹھیک پیدا کیں جو بازار کی زینت اور لوگوں کی خوشگواری کی ہیں۔ زمین میں قسم قسم کی معیشت اس نے پیدا کر دی اور انہیں بھی بنا دیا جن کے روزی رساں تم نہیں ہو یعنی چوپائے اور جانور، لونڈی غلام وغیرہ۔ پس قسم قسم کی چیزیں قسم قسم کے اسباب قسم قسم کی راحت ہر طرح کے آرام اس نے تمہارے لیے مہیا کر دیئے۔ کمائی کے طریقے تمہیں سکھائے۔ جانوروں کو تمہارے زیردست کر دیا کہ کھاؤ بھی سواریاں بھی کرو۔ لونڈی غلام دیئے کہ راحت و آرام حاصل کرو۔ ان کی روزیاں بھی کچھ تمہارے ذمے نہیں بلکہ ان کا رازق بھی اللہ تعالیٰ کہ عالم پروردگار کل ہے۔ نفع تم اٹھاؤ روزی وہ پہنچائے، فسبحانہ ما اعظم شانہ۔

(۱۱۴)

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَ

نُمِيتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ۝ وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ (الحجر: ۲۱-۲۵)

ترجمہ: "اور جتنی بھی چیزیں ہیں ان سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ اندازہ سے اتارتے ہیں۔ اور ہم بھیجتے ہیں بوجھل ہوائیں پھر آسمان سے پانی برسا کر وہ تمہیں پلاتے ہیں اور تم اس کا ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔ ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی (بالآخر) وارث ہیں۔ اور تم میں سے آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے بھی ہمارے علم میں ہیں۔ آپ کا رب سب لوگوں کو جمع کرے گا یقیناً وہ بڑی حکمتوں والا ہے۔"

تشریح: تمام چیزوں کا تنہا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر کام اس پر آسان ہے۔ ہر قسم کی چیزوں کے خزانے اس کے پاس موجود ہیں۔ جتنا اور جب جہاں چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔ اپنی حکمتوں کا عالم وہی ہے۔ بندوں کی مصلحتوں سے بھی واقف وہی ہے۔ یہ محض اس کی مہربانی ہے۔ ورنہ کون ہے جو اس پر جبر کر سکے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہر سال بارش برابر ہی برستی ہے ہاں تقسیم اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حکم بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی قول مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ بارش کے ساتھ اس قدر فرشتے اترتے ہیں جن کی گنتی کل انسانوں اور جنات سے زیادہ ہوتی ہے۔ ایک ایک قطرے کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ کہاں برسا، اور اس سے کیا اُگا۔

بزار میں ہے اللہ تعالیٰ کے پاس کے خزانے کیا ہیں؟ صرف کلام ہے۔ جب کہا ہو جا، ہو گیا۔ ہوا چلا کر ہم بادلوں کو پانی سے بوجھل کر دیتے ہیں۔ اس میں سے پانی برسنے لگتا ہے۔ یہی ہوائیں چل کر درختوں کو باردار کر دیتی ہیں کہ پتے اور کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں۔ ہوا چلتی ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی ہے۔ اور بادلوں کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک ہوا ہوتی ہے جو زمین میں پیداوار کی قوت پیدا کرتی ہے۔ ایک ہوا ہوتی ہے جو بادلوں کو اِدھر اُدھر سے اُٹھاتی ہے۔ ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں جمع کر کے تہ بہ تہ کر دیتی ہے۔ ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں پانی سے بوجھل کر دیتی ہے۔ ایک ہوا ہوتی ہے جو درختوں کو پھل دار ہونے کے قابل کر دیتی ہے۔ ابن جریر میں ایک حدیث مروی ہے کہ جنوبی ہوا جنتی ہے اس میں لوگوں کے منافع ہیں اور اسی کا ذکر کتاب اللہ میں ہے۔ مسند حمیدی کی حدیث میں ہے کہ ہواؤں کے سات سال بعد اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ہوا پیدا کی ہے۔ جو ایک دروازے سے رکی ہوئی ہے۔ اسی بند دروازے سے تمہیں ہوا پہنچتی رہتی ہے۔ اگر وہ کھل جائے تو زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہوا سے الٹ پلٹ ہو جائیں تم اسے جنوبی ہوا کہتے ہو۔ پھر فرماتا ہے کہ اس کے بعد ہم تم پر میٹھا پانی برساتے ہیں کہ تم پیو اور کام میں لو۔ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا اور کھاری کر دیں۔ جیسے سورۂ واقعہ میں فرمان ہے کہ جس میٹھے کو تم پیا کرتے ہو، اسے بادل سے برسانے والے بھی کیا تم ہی ہو؟ یا ہم ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا کر دیں۔ تعجب ہے کہ تم ہماری شکرگزاری نہیں کرتے۔ اور آیت میں ہے کہ اسی خدا تعالیٰ نے تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا ہے۔ تم اس کے خازن یعنی مانع اور حافظ نہیں ہو۔ ہم ہی برساتے ہیں، ہم جہاں چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں محفوظ کر دیتے ہیں، اگر ہم چاہیں زمین میں دھنسا دیں۔ یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ اسے برسایا، بچایا، میٹھا کیا، ستھرا کیا کہ تم پیو اپنے جانوروں کو پلاؤ، اپنی کھیتیاں اور باغات بساؤ، اپنی ضرورتیں پوری کرو۔ ہم مخلوق کی ابتدا پھر اس کے اعادہ پر قادر ہیں۔ سب کو

عدم سے وجود میں لائے۔ سب کو پھر معدوم ہم کریں گے۔ پھر قیامت کے دن سب کو اٹھا بٹھائیں گے۔ زمین کے اور زمین والوں کے وارث ہم ہی ہیں۔ سب کے سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔ ہمارے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ اوّل آخر سب ہمارے علم میں ہے۔ پس آگے والوں سے مراد تو اس زمانہ سے پہلے کے لوگ ہیں حضرت آدم علیہ السلام تک کے اور پچھلوں سے مراد اس زمانہ کے اور آئندہ زمانہ کے لوگ ہیں۔ مروان بن حکم سے مروی ہے کہ بعض لوگ بوجہ عورتوں کے پچھلی صفوں میں رہا کرتے تھے پس یہ آیت اتری اس بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہے۔

ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بہت خوش شکل عورت نماز میں آیا کرتی تھی تو بعض مسلمان اس خیال سے کہ وہ نگاہ نہ چڑھے آگے بڑھ جاتے تھے اور بعض ان کے خلاف اور پیچھے ہٹ جاتے تھے اور سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھوں تلے سے دیکھتے تھے۔ پس یہ آیت اتری محمد بن کعب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے سامنے عون بن عبداللہ جب یہ کہتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں یہ مطلب نہیں بلکہ اگلوں سے مراد وہ ہیں جو مر چکے اور پچھلوں سے مراد اب پیدا شدہ اور پیدا ہونے والے ہیں۔ تیرا رب تعالیٰ سب کو جمع کرے گا۔ وہ حکمت وعلم والا ہے۔ یہ سن کر حضرت عون رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق اور جزائے خیر دے۔

۱۱۵

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٢٦﴾ وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿٢٧﴾ (الحجر: ٢٦-٢٧)

ترجمہ: ”یقیناً ہم نے انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے، پیدا فرمایا ہے۔ اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا۔“

تشریح: ﴿صَلْصَالٍ﴾ سے مراد خشک مٹی ہے۔ اسی جیسی آیت ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَ خَلَقَ الْجَآنَّ﴾ ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ بودار مٹی کو حماء کہتے ہیں۔ مسنون کہتے ہیں چکنی کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں تر مٹی۔ انسان سے پہلے ہم نے جنات کو جلا دینے والی آگ سے پیدا کیا ہے۔ سموم کہتے ہیں آگ کی گرمی کو اور حرور کہتے ہیں دن کی گرمی کو یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس گرمی کی لپٹیں اس گرمی کا سترواں حصہ ہیں۔ جس سے جن پیدا کئے گئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ جن آگ کے شعلوں سے بنائے گئے ہیں۔ یعنی بہت بہتر آگ سے۔ عمرو بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں سورج کی آگ سے۔ صحیح میں وارد ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے اور جن شعلے والی آگ سے اور آدم علیہ السلام اس سے جو تمہارے سامنے بیان کر دیا گیا ہے۔ اس آیت سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت وشرافت اور ان کے عنصر کی پاکیزگی اور طہارت کا بیان ہے۔

(۱۷۶)

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ (النحل: ۳۔۴)

ترجمہ: "اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا وہ اس سے بری ہے جو مشرک کرتے ہیں۔ اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا پھر وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا۔"

تشریح: عالم علوی اور سفلی کا خالق اللہ تعالیٰ کریم ہی ہے بلند آسمان اور پھیلی ہوئی زمین مع تمام مخلوق کے اُسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اور یہ سب بطور حق ہے نہ کہ بطور عبث۔ نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوگی۔ وہ تمام معبودوں اور مشرکوں سے بری اور بیزار ہے۔ واحد ہے لاشریک ہے، اکیلا ہی خالق کل ہے۔ اور اسی لیے اکیلا ہی سزاوار عبادت ہے۔ اس نے انسان کا سلسلہ نطفے سے جاری کر رکھا ہے جو ایک پانی ہے حقیر و ذلیل۔ یہ جب ٹھیک ٹھاک بنا دیا جاتا ہے تو اکڑفوں میں آجاتا ہے۔ رب سے جھگڑنے لگتا ہے۔ رسولوں کی مخالفت پر تل جاتا ہے۔ بندہ تھا چاہئے تھا کہ بندگی میں لگا رہتا لیکن یہ تو رندگی کرنے لگا۔ اور آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پانی سے بنایا اس کا نسب اور سسرال قائم کیا۔ خدا قادر ہے، رب کے سوا یہ ان کی پوجا کرنے لگے ہیں، جو بے نفع اور بے ضرر ہیں۔ کافر کچھ خدا سے پوشیدہ نہیں سورۂ یٰسین میں فرمایا کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا، پھر وہ تو بڑا ہی جھگڑالو نکلا۔ ہم پر بھی باتیں بنانے لگا، اور اپنی پیدائش بھول گیا۔ کہنے لگا کہ ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ اے نبی! تم ان سے کہہ دو کہ انہیں وہ خالق اکبر پیدا کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا وہ تو ہر طرح کی مخلوق کی ہر طرح کی پیدائش کا پورا عالم ہے۔

مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ہتھیلی پر تھوک کر فرمایا کہ جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان کیا تو مجھے عاجز کر سکتا ہے حالانکہ میں نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے۔ جب تو پورا ہوگیا ٹھیک ٹھاک ہوگیا۔ لباس مکان مل گیا تو تو لگا سمیٹنے اور میری راہ سے روکنے؟ اور جب دم گلے میں اٹکا تو تو کہنے لگا کہ اب میں صدقہ کرتا ہوں، راہِ للہ دیتا ہوں بس اب صدقے خیرات کا وقت نکل گیا۔

(۱۷۷)

وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النحل: ۵۔۷)

ترجمہ: ”اسی نے چوپائے پیدا کئے جن میں تمہارے لئے گرم لباس ہیں اور بھی بہت سے نفع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں۔ ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی۔ اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھا لے جاتے ہیں جہاں تم آدھی جان کیے بغیر پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ یقیناً تمہارا رب بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔“

تشریح: چوپائے اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں اور انسان ان سے مختلف فائدے اٹھا رہا ہے اس نعمت کو رب العالمین بیان فرما رہا ہے۔ جیسے اونٹ، گائے، بکری جس کا مفصل بیان سورۂ انعام کی آیت میں آٹھ قسموں سے کیا ہے۔ ان کے بال، اون، صوف وغیرہ کا گرم لباس اور جڑاول بنتی ہے، دودھ پیتے ہیں۔ گوشت کھاتے ہیں۔ شام کو جب وہ چر چگ کر واپس آتے ہیں بھری ہوئی کوکھوں والے بھرے ہوئے تھنوں والے اونچی کوہانوں والے کتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں؟ اور جب چراگاہ کی طرف جاتے ہیں کیسے پیارے معلوم ہوتے ہیں؟ پھر تمہارے بھاری بھاری بوجھ ایک شہر سے دوسرے شہر تک اپنی کمر پر لاد کر لے جاتے ہیں کہ تمہارا وہاں پہنچنا بغیر آدھی جان کے مشکل تھا حج کے عمرے کے جہاد کے تجارت کے اور ایسے ہی اور سفر ان پر ہوتے ہیں تمہیں لے جاتے ہیں تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں۔ جیسے آیت ﴿وَ اِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً..... الخ﴾ میں ہے کہ یہ چوپائے جانور بھی تمہاری عبرت کا باعث ہیں ان کے پیٹ سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور ان سے بہت سے فائدے پہنچاتے ہیں۔ ان کا گوشت بھی تم کھاتے ہو ان پر سواریاں بھی کرتے ہو۔ سمندر کی سواری کے لیے کشتیاں ہم نے بنا دی ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَنْعَامَ لَعِبْرَۃً..... الخ﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ہیں کہ تم ان پر سواری کرو انہیں کھاؤ نفع اٹھاؤ، دلی حاجتیں پوری کرو۔ اور تمہیں کشتیوں پر بھی سوار کر دیا۔ اور بہت سی نشانیاں دکھائیں پس تم کس کس نشان کا انکار کرو گے؟ یہاں بھی اپنی یہ نعمتیں جتا کر فرمایا کہ تمہارا وہ رب جس نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع بنا دیا ہے۔ وہ تم پر بہت ہی شفقت و رحمت والا ہے۔ جیسے سورۂ یٰسین میں فرمایا: کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے لیے اپنے ہاتھوں چوپائے بنائے اور انہیں ان کا مالک کر دیا۔ اور انہیں ان کا مطیع بنا دیا کہ بعض کو کھائیں بعض پر سوار ہوں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْفُلْکِ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْکَبُوْنَ..... الخ﴾ اُس خدا نے تمہارے لیے کشتیاں بنا دیں۔ اور چوپائے پیدا کر دیئے کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے رب کا فضل و شکر کرو۔ اور کہو وہ پاک ہے جس نے انہیں ہمارا ماتحت کر دیا۔ حالانکہ ہم میں یہ طاقت نہ تھی ہم مانتے ہیں کہ ہم اسی کی جانب لوٹیں گے۔

(۱۱۸)

وَ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْھَا وَ زِیْنَۃً وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل: ۸)

ترجمہ: ”گھوڑوں کو، خچروں کو گدھوں کو اس نے پیدا کیا کہ تم ان پر سواری لو اور وہ باعث زینت بھی ہیں۔ اور بھی ایسی بہت سی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں۔“

تشریح: اپنی ایک اور نعمت بیان فرما رہا ہے کہ زینت کے لئے اور سواری کے لئے اس نے گھوڑے خچر اور گدھے پیدا کئے ہیں۔ بڑا مقصد ان جانوروں کی پیدائش سے انسان کا ہی فائدہ ہے۔ چونکہ انہیں اور چوپایوں پر فضیلت دی۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ پہلے گھوڑوں میں وحشیت اور جنگلیت تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے اسے مطیع کر دیا۔ وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسرائیلی روایتوں میں بیان کیا ہے کہ جنوبی ہوا سے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خچر ہدیے میں دیا گیا تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری کرتے تھے۔ ہاں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ گھوڑوں کو گدھیوں سے ملایا جائے، یہ ممانعت اس لیے ہے کہ نسل منقطع نہ ہو جائے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو ہم گھوڑے اور گدھی کے ملاپ سے خچر لیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو علم سے کورے ہیں۔

(۱۱۹)

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۭ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (النحل: ۱۹)

ترجمہ: "اور اللہ پر سیدھی راہ کا بتا دینا ہے اور بعض ٹیڑھی راہیں ہیں، اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لگا دیتا۔"

تشریح: دنیوی راہیں طے کرنے کے اسباب بیان فرما کر اب دینی راہ چلنے کے اسباب بیان فرماتا ہے محسوسات سے معنویات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ قرآن میں اکثر بیانات اس قسم کے موجود ہیں سفر حج کے توشہ کا ذکر کر کے تقویٰ کے توشے کا جو آخرت میں کام دے بیان ہوا ہے۔ ظاہر لباس کا ذکر فرما کر لباس تقویٰ کی اچھائی بیان کی ہے۔ اسی طرح یہاں حیوانات سے دنیا کے کٹھن راستے اور دور دراز سفر طے ہونے کا بیان فرما کر آخرت کے راستے، دینی راہیں بیان فرمائیں کہ حق راستہ اللہ تعالیٰ سے ملانے والا ہے۔ رب تعالیٰ کی سیدھی راہ ہی ہے اسی پر چلو اور راستوں پر نہ لگو۔ ورنہ بہک جاؤ گے اور سیدھی راہ سے الگ ہو جاؤ گے فرمایا میری طرف پہنچنے کی سیدھی راہ یہی ہے اور وہ دین اسلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے اور ساتھ ہی اور راستوں کی گمراہی بھی بیان فرما دی ہے۔ بس سچا راستہ ایک ہی ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے باقی اور راہیں غلط راہیں ہیں، حق سے یکسو ہیں، لوگوں کی اپنی ایجاد ہیں، جیسے یہودیت، نصرانیت، مجوسیت وغیرہ۔ پھر فرماتا ہے کہ ہدایت رب تعالیٰ کے قبضے کی چیز ہے اگر چاہے تو روئے زمین کے لوگوں کو نیک راہ پر لگا دے، زمین کے تمام باشندے مومن بن جائیں۔ سب لوگ ایک ہی دین کے عامل ہو جائیں، لیکن یہ اختلاف باقی ہی رہے گا مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اسی کے لیے انہیں پیدا کیا ہے۔ تیرے رب تعالیٰ کی بات پوری ہو کر ہی رہے گی کہ جہنم و جنت انسان و جنات سے بھر جائے۔

(۱۲۰)

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝۱۰ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۱ (النحل ۱۰۔۱۱)

ترجمہ: "وہی تمہارے فائدے کے لئے آسمان سے پانی برساتا ہے جسے تم پیتے ہو اور اسی سے اُگے ہوئے درختوں کو تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو۔ اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے بیشک ان لوگوں کے لئے تو اس میں بڑی نشانی ہے اور غور وفکر کرتے ہیں۔"

تشریح: چوپائے اور دوسرے جانوروں کی پیدائش کا احسان بیان فرما کر اور احسان بیان فرماتا ہے کہ اوپر سے پانی وہی برساتا ہے۔ جس سے تم آپ فائدہ اٹھاتے ہو اور تمہارے فائدے کے جانور بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میٹھا صاف شفاف خوشگوار اچھے ذائقے کا پانی تمہارے پینے کے کام آتا ہے۔ اُس کا احسان نہ ہو تو وہ کھاری اور کڑوا بنا دے۔ اُسی آب باراں سے درخت اُگتے ہیں اور وہ درخت تمہارے جانوروں کا چارہ بنتے ہیں۔

ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے سورج نکلنے سے پہلے چرانے کو منع فرمایا۔ پھر اس کی قدرت دیکھو کہ ایک ہی پانی سے مختلف مزے کے، مختلف شکل کے، مختلف خوشبو کے طرح طرح کے پھل پھول وہ تمہارے لیے پیدا کرتا ہے۔ پس یہ نشانیاں ایک شخص کو اللہ کی وحدانیت جاننے کے لیے کافی ہیں۔ اسی کا بیان اور آیتوں میں اس طرح ہوا ہے کہ آسمان وزمین کا خالق، بادلوں سے پانی برسانے والا ان سے ہرے بھرے باغات پیدا کرنے والا جن کے پیدا کرنے سے تم عاجز تھے اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے ساتھ کوئی اور معبود نہیں پھر بھی لوگ حق سے اِدھر اُدھر ہو رہے ہیں۔

(۱۲۱)

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۱۲ وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝۱۳ (النحل ۱۲۔۱۳)

ترجمہ: "اسی نے رات دن اور سورج چاند کو تمہارے لئے تابع کر دیا ہے اور ستارے بھی اس کے حکم کے ماتحت ہیں، یقیناً اس میں عقلمند لوگوں کے لئے کئی ایک نشانیاں موجود ہیں۔ اور بھی بہت سی چیزیں طرح طرح کے رنگ روپ کی اس

نے تمہارے لئے زمین پر پھیلا رکھی ہے۔ بیشک نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے اس میں بڑی نشانی ہے ۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی اور نعمتیں یاد دلاتا ہے کہ دن رات برابر تمہارے فائدے کے لیے آتے جاتے ہیں۔ سورج چاند گردش میں ہیں۔ ستارے چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں، ہر ایک کا ایک ایسا صحیح انداز ہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے جس سے وہ نہ ادھر اُدھر ہوں نہ تمہیں کوئی نقصان ہو۔ ہر ایک رب تعالیٰ کی قدرت میں اور اس کے غلبے تلے ہے۔ اس نے چھ دن میں آسمان زمین پیدا کی پھر عرش پر مستوی ہوا، دن رات برابر پے در پے آتے رہتے ہیں۔ سورج چاند ستارے اس کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں، خلق وامر کا مالک وہی ہے۔ وہ رب العالمین بڑی برکتوں والا ہے۔ جو سوچ سمجھ رکھتا ہو اس کے لیے تو اس میں قدرت وسلطنت خدا کی بڑی نشانیاں ہیں۔ ان آسمانی چیزوں کے بعد اب تم زمینی چیزیں دیکھو کہ حیوانات نباتات جمادات وغیرہ مختلف رنگ روپ کی چیزیں بے شمار فوائد کی چیزیں اسی نے تمہارے لیے زمین پر پیدا کر رکھی ہیں۔ جو لوگ اللہ کی نعمتوں کی سوچیں اور قدر کریں ان کے لیے تو یہ زبردست نشان ہے۔

(۱۲۲)

وَ هُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ۝ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (النحل ١٤-١٨)

ترجمہ: "اور دریا بھی اس نے تمہارے بس میں کر دیئے ہیں کہ تم اس میں سے (نکلا ہوا) تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے اپنے پہننے کے زیورات نکال سکو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس میں پانی چیرتی ہوئی (چلتی) ہیں اور اس لئے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور ہوسکتا ہے کہ تم شکر گزاری بھی کرو۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں تا کہ تمہیں لے کر ہلے نہ اور نہریں اور راہیں بنا دیں تا کہ تم منزل مقصود کو پہنچو۔ اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں اور ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں۔ تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم اسے نہیں کر سکتے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی اور مہربانی جتاتا ہے کہ سمندر پر دریا پر بھی اس نے تمہیں قابض کر دیا۔ باوجود اپنی گہرائی کے اور اپنی موجوں کے وہ تمہارا تابع ہے۔ تمہاری کشتیاں اس میں چلتی ہیں۔ اسی طرح اس میں سے مچھلیاں نکال کر ان کے تروتازہ گوشت تم کھاتے ہو۔ مچھلی حلت کی حالت میں، احرام کی حالت میں، زندہ ہو یا مردہ ہو خدا کی طرف سے حلال ہے، لؤلؤ اور جوہر اس نے تمہارے لیے

اس میں پیدا کئے ہیں۔ جنہیں تم سہولیت سے نکال لیتے ہو اور بطور زیور کے اپنے کام میں لیتے ہو پھر اس میں کشتیاں ہواؤں کو پھاڑتی پانی کو چیرتی اپنے سینوں کے بل تیرتی چلی جاتی ہیں۔

سب سے پہلے نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے۔ انہی کو کشتی بنانا اللہ تعالیٰ نے سکھایا پھر لوگ برابر بناتے چلے آئے اور ان پر تری کے لمبے لمبے سفر طے ہونے لگے۔ اس پار کی چیزیں اُس پار اور اُس پار کی اِس پار آنے جانے لگیں۔ اسی کا بیان اس میں ہے کہ تم خدا کا فضل یعنی اپنی روزی تجارت کے ذریعہ ڈھونڈو اور اس کی نعمت واحسان کا شکر مانو اور قدر دانی کرو۔

مسند بزار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغربی دریا سے کہا کہ میں اپنے بندوں کو تجھ میں سوار کرنے والا ہوں، تو ان کے ساتھ کیا کرے گا۔ اُس نے کہا ڈبو دوں گا۔ فرمایا تیری تیزی تیرے کناروں پر ہے اور انہیں میں اپنے ہاتھ میں لے چلوں گا۔ تجھے میں نے زیور اور شکار سے محروم کیا۔ پھر مشرقی سمندر سے یہی بات کہی اُس نے کہا میں اپنے ہاتھوں پر انہیں اٹھاؤں گا اور جس طرح ماں اپنے بچے کی خبر گیری کرتی ہے میں ان کی کرتا رہوں گا۔ پس اسے اللہ تعالیٰ نے زیور بھی دیئے اور شکار بھی۔ اس کے بعد زمین کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس کے ٹھہرانے اور ہلنے جلنے سے بچانے کے لیے اس پر مضبوط اور وزنی پہاڑ جما دیئے کہ اس کے ہلنے کی وجہ سے اس پر رہنے والوں کی زندگی دشوار نہ ہو جائے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا﴾ حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی تو وہ ہل رہی تھی یہاں تک کہ فرشتوں نے کہا اس پر تو کوئی ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ صبح دیکھتے ہیں کہ پہاڑ اس پر گاڑ دیئے گئے ہیں۔ اور اس کا ہلنا موقوف ہو گیا ہے۔ پس فرشتوں کو یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ پہاڑ کس چیز سے پیدا کئے گئے۔ قیس بن عبادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی مروی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین نے کہا کہ تو مجھ پر بنی آدم کو بساتا ہے جو میری پیٹھ پر گناہ کریں گے اور خباثت پھیلائیں گے وہ کانپنے لگی، پس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو اس پر جما دیا جنہیں تم دیکھ رہے ہو۔ اور بعض کو دیکھتے ہی نہیں ہو۔ یہ بھی اس کا کرم ہے کہ اس نے نہریں چشمے اور دریا چوطرف بہا دیئے، کوئی تیز ہے کوئی مندا کوئی لمبا ہے کوئی مختصر کبھی کم پانی ہے کبھی زیادہ کبھی بالکل سوکھا پڑا ہے۔ پہاڑوں پر، جنگلوں میں، ریتے میں پتھروں میں برابر یہ چشمے بہتے رہتے ہیں اور ریل پیل کر دیتے ہیں۔ یہ سب اس کا فضل وکرم لطف ورحم ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی پروردگار نہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت، وہی رب ہے وہی معبود ہے، اسی نے راستے بنا دیئے ہیں۔ خشکی میں تری میں پہاڑ میں جنگل میں بستی میں جاڑے میں ہر جگہ اس کے فضل وکرم سے راستے موجود ہیں کہ ادھر سے اُدھر لوگ جا آ سکیں۔ کوئی تنگ راستہ ہے کوئی وسیع کوئی آسان کوئی سخت۔ اور بھی علامتیں اس نے مقرر کر دیں جیسے پہاڑ ہیں ٹیلے ہیں وغیرہ، جن سے تری خشکی کے راہ رو مسافر راہ معلوم کر لیتے ہیں۔ اور بھٹکے ہوئے سیدھے راستے لگ جاتے ہیں۔ ستارے بھی رہنمائی کے لیے ہیں۔ رات کے اندھیرے میں انہیں سے راستہ اور سمت معلوم ہوتی ہے۔ مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ نجوم سے مراد پہاڑ ہیں۔ پھر اپنی عظمت وکبریائی جتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ لائق عبادت اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ کے سوا جن جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں وہ محض بے بس ہیں کسی چیز کے پیدا کرنے کی انہیں طاقت نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے۔ ظاہر ہے کہ خالق اور غیر خالق یکساں نہیں پھر دونوں کی عبادت کرنا کس قدر ستم ہے؟ اتنا بھی بے ہوش ہو جانا شایانِ انسانیت نہیں۔ پھر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور کثرت بیان فرماتا ہے کہ تمہاری گنتی میں بھی تو نہیں آ سکتیں۔ اتنی نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں یہ بھی تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ میری نعمتوں کی گنتی کر سکو۔ اللہ

تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرماتا رہتا ہے، اگر اپنی تمام تر نعمتوں کا شکر بھی تم سے طلب کرے تو تمہارے بس کا کام نہیں۔ اگر ان نعمتوں کے بدلے تم سے چاہے تو تمہاری طاقت سے خارج ہے۔ سنو! اگر وہ تم سب کو عذاب کرے تو بھی وہ ظالم نہیں ہونے کا لیکن وہ غفور و رحیم خدا تعالیٰ تمہاری برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے، تمہاری تقصیروں سے تجاوز کر لیتا ہے توبہ، رجوع اطاعت اور طلب رضامندی کے ساتھ جو گناہ ہو جائیں ان سے چشم پوشی کر لیتا ہے بڑا ہی رحیم ہے، توبہ کے بعد عذاب نہیں کرتا۔

(۱۲۳)

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۞ (النحل:۱۹)

ترجمہ: "اور جو کچھ تم چھپاؤ اور ظاہر کرو اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔"

تشریح: چھپا کھلا سب کچھ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، دونوں اس پر یکساں ہیں۔ ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ قیامت کے دن دے گا، نیکوں کو جزا بدوں کو سزا۔ جن معبودانِ باطل سے لوگ اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں وہ کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں جیسے کہ خلیل الرحمن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

﴿ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾

"تم انہیں پوجتے ہو جنہیں خود بناتے ہو۔"

درحقیقت تمہارا اور تمہارے کاموں کا خالق صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ بلکہ تمہارے معبود جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہیں۔ جمادات ہیں، بے روح چیزیں ہیں سنتے دیکھتے اور شعور رکھتے نہیں۔ انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ قیامت کب ہوگی؟ تو ان سے نفع کی امید اور ثواب کی توقع کیسے رکھتے ہو؟ یہ تو اس خدا تعالیٰ سے ہونی چاہیے جو ہر چیز کا عالم اور تمام کائنات کا خالق ہے۔

(۱۲۴)

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۞ (النحل:۶۵)

ترجمہ: "اور اللہ آسمان سے پانی برسا کر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو سنیں۔"

تشریح: اس قرآن سے کس قدر مردہ دل جی اٹھتے ہیں اس کی مثال مردہ زمین اور بارش کی ہے۔ جو لوگ بات کو سنیں سمجھیں وہ تو اس سے بہت کچھ عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

(۱۲۵)

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ وَ مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (النحل: ٦٦۔٦٧)

ترجمہ: ”تمہارے لئے تو چوپایوں میں بھی بڑی عبرت ہے کہ ہم تمہیں اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسی میں سے گوبر اورلہو کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے سہتا پچتا ہے۔ اور کھجور اور انگور کے درختوں کے پھلوں سے تم شراب بنا لیتے ہو اور عمدہ روزی بھی۔ جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لئے تو اس میں بہت بڑی نشانی ہے۔“

تشریح: اونٹ گائے بکریاں وغیرہ بھی اپنے خالق کی قدرت وحکمت کی نشانیاں ہیں۔ چوپائے بھی حیوان ہی ہیں۔ ان حیوانوں کے پیٹ میں جو اَلا بلا بھری ہوئی ہوتی ہے۔ اسی میں سے پروردگار عالم تمہیں نہایت خوش ذائقہ لطیف اور خوشگوار دودھ پلاتا ہے۔ جانور کے باطن میں جو گوبر خون وغیرہ ہے ان سے بچا کر دودھ تمہارے لیے نکالتا ہے۔ نہ اس کی سفیدی میں فرق آئے نہ حلاوت میں نہ مزے میں، معدے میں غذا پہنچی وہاں سے خون رگوں کی طرف دوڑ گیا، دودھ تھن کی طرف پہنچا پیشاب نے مثانہ کا راستہ پکڑا گوبر اپنے مخرج کی طرف جمع ہوا نہ ایک دوسرے سے ملے نہ ایک دوسرے کو بدلے، خالص دودھ جو پینے والے کے حلق میں بآرام اتر جائے۔ اس کی خاص نعمت ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ شراب بناتے ہو جو حرام ہے اور طرح طرح کھاتے پیتے ہو، جو حلال ہے مثلاً خشک کھجوریں، کشمش وغیرہ اور نبیذ، شربت بنا کر، سرکہ بنا کر اور اور طرح۔ پس جن لوگوں کو عقل کا حصہ دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت کو ان چیزوں اور ان نعمتوں سے بھی پہچان سکتے ہیں۔ دراصل جوہر انسانیت عقل ہی ہے اسی کی نگہبانی کے لیے شریعت مطہرہ نے نشہ والی شرابیں اس امت پر حرام کر دیں۔ اسی نعمت کا بیان سورہ یٰسین آیت ﴿وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ.... الخ﴾ میں ہے یعنی زمین میں ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگا دیئے اور ان میں پانی کے چشمے بہا دیئے تاکہ لوگ اس کا پھل کھائیں یہ ان کے اپنے بنائے ہوئے نہیں، کیا پھر بھی یہ شکر گزاری نہیں کریں گے؟ پاک ذات ہے وہ جس نے زمین کی پیداوار میں اور خود انسانوں میں اور اس مخلوق میں جسے یہ جانتے ہی نہیں ہر طرح کی جوڑ جوڑ چیزیں پیدا کر دی ہیں۔

(۱۲۶)

وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ

مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

(سورۃ النحل: ۶۸۔۶۹)

ترجمہ: ''آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں درختوں اور لوگوں کی بنائی ہوئی اونچی اونچی ٹٹیوں میں اپنے گھر (چھتے) بنا۔ اور ہر طرح کے میوے کھا اور اپنے رب کی آسان راہوں میں چلتی پھرتی رہ، ان کے پیٹ سے رنگ برنگ کا مشروب نکلتا ہے، جس کے رنگ مختلف ہیں اور جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت بڑی نشانی ہے۔''

تشریح: وحی سے مراد یہاں پر الہام ہدایت اور ارشاد ہے۔ شہد کی مکھیوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ وہ پہاڑوں میں درختوں میں اور چھتوں میں شہد کے چھتے بنائے، اس ضعیف مخلوق کے اس گھر کو دیکھئے کتنا مضبوط، کیسا خوبصورت اور کیسی کچھ کاریگری کا ہوتا ہے۔ پھر اسے ہدایت کی اور اس کے لیے مقدر کر دیا کہ یہ پھلوں کے، پھولوں کے اور گھاس پات کے رس چوستی پھرے اور جہاں چاہے جائے آئے لیکن واپس لوٹتے وقت سیدھی اپنے چھتے کو پہنچ جائے۔ چاہے بلند پہاڑ کی چوٹی ہو چاہے بیابان کے درخت ہوں چاہے آبادی کے بلند مکانات اور ویرانے کے سنسار کھنڈر ہوں یہ نہ راستے بھولے۔ نہ بھٹکتی پھرے۔ خواہ کتنی ہی دور نکل جائے، لوٹ کر اپنے چھتے میں اپنے بچوں، انڈوں اور شہد میں پہنچ جائے۔ اپنے پروں سے موم بنائے اپنے منہ سے شہد جمع کرے اور دوسری جگہ سے بچے۔

ابو یعلیٰ موصلی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مکھی کی عمر چالیس دن کی ہوتی ہے۔ سوائے شہد کی مکھی کے اور مکھیاں آگ میں ہیں۔ شہد کے رنگ مختلف ہوتے ہیں، سفید، زرد، سرخ وغیرہ جیسے پھل پھول اور جیسی زمین۔ اس ظاہری خوبی اور رنگ کی چمک کے ساتھ اس میں شفا بھی ہے۔ بہت سی بیماریوں کو اللہ تعالیٰ اس سے دور کر دیتا ہے۔

چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ کسی نے آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بھائی کا پیٹ چھوٹ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے شہد پلاؤ۔ وہ گیا شہد دیا۔ پھر آیا اور کہا حضور اسے تو بیماری اور بڑھ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جا اور شہد پلا۔ اس نے جا کر پھر پلایا، پھر حاضر ہو کر یہی عرض کیا کہ دست اور بڑھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے جا پھر شہد دے۔ تیسری مرتبہ شہد سے بفضل خدا تعالیٰ شفا حاصل ہوگئی۔ بعض طبیبوں نے کہا ہے ممکن ہے کہ اس کے پیٹ میں فضلے کی زیادتی ہو شہد نے اپنی گرمی کی وجہ سے اس کی تحلیل کر دی فضلہ خارج ہونا شروع ہوا دست بڑھ گئے۔ اعرابی نے اسے مرض کا بڑھ جانا سمجھا حضور ﷺ سے شکایت کی آپ ﷺ نے اور شہد دینے کو فرمایا۔ اس سے اور زور سے فضلہ خارج ہونا شروع ہوا پھر شہد دیا۔ پیٹ صاف ہو گیا بلا نکل گئی اور کامل شفا بفضلِ خدا حاصل ہوگئی اور حضور ﷺ کی بات جو باشارہ خداوندی تھی پوری ہوگئی۔

بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ سرور رسل ﷺ کو مٹھاس اور شہد سے بہت الفت تھی آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ تین چیزوں میں شفا ہے پچھنے لگانے میں شہد کے پینے میں اور داغ لگوانے میں، لیکن میں اپنی امت کو داغ لگوانے سے روکتا ہوں۔

بخاری کی حدیث میں ہے کہ تمہاری دواؤں میں سے کسی میں اگر شفا ہے تو پچھنے لگانے میں ہے۔ شہد کے پینے میں اور آگ سے داغوانے میں جو بیماری کے مناسب ہو لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ بلکہ ناپسند رکھتا ہوں۔ ابن ماجہ میں ہے کہ تم ان دونوں شفاؤں کی قدر کرتے رہو شہد اور قرآن۔

فائدہ: ابن جریر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شفا چاہے تو قرآن کریم کی کسی آیت کو کسی صحیفے پر لکھ لے اور اسے بارش کے پانی سے دھو لے اور اپنی بیوی کے مال سے اس کی اپنی رضامندی سے پیسے لے کر شہد خریدے اور اسے پی لے پس اس میں کئی وجہ سے شفا آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ یعنی ہم نے قرآن میں وہ نازل فرمایا ہے جو شفا ہے اور رحمت ہے مؤمنین کے لیے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا﴾ ہم آسمان سے بابرکت پانی برساتے ہیں اور فرمان ہے ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا﴾ یعنی عورتیں اپنے مال مہر میں سے اپنی خوشی سے تمہیں دے دے تو بے شک تم اسے کھاؤ، پیو، سہتا پچتا۔ شہد کے بارے میں فرمان خدا تعالیٰ ہے ﴿فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ شہد میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔

ابن ماجہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص ہر مہینے میں تین دن صبح کو شہد چاٹ لے اسے کوئی بڑی بلا نہیں پہنچے گی۔ ابن ماجہ کی ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم سنا اور سنوت کا استعمال کیا کرو ان میں ہر بیماری کی شفا ہے سوائے سام کے۔ لوگوں نے پوچھا سام کیا؟ فرمایا موت۔ سنوت کے معنی شبت کے ہیں اور لوگوں نے کہا ہے سنوتِ شہد ہے جو گھی کی مشک میں رکھا ہوا ہو شاعر کے شعر میں بھی یہ لفظ اس معنی میں آیا ہے۔ پھر فرماتا ہے مکھی جیسی بے طاقت چیز کا تمہارے لیے شہد اور موم بنانا اس کا اس طرح آزادی سے پھرنا اپنے گھر کو نہ بھولنا وغیرہ یہ سب چیزیں غور وفکر کرنے والوں کے لیے میری عظمت خالقیت مالکیت کی بڑی نشانیاں ہیں اسی سے لوگ اپنے اللہ تعالیٰ کے قادر حکیم وعلیم کریم رحیم ہونے پر دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔

(۱۲۷)

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ (النحل: ۷۰)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ ہی نے تم سب کو پیدا کیا وہی پھر تمہیں فوت کرے گا، تم میں ایسے بھی ہیں جو بدترین عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے بوجھنے کے بعد بھی نہ جانیں بیشک اللہ دانا اور توانا ہے۔“

تشریح: تمام بندوں پر قبضہ اللہ تعالیٰ کا ہے وہی انہیں عدم سے وجود میں لایا ہے وہی انہیں پھر فوت کرے گا۔ بعض لوگوں کو بہت بڑی عمر تک پہنچاتا ہے کہ وہ پھر سے بچوں جیسے ناتواں بن جاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پچھتر سال کی عمر میں عموماً انسان ایسا ہی ہو جاتا ہے۔ طاقت طاق ہو جاتی ہے، حافظہ جاتا رہتا ہے علم کی کمی ہو جاتی ہے، عالم ہونے کے بعد بے علم ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی دعا میں فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْکَسَلِ وَالْھَرَمِ وَ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ وَ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ.

"یعنی اے اللہ! میں بخل سے عاجزی سے بڑھاپے سے ذلیل عمر سے قبر کے عذاب سے دجال کے فتنے سے زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔"

زہیر بن ابوسلمیٰ نے بھی اپنے مشہور معلقہ میں اس عمر کو رنج وغم کا مخزن ومنبع بتایا ہے۔

(۱۲۸)

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۗ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ (النحل: ۷۱)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ہی نے تم سے ایک کو دوسرے پر روزی میں زیادتی دے رکھی ہے، پس جنہیں زیادتی دی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنے ماتحت غلاموں کو نہیں دیتے کہ وہ اور یہ اس میں برابر ہوجائیں تو کیا یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کے منکر ہورہے ہیں۔"

تشریح: مشرکین کی جہالت اور ان کے کفر کا بیان ہو رہا ہے کہ باوجود اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے غلام جاننے کے ان کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حج کے موقع پر وہ کہا کرتے تھے:

لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ.

"یعنی اے اللہ! میں تیرے پاس حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو خود تیرے غلام ہیں ان کا اور ان کی ماتحت چیزوں کا اصلی مالک تو ہی ہے۔"

پس اللہ تعالیٰ انہیں الزام دیتا ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کی اپنی برابری اور اپنے مال میں شرکت پسند نہیں کرتے تو پھر میرے غلاموں کو میری خدائی میں کیسے شریک ٹھہرا رہے ہو؟ یہی مضمون آیت ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ..... الخ﴾ میں بیان ہوا ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کو اپنے مال میں اپنی بیویوں میں اپنا شریک بنانے سے نفرت کرتے ہو تو پھر میرے غلاموں کو میری خدائی میں کیسے شریک سمجھ رہے ہو؟ یہی خدا کی نعمتوں سے انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ پسند کرنا جو اپنے لیے بھی پسند نہ ہو۔ یہ ہے مثال معبودان باطل کی جب تم آپ اس سے الگ ہو پھر خدا تعالیٰ تو اس سے بہت زیادہ بیزار ہے۔ رب تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر اور کیا ہوگا؟ کہ کھیتیاں اور چوپائے اللہ تعالیٰ ایک کے پیدا کیے ہوئے اور تم انہیں اس کے سوا اوروں کے نام کا کرو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھا کہ اپنی روزی پر قناعت اختیار کرو، اللہ تعالیٰ نے ایک کو ایک سے زیادہ امیر کر رکھا ہے یہ بھی اس کی طرف سے ایک آزمائش ہے کہ وہ دیکھے کہ امیر امراء کس

طرح شکر خداوندی ادا کرتے ہیں اور جو حقوق دوسروں کے ان پر جناب باری تعالیٰ نے مقرر کیے ہیں کہاں تک انہیں ادا کرتے ہیں۔

(۱۲۹)

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۙ۝

(النحل: ۷۲)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تم میں سے ہی تمہاری بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تمہیں اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں۔ کیا پھر بھی لوگ باطل پر ایمان لائیں گے؟ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کریں گے۔"

تشریح: اپنے بندوں پر اپنا ایک اور احسان جتاتا ہے کہ انہی کی جنس سے انہی کی ہم شکل ہم وضع عورتیں ہم نے ان کے لیے پیدا کیں۔ اگر جنس اور ہوتی تو دلی میل جول محبت و مودت قائم نہ رہتی۔ لیکن اپنی رحمت سے اس نے مرد عورت ہم جنس بنائے پھر اس جوڑے سے نسل بڑھائی، اولاد پھیلائی، لڑکے ہوئے، لڑکوں کے لڑے ہوئے۔ حَفَدَةً کے معنی تو یہی پوتوں کے ہیں، دوسرے معنی خادم اور مددگار کے ہیں۔ پس لڑکے اور پوتے بھی ایک طرح کے خدمت گزار ہوتے ہیں اور عرب میں یہی دستور بھی تھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ انسان کی بیوی کی اگلے گھر کی اولاد اس کی نہیں ہوتی۔ حَفَدَة اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کے سامنے اس کے لیے کام کاج کرے۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ اس سے مراد داماوی رشتہ ہے۔ معنی کے تحت میں یہ سب داخل ہیں۔ چنانچہ قنوت میں جملہ آتا ہے۔ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ ہماری سعی، کوشش اور خدمت تیرے لیے ہی ہے۔

(۱۳۰)

وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (النحل: ۷۸-۷۹)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے، اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکر گزاری کرو۔ کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو تابع فرمان ہو کر فضا

میں ہیں، جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور تھامے ہوئے نہیں، بیشک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے کمال علم اور کمال قدرت کو بیان فرما رہا ہے کہ زمین وآسمان کا غیب وہی جانتا ہے کوئی نہیں جو غیب داں ہو۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے جس چیز پر چاہے اطلاع دے دے ہر چیز اس کی قدرت میں ہے نہ کوئی اس کا خلاف کر سکے نہ کوئی اسے روک سکے جس کام کا جب ارادہ کرے قادر ہے پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ آنکھ بند کر کے کھولنے میں تو تمہیں کچھ دیر لگتی ہوگی لیکن حکم الٰہی کے پورے ہونے میں اتنی دیر بھی نہیں لگتی قیامت کا آنا بھی اس پر ایسا ہی آسان ہے وہ بھی حکم ہوتے ہی آ جائے گی۔ ایک کا پیدا کرنا اور سب کا پیدا کرنا اس پر یکساں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان دیکھو کہ اس نے لوگوں کو ماؤں کے پیٹوں سے نکالا، یہ محض نادان تھے، پھر انہیں کان دیئے جس سے سنیں، آنکھیں دیں جن سے دیکھیں۔ دل دیئے جس سے سوچیں سمجھیں۔ عقل کی جگہ دل ہے اور دماغ بھی کہا گیا ہے۔ عقل سے ہی نفع نقصان معلوم ہوتا ہے یہ قویٰ اور یہ حواس انسان کو بتدریج تھوڑے تھوڑے ہو کر ملتے ہیں۔ عمر کے ساتھ ہی ساتھ اس کی بڑھوتری بھی ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جائیں۔ یہ سب اس لیے ہے کہ انسان اپنی ان طاقتوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادت میں لگائے رہے۔

صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے کہ جو میرے دوستوں سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھے لڑائی کا اعلان دیتا ہے۔ میرے فریضے کی بجا آوری سے جس قدر بندہ میری نزدیکی حاصل کرتا ہے اتنی کسی اور چیز سے نہیں کر سکتا۔ نوافل بکثرت پڑھتے پڑھتے بندہ میرے نزدیک اور میرا محبوب ہو جاتا ہے، جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں ہی اس کے کان بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ تھامتا ہے اور اس کے پیر بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ وہ اگر مجھ سے مانگے میں دیتا ہوں اگر دعا کرے میں قبول کرتا ہوں اگر پناہ چاہے میں پناہ دیتا ہوں۔ اور مجھے کسی کرنے کے کام میں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا مومن کی روح کے قبض کرنے میں وہ موت کو ناپسند کرتا ہے میں اسے ناراض کرنا نہیں چاہتا اور موت ایسی چیز ہی نہیں جس سے کسی ذی روح کو نجات مل سکے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن اخلاص اور اطاعت میں کامل ہو جاتا ہے تو اس کے تمام افعال محض اللہ کے لئے ہو جاتے ہیں، وہ سنتا ہے اللہ کے لیے، دیکھتا ہے اللہ کے لیے یعنی شریعت کی باتیں سنتا ہے شرع نے جن چیزوں کا دیکھنا جائز کیا ہے انہی کو دیکھتا ہے۔ اسی طرح اس کا ہاتھ بڑھانا، پاؤں چلانا بھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کاموں کے لیے ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اس کا بھروسہ ہوتا ہے اسی سے مدد چاہتا ہے۔ تمام کام اس کے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے ہی ہوتے ہیں۔ اس لیے بعض حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ پھر وہ میرے لیے ہی سنتا ہے اور میرے لیے ہی دیکھتا ہے اور میرے لیے ہی پکڑتا ہے اور میرے لیے ہی چلتا پھرتا ہے۔ آیت میں بیان ہے کہ ماں کے پیٹ سے وہ نکالتا ہے، کان، آنکھ، دل و دماغ وہ دیتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو اور آیت میں فرمان ہے ﴿قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ... الخ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے، اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے ہیں۔ لیکن تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو۔ اسی نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا ہے۔ اور اسی کی طرف تمہارا حشر کیا جانے والا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ ان پرندوں کی طرف دیکھو جو آسمان و زمین کے درمیان فضا میں پرواز کرتے پھرتے ہیں انہیں پروردگار ہی اپنی

قدرت کاملہ سے تھامے ہوئے ہے۔ یہ قوت پرواز اسی نے انہیں دے رکھی ہے اور ہواؤں کو ان کا مطیع بنا رکھا ہے۔ سورۂ ملک میں بھی یہی فرمان ہے کہ کیا وہ اپنے سروں پر اڑتے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھتے جو پر کھولے ہوئے ہیں اور پر سمیٹے ہوئے بھی ہیں۔ انہیں بجز اللہ رحمٰن ورحیم کے کون تھامتا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو بخوبی دیکھ رہا ہے۔ یہاں بھی خاتمے پر فرمایا کہ اس میں ایمانداروں کے لیے بہت سے نشان ہیں۔

(۱۳۱)

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ (النحل ۸۰-۸۱)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گھروں میں سکونت کی جگہ بنا دی ہے اور اسی نے تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں کے گھر بنا دیئے ہیں، جنہیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو اپنے کوچ کے دن اور اپنے ٹھہرنے کے دن بھی، اور ان کی اون اور روؤں اور بالوں سے بھی اس نے بہت سے سامان اور ایک وقت مقررہ تک کے لئے فائدہ کی چیزیں بنائیں۔ اللہ ہی نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے سائے بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لئے پہاڑوں میں غار بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لئے کرتے بنائے ہیں جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے بھی جو تمہیں لڑائی کے وقت کام آئیں وہ اس طرح اپنی پوری پوری نعمتیں دے رہا ہے کہ تم حکم بردار بن جاؤ۔"

تشریح: قدیم اور بہت بڑے ان گنت احسانات وانعامات والا اللہ اپنی اور نعمتیں اظہار فرما رہا ہے اسی نے بنی آدم کے رہنے سہنے، آرام اور راحت حاصل کرنے کے لیے انہیں مکانات دے رکھے ہیں۔ اسی طرح چوپائے جانوروں کی کھالوں کے خیمے، ڈیرے، تمبو اس نے عطا فرما رکھے ہیں کہ سفر میں کام آئیں۔ نہ لے جانا دوبھر، نہ لگانا مشکل، نہ اکھیڑنے میں کوئی تکلیف۔ پھر بکریوں کے بال، اونٹوں کے بال، بھیڑوں اور دنبوں کی اون بیوپار تجارت کے لیے مال کی شکل میں اس نے بنا دی ہے وہ گھر کے برتنے کی چیز بھی ہے اس سے کپڑے بھی بنتے ہیں۔ فرش بھی تیار ہوتے ہیں۔ تجارت کے طور پر مال تجارت ہے فائدے کی چیز ہے جس سے لوگ مقررہ وقت تک سودمند ہوتے ہیں۔ درختوں کے سائے اس نے تمہارے فائدے اور راحت کے لیے بنائے ہیں۔ پہاڑوں پر غار قلعے وغیرہ اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ ان میں پناہ حاصل کرو۔ چھپنے اور رہنے سہنے کی جگہ بنا لو، سوتی اونی اور بالوں کے کپڑے اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ پہن کر سردی گرمی کے بچاؤ کے ساتھ ہی اپنا ستر چھپاؤ اور زیب وزینت حاصل کرو۔ اور اس نے تمہیں

زرہیں، خود، بکتر عطا فرمائے ہیں جو دشمنوں کے حملے اور لڑائی کے وقت تمہیں کام دیں۔ اسی طرح وہ تمہیں تمہاری ضرورت کی پوری پوری نعمتیں دیئے چلا جاتا ہے کہ تم راحت و آرام پاؤ اور اطمینان سے اپنے منعم حقیقی کی عبادت میں لگے رہو۔ بیشک جنگل میں بیابان بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے؟ اس لیے ان نعمتوں اور رحمتوں کے اظہار کے بعد ہی فرماتا ہے کہ اگر اب بھی یہ لوگ میری عبادت اور توحید کے اور میرے بے پایاں احسانوں کے قائل نہ ہوں تو تجھے ان کی ایسی کیا پڑی ہے، چھوڑ دے اپنے کام میں لگ جا، تجھ پر تو صرف تبلیغ ہی ہے وہ کئے جا۔ یہ خود جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نعمتوں کا دینے والا ہے اور اس کی بیشمار نعمتیں ان کے ہاتھوں میں ہیں لیکن باوجود علم کے منکر ہو رہے ہیں، اور اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں بلکہ اس کی نعمتوں کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ مددگار فلاں ہے رزق دینے والا فلاں ہے۔ یہ اکثر لوگ کافر ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ناشکرے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت اس کے سامنے کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رہنے سہنے کی جگہ کے لیے گھر اور مکانات دیئے۔ اس نے کہا سچ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پڑھا کہ اس نے تمہیں چوپایوں کی کھالوں کے خیمے دیئے۔ اس نے کہا یہ بھی سچ ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ ان آیتوں کو پڑھتے گئے اور وہ ہر ہر نعمت کا اقرار کرتا رہا۔ آخر میں آپ ﷺ نے پڑھا اس لیے کہ تم مسلمان اور مطیع ہو جاؤ۔ اس وقت وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا، تو اللہ تعالیٰ نے آخری آیت اتاری کہ اقرار کے بعد انکار کر کے کافر ہو جاتے ہیں۔

(۱۳۲)

اَوَ لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۳۰-۳۳)

ترجمہ: ”کیا کافر لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان و زمین باہم ملے جلے تھے پھر ہم نے انہیں جدا کیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا کیا یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔ اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنا دیئے تاکہ مخلوق کو ہلا نہ سکے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں بنا دیں تاکہ وہ راستہ حاصل کریں۔ آسمان کو مضبوط چھت بھی ہم نے ہی بنایا۔ لیکن لوگ اسکی قدرت کے نمونوں پر دھیان نہیں دھرتے۔ وہی اللہ ہے جس نے رات اور دن، سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیرتے پھرتے ہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ اس کی قدرت پوری ہے۔ اور اس کا غلبہ زبردست ہے فرماتا ہے کہ جو کافر اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ کیا انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور سب چیز کا نگہبان بھی وہی ہے۔ پھر اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت تم کیوں کرتے ہو۔ ابتداءً زمین و آسمان ملے جلے ایک دوسرے سے پیوست تہ بہ تہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں الگ الگ کیا زمینوں کو نیچے آسمانوں کو اوپر فاصلے سے اور حکمت سے قائم کیا، سات زمینیں پیدا کیں، اور سات ہی آسمان بنائے زمین اور پہلے آسمان کے درمیان جوف اور خلا رکھا آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے پیداوار اُگائی۔ ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ کیا یہ تمام چیزیں جن میں سے ہر ایک صانع کی خودمختاری قدرت اور وحدت پر دلالت کرتی ہے، اپنے سامنے موجود پاتے ہوئے بھی یہ لوگ اللہ کی عظمت کے قائل ہو کر شرک کو نہیں چھوڑتے۔

فَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَّہٗ اٰیَۃٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

یعنی ہر چیز میں خدا کی خدائی اور اس کی وحدانیت کا نشان موجود ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال ہوا کہ پہلے رات تھی یا دن؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے زمین و آسمان ملے جلے تہ بہ تہ تھے تو ظاہر ہے کہ ان میں اندھیرا ہوگا اور اندھیرے کا نام ہی رات ہے۔ تو ثابت ہوا کہ رات پہلے تھی۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا تم (حضرت) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کرو اور جو جواب دیں مجھ سے بھی کہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا زمین و آسمان سب ایک ساتھ تھے نہ بارش برستی تھی نہ پیداوار اُگتی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ذی روح مخلوق پیدا کی تو آسمان کو پھاڑ کر اس میں سے پانی برسایا اور زمین کو چیر کر اس میں پیداوار اُگائی جب سائل نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جواب بیان کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے آج مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ قرآن کے علم میں (حضرت) عبداللہ بہت ہی بڑھے ہوئے ہیں۔ میرے جی میں کبھی خیال آتا تھا کہ ایسا تو نہیں ابن عباس کی جرأت بڑھ گئی ہو لیکن آج وہ وسوسہ دل سے جاتا رہا۔ آسمان کو پھاڑ کر سات آسمان بنائے زمین کے مجموعے کو چیر کر سات زمینیں بنائیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ یہ ملے ہوئے تھے یعنی پہلے ساتوں آسمان ایک ساتھ تھے اور اسی طرح ساتوں زمینیں بھی ملی ہوئی تھیں۔ پھر جدا جدا کر دی گئیں۔ حضرت سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تفسیر ہے کہ یہ دونوں پہلے ایک ہی تھے پھر الگ الگ کر دیئے گئے۔ زمین و آسمان کے درمیان خلا رکھ دیا گیا پانی کو تمام جانداروں کی اصل بنا دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضور! جب میں آپ کو دیکھتا ہوں میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں آپ ہمیں تمام چیزوں کی اصلیت سے خبردار کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ہریرہ! تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو سلام کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو اور صلہ رحمی کرتے رہو اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تم تہجد کی نماز پڑھا کرو تاکہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ زمین کو باری عزوجل نے پہاڑوں کی میخوں سے مضبوط کر دیا تاکہ وہ ہل جل کر لوگوں کو پریشان نہ کرے مخلوق کو زلزلے میں نہ ڈالے زمین کی تین چوتھائیاں تو پانی میں ہیں۔ اور صرف ایک چوتھائی حصہ سورج اور ہوا کے لیے کھلا ہوا ہے تاکہ لوگ آسمان کو اور اس کے عجائبات کو بچشم خود ملاحظہ کر سکیں پھر

زمین میں خدائے تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے راہیں بنا دیں کہ لوگ بآسانی اپنے سفر طے کر سکیں۔ اور دور دراز ملکوں میں بھی پہنچ سکیں۔ شان خدا دیکھئے اس حصے اور اس ٹکڑے کے درمیان بلند پہاڑی حائل ہے۔ یہاں سے وہاں پہنچنا بظاہر سخت اور دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت خدا خود اس پہاڑ میں راستہ بنا دیتی ہے کہ یہاں کے لوگ وہاں اور وہاں کے لوگ یہاں پہنچ جائیں اور اپنے کام کاج پورے کر لیں۔ آسمان کو زمین پر مثل قبے کے بنا دیا جیسے فرمان ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم وسعت اور کشادگی والے ہیں فرماتا ہے قسم ہے آسمان کی اور اس کی بناوٹ کی۔ ارشاد ہے کہ انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے سروں پر آسمان کو کس کیفیت کا بنایا ہے اور کس طرح زینت دے رکھی ہے اور لطف یہ ہے کہ اتنے بڑے آسمان میں کوئی سوراخ تک نہیں۔ بنا کہتے ہیں قبے اور خیمے کے کھڑا کرنے کو جیسے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اسلام کی بنائیں پانچ ہیں جیسے پانچ ستونوں پر کوئی قبہ یا خیمہ کھڑا ہوا ہو۔ پھر آسمان جو مثل چھت کے ہے یہ ہے بھی محفوظ بلند پہرے چوکی والا کہ کہیں سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلند و بالا اونچا اور صاف ہے۔

جیسے حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ یہ آسمان کیا ہے آپ نے فرمایا رکی ہوئی موج ہے لیکن لوگ خدا کی ان زبردست نشانیوں سے بھی بے پروا ہیں جیسے فرمان ہے آسمان و زمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگوں کی نگاہوں تلے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں کوئی غور و فکر نہیں کرتے کبھی نہیں سوچتے کہ کتنا پھیلا ہوا کتنا بلند کس قدر عظیم الشان یہ آسمان ہمارے سروں پر بغیر ستونوں کے اللہ تعالیٰ نے قائم کر رکھا ہے پھر اس میں کس خوبصورتی سے ستاروں کا جڑاؤ ہو رہا ہے ان میں بھی کوئی ٹھہرا ہوا ہے کوئی چلتا پھرتا ہے۔ پھر سورج کی چال مقرر ہے اس کی موجودگی دن ہے اس کا نہ نظر آنا رات ہے پورے آسمان کا چکر صرف ایک دن رات میں پورا کر لیتا ہے اس کی چال کو اس کی تیزی کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ یوں اٹکلیں اور اندازے کرنا اور بات ہے۔ بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک نے اپنی تیس سال کی مدت عبادت پوری کر لی۔ مگر جس طرح اور عابدوں پر تیس سال کی عبادت کے بعد ابر کا سایہ ہو جایا کرتا تھا، اس پر نہ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے یہ حال بیان کیا، اس نے کہا بیٹے تم نے اپنی اس عبادت کے زمانے میں کوئی گناہ کر لیا ہوگا؟ اس نے کہا اماں ایک بھی نہیں۔ کہا پھر تم نے کسی گناہ کا پورا قصد کیا ہوگا۔ جواب دیا کہ ایسا بھی مطلقاً نہیں ہوا۔ ماں نے کہا بہت ممکن ہے کہ تم نے آسمان کی طرف نظر کی اور غور و تدبر کے بغیر ہٹالی ہو۔ عابد نے جواب دیا ایسا تو برابر ہوتا رہا، فرمایا بس یہی سبب ہے۔ پھر اپنی قدرت کاملہ کی بعض نشانیاں بیان فرماتا ہے کہ رات اور اس کے اندھیرے کو دیکھو دن اور اس کی روشنی پر نظر ڈالو۔ پھر ایک کے بعد دوسرے کا پے در پے انتظام اور اہتمام کے ساتھ آ جانا دیکھو ایک کا کم ہونا دوسرے کا بڑھنا دیکھو سورج چاند کو دیکھو سورج کا نور ایک مخصوص نور ہے۔ اور اس کا آسمان اس کا زمانہ اس کی حرکت اس کی چال علیحدہ ہے۔ چاند کا نور الگ ہے فلک الگ ہے چال الگ ہے انداز اور ہے ہر ایک اپنے اپنے فلک میں گویا تیرتا پھرتا ہے اور حکم الٰہی کی بجا آوری میں مشغول ہے جیسے فرمان ہے وہی صبح کا روشن کرنے والا ہے وہی رات کو پرسکون بنانے والا ہے وہی سورج چاند کا انداز مقرر کرنے والا ہے۔ وہی ذی عزت غلبے والا اور ذی علم، علم والا ہے۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۪ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۚ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ؕ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ؕ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ (مؤمنون:۱۲-۱۶)

ترجمہ: "یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا۔ پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا، پھر خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا، پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا پھر دوسری بناوٹ میں اسے پیدا کر دیا برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو۔ پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش کی ابتداء بیان کرتا ہے کہ اصل آدم مٹی سے ہے جو کیچڑ کی اور بجنے والی مٹی کی صورت میں تھی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کے پانی سے ان کی اولاد پیدا ہوئی جیسے فرمان ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کر کے پھر انسان بنا کر زمین پر پھیلا دیا۔

مسند میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک کی ایک مٹھی سے پیدا کیا جسے تمام زمین پر سے لیا تھا۔ پس اسی اعتبار سے اولاد آدم علیہ السلام کے رنگ روپ مختلف ہوئے۔ کوئی سرخ ہے، کوئی سفید ہے، کوئی سیاہ ہے کوئی اور رنگ کا ہے۔ ان میں نیک ہیں اور بد بھی ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾﴾ پس انسان کے لیے ایک مدت معین تک اس کی ماں کا رحم ہی ٹھکانا ہوتا ہے۔ جہاں ایک حال سے دوسری حالت کی طرف اور ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔ پھر نطفے کی جو ایک اچھلنے والا پانی ہے جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے شکل بدل کر سرخ رنگ کی بوٹی کی شکل میں بدل جاتا ہے۔ پھر اسے گوشت کے ایک ٹکڑے کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے جس میں کوئی شکل اور کوئی خط نہیں ہوتا پھر ان میں ہڈیاں بنا دیں سر ہاتھ پاؤں ہڈی رگ پٹھے وغیرہ بنائے۔ پیٹھ کی ہڈی بنائی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں انسان کا تمام جسم گل سڑ جاتا ہے سوا ریڑھ کی ہڈی کے۔ اسی سے پیدا کیا جاتا ہے اور اسی سے ترکیب دی جاتی ہے۔ پھر ان ہڈیوں کو وہ گوشت پہناتا ہے تاکہ وہ وشیدہ اور قوی رہیں۔ پھر اس میں روح پھونکتا ہے جس سے وہ ملنے جلنے چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے اور ایک جاندار انسان بن جائے۔ دیکھنے کی سننے کی سمجھنے کی اور حرکت و سکون کی قدرت عطا فرماتا ہے اور وہ بابرکت خدا سب سے اچھی پیدائش کا پیدا کرنے والا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب نطفے پر چار مہینے گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو تین

تین اندھیروں میں اس میں روح پھونکتا ہے۔ یہی معنی ہے کہ ہم پھر اسے دوسری ہی پیدائش میں پیدا کرتے ہیں۔ یعنی دوسری قسم کی اس پیدائش سے مراد روح کا پھونکا جانا ہے۔ پس ایک حالت سے دوسری اور دوسری سے تیسری کی طرف ماں کے پیٹ میں ہی ہیر پھیر ہونے کے بعد بالکل ناسمجھ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ جوان بن جاتا ہے۔ پھر اسے ادھیڑ پن آتا ہے پھر بوڑھا ہوجاتا ہے۔ پھر بالکل ہی بوڑھا ہوجاتا ہے۔ الغرض روح کا پھونکا جانا اور پھر ان انقلابات کا آنا شروع ہوجاتا ہے، صادق ومصدوق آنحضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہرایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی ہے پھر چالیس دن تک وہ خون بستہ کی صورت میں رہتا ہے پھر چالیس دن تک وہ گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور بحکم خدا چار باتیں لکھ لی جاتی ہیں، روزی اجل عمل اور نیک یا بد برا یا بھلا ہونا۔ پس قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ ایک شخص جنتی کا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت سے صرف ایک ہاتھ دور رہ جاتا ہے لیکن تقدیر کا وہ لکھا غالب آجاتا ہے اور خاتمہ کے وقت دوزخی کام کرنے لگتا ہے اور اسی پر مرتا ہے اور جہنم رسید ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک انسان برے کام کرتے کرتے دوزخ سے ہاتھ بھر کے فاصلے پر رہ جاتا ہے لیکن پھر تقدیر کا لکھا آگے بڑھ جاتا ہے اور جنت کے اعمال پر خاتمہ ہوکر داخل فردوس بریں ہوجاتا ہے۔ (بخاری ومسلم وغیرہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نطفہ جب رحم میں پڑتا ہے تو وہ ہر ہر بال اور ناخن کی جگہ پہنچ جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد اس کی شکل جمے ہوئے خون جیسی ہوجاتی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ اپنے اصحاب سے باتیں بیان کررہے تھے جو ایک یہودی آ گیا تو کفار قریش نے اس سے کہا یہ نبوت کے دعویدار ہیں۔ اس نے کہا اچھا میں ان سے ایک سوال کرتا ہوں جسے نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ کی مجلس میں آکر بیٹھ کر پوچھتا ہے کہ بتاؤ انسان کی پیدائش کس چیز سے ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مرد وعورت کے نطفے سے مرد کا نطفہ غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے اس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں اور عورت کا نطفہ رقیق اور پتلا ہوتا ہے اس سے گوشت اور خون بنتا ہے۔ اس نے کہا آپ سچے ہیں۔ اگلے نبیوں کا بھی یہی قول ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب نطفے کو رحم میں چالیس دن گزر جاتے ہیں تو ایک فرشتہ آتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتا ہے کہ خدایا یہ نیک ہوگا یا بد؟ مرد ہوگا یا عورت؟ جو جواب ملتا ہے وہ لکھ لیتا ہے اور عمل اور عمر اور نرمی گرمی سب کچھ لکھ لیتا ہے پھر دفتر لپیٹ لیا جاتا ہے۔ اس میں پھر کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں رہتی۔

بزار کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو عرض کرتا ہے خدایا اب نطفہ ہے خدایا اب لوتھڑا ہے خدایا اب گوشت کا ٹکڑا ہے جب جناب باری اسے پیدا کرنا چاہتا ہے وہ پوچھتا ہے خدایا مرد ہو یا عورت، شقی ہو یا سعید، رزق کیا ہے، اجل کیا ہے، اس کا جواب دیا جاتا ہے اور یہ سب چیزیں لکھ لی جاتی ہیں۔ ان سب باتوں اور اپنی کامل قدرتوں کو بیان فرما کر فرمایا کہ سب سے اچھی پیدائش کرنے والا اللہ برکتوں والا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب کی موافقت چار باتوں میں کی ہے، جب یہ آیت اتری کہ ہم نے انسان کو بجتی مٹی سے پیدا کیا ہے تو بے ساختہ میری زبان سے ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ نکلا، اور وہی پھر اترا۔ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب رسول کریم ﷺ اوپر والی آیتیں لکھوا رہے تھے اور ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ﴾ تک

لکھوا چکے تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے ساختہ کہا ﴿ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾ اسے سن کر اللہ کے نبی ﷺ ہنس دیئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیسے ہنسے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس آیت کے خاتمہ پر بھی یہی ہے۔ اس پہلی پیدائش کے بعد تم مرنے والے ہو پھر قیامت کے دن دوسری دفعہ پیدا کئے جاؤ گے پھر حساب کتاب ہوگا خیر وشر کا بدلہ ملے گا۔

(۱۳۴)

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَ مَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝ (مومنون : ۷۱)

ترجمہ: ''ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں اور ہم مخلوقات میں غافل نہیں ہیں۔''

تشریح: انسان کی پیدائش کا ذکر کر کے آسمانوں کی پیدائش کا بیان ہو رہا ہے۔ جن کی بناوٹ انسانی بناوٹ سے بہت بڑی اور بہت بھاری اور بہت بڑی صنعت والی ہے۔ سورہ الٓمّ سجدۃ میں بھی اسی کا بیان ہے جسے حضور ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز کی اوّل رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ وہاں پہلے آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر ہے پھر انسانی پیدائش کا ذکر ہے۔ پھر قیامت کا اور سزا و جزا کا ذکر ہے وغیرہ۔ سات آسمانوں کے بنانے کا ذکر کیا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ .... الخ ﴾ ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان کی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اوپر تلے ساتوں آسمانوں کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی جیسی زمینیں اس کا حکم ان کے درمیان نازل ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور تمام چیزوں کو اپنے وسیع علم سے گھیرے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہے۔ جو چیز زمین میں جائے جو زمین سے نکلے اللہ کے علم میں ہے۔ آسمان سے جو اترے اور جو آسمان کی طرف چڑھے وہ جانتا ہے جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور تمہارے ایک ایک عمل کو وہ دیکھ رہا ہے۔ آسمان کی بلند و بالا چیزیں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں پہاڑوں کی چوٹیاں سمندروں کی تہہ سب اس کے سامنے کھلی ہوئی ہیں پہاڑوں کے ٹیلوں کی ریت کی سمندروں کی میدانوں کی درختوں کی سب کی اسے خبر ہے۔ درختوں کا کوئی پتہ نہیں گرتا جو اس کے علم میں نہ ہو کوئی دانہ زمین کی اندھیریوں میں ایسا نہیں جاتا جسے وہ جانتا نہ ہو کوئی تر خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں نہ ہو۔

(۱۳۵)

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝ وَ اِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ

لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝ (مومنون: ۱۸۔۲۲)

ترجمہ: "ہم ایک صحیح انداز سے آسمان سے پانی برساتے ہیں، پھر اسے زمین میں ٹھہرا دیتے ہیں اور ہم اس کے لے جانے پر یقیناً قادر ہیں۔ اسی پانی کے ذریعے سے ہم تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں، کہ تمہارے لیے ان میں بہت سے میوے ہوتے ہیں انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ اور وہ درخت جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والے کے لئے سالن ہے۔ تمہارے لئے چوپایوں میں بھی بڑی بھاری عبرت ہے۔ ان کے پیٹوں میں سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور بھی بہت سے نفع تمہارے لئے ان میں ہیں ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ کی یوں تو بیشمار اور ان گنت نعمتیں ہیں لیکن چند بڑی بڑی نعمتوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آسمان سے بقدر حاجت وضرورت بارش برساتا ہے، نہ تو بہت زیادہ کہ زمین خراب ہو جائے اور پیداوار سڑ گل جائے نہ بہت کم کہ پھل اناج وغیرہ پیدا ہی نہ ہو بلکہ اس اندازے سے کہ کھیتی سرسبز رہے۔ باغات ہرے بھرے رہیں حوض تالاب نہریں ندیاں نالے دریا بہہ نکلیں نہ پینے کی کمی ہو نہ پلانے کی یہاں تک کہ جس جگہ زیادہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے زیادہ ہوتی ہے اور جہاں کم کی، کم ہوتی ہے اور جہاں کی زمین اس قابل ہی نہیں ہوتی وہاں پانی نہیں برستا لیکن ندیوں اور نالوں کے ذریعہ وہاں قدرت برساتی پانی پہنچا کر وہاں کی زمین کو سیراب کر دیتی ہے۔ جیسے کہ مصر کے علاقے کی زمین جو دریائے نیل کی تری سے سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے۔ اسی پانی کے ساتھ سرخ مٹی کھچ کر جاتی ہے۔ جو حبشہ کے علاقے میں ہوتی ہے وہاں کی بارش کے ساتھ وہ مٹی بہہ کر پہنچتی ہے جو زمین پر ٹھہر جاتی ہے اور زمین قابل زراعت ہو جاتی ہے۔ ورنہ وہاں کی شور زمین کھیتی باڑی کے قابل نہیں۔ سبحان اللہ اس لطیف وخبیر غفور ورحیم خدا کی کیا کیا قدرتیں اور حکمتیں ہیں زمین میں خدا پانی کو ٹھہرا دیتا ہے۔ زمین میں اس کے چوس لینے اور جذب کر لینے کی قابلیت خدا تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے تاکہ دانوں کو اور گٹھلیوں کو اندر ہی اندر وہ پانی پہنچا دے۔ پھر فرماتا ہے ہم اس کے لے جانے اور دور کر دینے پر یعنی نہ برسانے پر بھی قادر ہیں اگر چاہیں شور سنگلاخ زمین پر اور پہاڑوں اور بیکار بنوں میں برسا دیں۔ اگر چاہیں پانی کو کڑوا کر دیں، نہ پینے کے قابل رہے نہ پلانے کے نہ کھیت اور باغات کے مطلب کا رہے نہ نہانے دھونے کے مقصد کا۔ اگر چاہیں زمین میں وہ قوت ہی نہ رکھیں کہ وہ پانی کو جذب کر لے چوس لے بلکہ اوپر ہی اوپر تیرتا پھرے یہ بھی ہمارے اختیار میں ہے کہ ایسی دور دراز جھیلوں میں پانی پہنچا دیں کہ تمہارے لیے بیکار ہو جائے اور تم کوئی فائدہ اس سے نہ اٹھا سکو۔ یہ خاص خدا کا فضل وکرم اور اس کا لطف ورحم ہے کہ وہ بادلوں سے میٹھا عمدہ ہلکا اور خوش ذائقہ پانی برساتا ہے پھر اسے زمین میں پہنچاتا ہے اور ادھر ادھر ریل پیل کر دیتا ہے کھیتیاں الگ پکتی ہیں باغات الگ تیار ہوتے ہیں۔ خود پیتے ہو اپنے جانوروں کو پلاتے ہو، نہاتے دھوتے ہو پاکیزگی اور ستھرائی حاصل کرتے ہو، فالحمد للہ آسمانی بارش سے رب العالمین تمہارے لیے روزیاں اُگاتا ہے۔ لہلہاتے ہوئے کھیت ہیں کہیں سرسبز باغ ہیں جو علاوہ خوشنما اور خوش منظر ہونے کے مفید اور فیض والے ہیں۔ کھجور انگور جو اہل عرب کا دل پسند میوہ ہے اور اسی طرح ہر ملک والوں کے لیے الگ

الگ طرح طرح کے میوے اس نے پیدا کر دیئے ہیں جن کی پوری شکر گزاری بھی کسی کے بس کی بات نہیں۔ بہت میوے تمہیں اس نے دے رکھے ہیں جن کی خوبصورتی بھی تم دیکھتے ہو اور خوش ذائقی سے بھی فائدہ اٹھاتے ہو۔

پھر زیتون کے درخت کا ذکر فرمایا، طور سیناء وہ پہاڑ ہے جس پر خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات چیت کی تھی اور اس کے اردگرد کی پہاڑیاں۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو ہرا اور درختوں والا ہو ورنہ اسے جبل کہیں گے طور نہیں کہیں گے۔ پس طور سینا میں جو درخت زیتون پیدا ہوتا ہے اس میں سے تیل نکلتا ہے جو کھانے والوں کو سالن کا کام دیتا ہے۔

حدیث میں ہے زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ وہ مبارک درخت میں سے نکلتا ہے۔ (احمد)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ایک صاحب عاشورے کی شب کو مہمان بن کر آئے تو آپ نے انہیں اونٹ کی سری اور زیتون کھلایا اور فرمایا یہ اس مبارک درخت کا تیل ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے کیا ہے۔ پھر چوپایوں کا ذکر ہو رہا ہے اور ان سے جو فوائد انسان اٹھا رہے ہیں ان نعمتوں کا اظہار ہو رہا ہے کہ ان کا دودھ پیتے ہیں ان کا گوشت کھاتے ہیں ان کے بالوں اور اُون سے لباس وغیرہ بناتے ہیں ان پر سوار ہوتے ہیں ان پر اپنا سامان اسباب لادتے ہیں اور دور دراز تک پہنچتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو وہاں تک پہنچنے میں جان آدھی رہ جاتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربانی اور رحمت کرنے والا ہے۔ جیسے فرمان ہے:

﴿اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ ..... الخ﴾

"کیا وہ نہیں دیکھتے کہ خود ہم نے انہیں چوپایوں کا مالک بنا رکھا ہے کہ یہ ان کے گوشت کھائیں ان پر سواریاں لیں اور طرح طرح کے نفع حاصل کریں۔ کیا اب بھی ان پر ہماری شکر گزاری واجب نہیں؟ یہ خشکی کی سواریاں ہیں پھر تری کی سواریاں کشتی جہاز وغیرہ الگ ہیں۔"

﴿١٣٦﴾

وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝٧٨ وَ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝٧٩ وَ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝٨٠ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۝٨١ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝٨٢ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٨٣ (مؤمنون:٧٨۔٨٣)

ترجمہ: "وہ اللہ ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کئے، مگر تم بہت (ہی) کم شکر کرتے ہو۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کر کے زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔ اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے

اور رات دن کے ردو بدل کا مختار بھی وہی ہے۔ کیا تم کو سمجھ بوجھ نہیں بلکہ ان لوگوں نے بھی ویسی ہی بات کہی جو اگلے کہتے چلے آئے کہ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے کیا پھر بھی ہم ضرور اٹھائے جائیں گے۔ ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے پہلے ہی سے یہ وعدہ ہوتا چلا آیا ہے کچھ نہیں یہ صرف اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔"

تشریح: فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں ان کی برائیوں کی وجہ سے سختیوں اور مصیبتوں میں بھی مبتلا کیا لیکن تاہم نہ تو انہوں نے اپنا کفر چھوڑا نہ خدا کی طرف جھکے بلکہ کفر و ضلالت پر اڑے رہے نہ ان کے دل نرم ہوئے نہ یہ سچے دل سے ہماری طرف متوجہ ہوئے نہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جیسے فرمان ہے:

﴿فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا..... الخ﴾

"ہمارے عذابوں کو دیکھ کر یہ ہماری طرف عاجزی سے کیوں نہ جھکے؟ بات یہ ہے کہ ان کے دل سخت ہو گئے ہیں.... الخ۔"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اس قحط سالی کا ذکر ہے جو قریش پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ماننے کے صلے میں آئی تھی جس کی شکایت لے کر ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی قسمیں دے کر رشتے داریوں کے واسطے دلا کر کہا تھا کہ ہم تو اب لید اور خون کھانے لگے ہیں۔ (نسائی)

صحیحین میں ہے کہ قریش کی شرارتوں سے تنگ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بددعا کی تھی کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال کی قحط سالی آئی تھی ایسے ہی قحط سے خدایا تو ان پر میری مدد فرما۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو قید کر دیا گیا وہاں ایک نوعمر شخص نے کہا میں آپ کو جی بہلانے کے لیے کچھ اشعار سناؤں؟ تو آپ نے فرمایا اس وقت ہم عذاب خدا میں ہیں اور قرآن نے ان کی شکایت کی ہے جو ایسے وقت بھی خدا کی طرف نہ جھکیں پھر آپ نے تین روزے برابر رکھے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ یہ بیچ میں افطار کئے بغیر روزے کیسے؟ تو جواب دیا کہ ایک نئی چیز ادھر سے ہوئی۔ یعنی قید تو ایک نئی چیز ہم نے کی یعنی زیادتی عبادت۔ یہاں تک کہ حکم خدا آن پہنچا اچانک وقت آ گیا اور جن عذابوں کا خواب وخیال بھی نہ تھا وہ آ پڑے تو تمام خیر سے مایوس ہو گئے آس ٹوٹ گئی اور حیرت زدہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھو اس نے کان دیئے آنکھیں دیں دل دیئے عقل وفہم عطا فرمائی کہ غور و فکر کر سکو خدا کی وحدانیت کو اس کی بااختیاری کو سمجھ سکو۔ لیکن جوں جوں نعمتیں بڑھیں شکر کم ہوئے جیسے فرمان ہے تو گو حرص کر لیکن ان میں سے اکثر بے ایمان ہیں۔ پھر اپنی عظیم الشان سلطنت اور قدرت کا بیان فرما رہا ہے کہ مخلوق کو اس نے پیدا کر کے وسیع زمین پر بانٹ دیا ہے پھر قیامت کے دن ان بکھرے ہوؤں کو سمیٹ کر اپنے پاس جمع کرے گا۔ اب بھی اسی نے پیدا کیا ہے پھر بھی وہی جلائے گا۔ کوئی چھوٹا بڑا آگے پیچھے کا باقی نہ بچے گا وہی بوسیدہ اور کھوکھلی ہڈیوں کا زندہ کرنے والا اور لوگوں کو مار ڈالنے والا ہے۔ اسی کے حکم سے دن چڑھتا ہے رات آتی ہے ایک نظام سے ایک کے بعد ایک آتا ہے نہ سورج چاند سے آگے نکلے نہ رات دن پر سبقت کرے کیا تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ اتنے بڑے نشانات کو دیکھ کر اپنے خدا کو پہچان لو؟ اور اس کے غلبے اور اس کے علم کے قائل بن جاؤ۔ بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے کافر ہوں یا اگلے زمانوں کے دل ان کے سب یکساں ہیں۔ زبانیں بھی ایک ہی ہیں وہی بکواس جو اگلوں کی تھی پچھلوں کی ہے۔ کہ مر کر مٹی ہو جانے اور صرف بوسیدہ ہڈیوں کی صورت میں باقی رہ جانے کے بعد بھی نئی پیدائش میں پیدا کئے جائیں۔ یہ سمجھ سے باہر ہے۔ ہم سے

بھی یہی کہا گیا ہمارے باپ داداؤں کو بھی اسی سے دھمکایا گیا لیکن ہم نے تو کسی کو مر کر زندہ ہوتے دیکھا نہیں۔ ہم تو جانتے ہیں کہ یہ صرف بکواس ہے۔ دوسری آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے اس وقت بھی پھر زندہ کیے جائیں گے؟ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا جسے تم ان ہونی بات سمجھ رہے ہو وہ تو ایک آواز کے ساتھ ہو جائے گی اور ساری دنیا اپنی قبروں سے نکل کر ایک میدان میں ہمارے سامنے آ جائے گی۔ سورۂ یٰسین میں بھی یہ اعتراض و جواب ہے کہ کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے نطفے سے پیدا کیا۔ پھر وہ ضدی جھگڑالو بن بیٹھا اور اپنی پیدائش کو بھول بسر گیا اور ہم پر اعتراض کرتے ہوئے مثالیں دینے لگا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون جلائے گا؟ تم انہیں جواب دو کہ انہیں نئے سرے سے وہ خدا پیدا کرے گا جس نے انہیں اوّل بار پیدا کیا ہے اور جو ہر چیز کی پیدائش کا عالم ہے۔

(۱۳۷)

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ (مومنون ۸۴۔۸۹)

ترجمہ: "پوچھیے تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ اگر جانتے ہو فوراً جواب دیں گے کہ اللہ کی، کہہ دیجئے کہ پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے۔ دریافت کیجئے کہ ساتوں آسمانوں کا اور بہت باعظمت عرش کا رب کون ہے؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ کہہ دیجئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ پوچھیے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے؟ جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا اگر تم جانتے ہو تو بتلاؤ؟ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ کہہ دیجئے پھر تم کدھر سے جادو کر دیئے جاتے ہو"

تشریح: اللہ تعالیٰ جل وعلا اپنی وحدانیت خالقیت تصرف اور ملکیت کا ثبوت دیتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ معبود برحق صرف وہی ہے اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنی چاہیے۔ وہ واحد ہے بے شریک ہے پس اپنے محترم رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے دریافت فرمائیں تو وہ صاف لفظوں میں اللہ کے رب ہونے کا اقرار کریں گے۔ اور اس میں کسی کو شریک نہیں بتلائیں گے۔ آپ انہیں کے جواب کو لے کر انہیں قائل معقول کریں کہ جب خالق مالک صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں پھر معبود بھی تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کیوں کی جائے؟ واقعہ یہی ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو بھی مخلوق خدا اور مملوک خدا جانتے تھے لیکن انہیں مقربان خدا سمجھ کر اس نیت سے ان کی عبادت کرتے تھے کہ وہ ہمیں بھی مقرب بارگاہ خدا بنا دیں گے۔ پس حکم ہوتا ہے کہ زمین اور زمین کی تمام چیزوں کا خالق مالک کون ہے؟ اس کی بابت ان مشرکوں سے سوال کرو۔ ان کا جواب یہی ہوگا کہ

اللہ وحدہ لاشریک لہ۔ اب تم پھر ان سے کہو کہ کیا اب بھی اس اقرار کے بعد بھی تم اتنا نہیں سمجھتے کہ عبادت کے لائق بھی وہی ہے کیونکہ خالق ورازق وہی ہے۔ پھر پوچھو کہ اس بلند وبالا آسمان کا اس کی مخلوق کا خالق کون ہے جو عرش جیسی زبردست چیز کا رب ہے؟ جو مخلوق کی چھت ہے۔ جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے۔ اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح ہے اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے قبہ کی طرح بنا کر بتلایا۔ (ابوداؤد)

اور حدیث میں ہے ساتوں آسمان ساتوں زمین اور ان کی کل مخلوق کرسی کے مقابلے پر ایسی ہے جیسے کسی چٹیل میدان میں کوئی حلقہ پڑا ہو۔ اور کرسی اپنی تمام چیزوں سمیت عرش کے مقابلے میں بھی ایسی ہی ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ عرش کی ایک جانب سے دوسری جانب کی دوری پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے۔ اور ساتویں زمین سے اس کی بلندی پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے۔ عرش کا نام عرش اس کی بلندی کی وجہ سے ہی ہے۔ کعب احبار رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ آسمان عرش کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے کوئی قندیل آسمان وزمین کے درمیان ہو۔ مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ آسمان وزمین بمقابلہ عرش خداوندی ایسے ہیں جیسے کوئی چھلا کسی وسیع چٹیل میدان میں پڑا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ عرش کی قدر وعظمت کا کوئی بھی بجز اللہ تعالیٰ کے صحیح اندازہ نہیں کر سکتا، بعض سلف کا قول ہے کہ عرش سرخ رنگ کے یاقوت کا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ تمہارے رب کے پاس رات دن کچھ نہیں اس کے عرش کا نور اس کے چہرے کے نور سے ہے۔ الغرض اس سوال کا جواب بھی وہ یہی دیں گے کہ آسمان اور عرش کا رب اللہ تعالیٰ ہے تو تم کہو کہ پھر تم اس کے عذابوں اور اس کی سزاؤں سے کیوں نہیں ڈرتے؟ کہ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادتیں کر رہے ہو۔

کتاب التفکر والاعتبار میں امام ابوبکر ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عموماً اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے کہ جاہلیت کے زمانہ میں ایک عورت پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چرایا کرتی تھی اس کے ساتھ اس کا لڑکا بھی تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ اماں جان تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ نے۔ کہا میرے والد کو کس نے پیدا کیا۔ کہا اللہ نے، پوچھا مجھے کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے۔ بچہ نے پوچھا اور ان آسمانوں کو؟ اس نے کہا اللہ نے۔ پوچھا اور زمین کو؟ اس نے جواب دیا اللہ نے۔ پوچھا اور ان پہاڑوں کو اماں کس نے بنایا ہے؟ ماں نے جواب دیا ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پوچھا اور ان ہماری بکریوں کا خالق کون ہے؟ ماں نے کہا اللہ ہی ہے اس نے کہا سبحان اللہ۔ اللہ کی اتنی بڑی شان ہے؟ بس اس کے دل میں اللہ کی عظمت اس قدر سما گئی کہ وہ تھر تھر کانپنے لگا اور پہاڑ سے گر پڑا اور جان بحق تسلیم کر دی۔ دریافت کر کہ تمام ملک کا مالک ہر چیز کا مختار کون ہے؟ حضور ﷺ کی قسم عموماً ان لفظوں میں ہوتی تھی کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اور جب کوئی تاکیدی قسم کھاتے تو فرماتے اس کی قسم جو دلوں کا مالک اور ان کا پھیرنے والا ہے پھر یہ پوچھ کہ وہ کون ہے؟ جو سب کو پناہ دے اور اس کی دی ہوئی پناہ کو کوئی توڑ نہ سکے اور اس کے مقابلے پر کوئی پناہ دے نہ سکے کسی کی پناہ کا وہ پابند نہیں یعنی اتنا بڑا سید و مالک کہ تمام خلق، ملک، حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ بتلاؤ وہ کون ہے؟ عرب میں دستور تھا کہ سردار قبیلہ اگر کسی کو پناہ دے دے تو سارا قبیلہ اس کا پابند ہے۔ لیکن قبیلے میں سے کوئی کسی کو اپنی پناہ میں لے لے تو سردار پر اس کی پابندی نہیں۔ پس یہاں خدا کی عظمت وسلطنت بیان ہو رہی ہے کہ وہ قادر مطلق حاکم کل ہے اس کا ارادہ کوئی بدل نہیں سکتا اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا اس

سے کوئی باز پرس کر نہیں سکتا۔ اس کی چاہت کے بغیر پتہ ہل نہیں سکتا۔ وہ سب سے باز پرس کر لے لیکن کسی کی مجال نہیں کہ اس سے کوئی سوال کر سکے۔ اس کی عظمت اس کی کبریائی اس کا غلبہ اس کا دباؤ اس کی قدرت اس کی عزت اس کی حکمت اس کا عدل بے پایاں اور بے مثل ہے۔ مخلوق سب اس کے سامنے عاجز پست اور لاچار ہے۔ رب ساری مخلوق کی باز پرس کرنے والا ہے۔ اس سوال کا جواب بھی ان کے پاس بجز اس کے اور نہیں کہ وہ اقرار کریں کہ اتنا بڑا بادشاہ ایسا خود مختار اللہ واحد ہی ہے کہہ دے کہ پھر تم پر کیا ٹپکی پڑی ہے؟ ایسا کون سا جادو تم پر ہو گیا ہے؟ کہ باوجود اس اقرار کے پھر بھی دوسروں کی پرستش کرتے ہو۔ ہم تو ان کے سامنے حق لا چکے، توحید ربوبیت کے ساتھ ساتھ توحید الوہیت بیان کر دی، صحیح دلیلیں اور صاف باتیں پہنچا دیں اور ان کا غلط گو ہونا ظاہر کر دیا کہ یہ شریک بنانے میں جھوٹے ہیں اور ان کا جھوٹ خود ان کے اقرار سے ظاہر و باہر ہے جیسے کہ سورت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ کے سوا دوسروں کے پکارنے کی کوئی سند نہیں۔ الخ۔ صرف باپ دادوں کی تقلید پر اڑ رہے اور یہی وہ کہتے بھی تھے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی پر پایا اور ہم ان کی تقلید نہیں چھوڑیں گے۔

۱۳۸

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ (مومنون: ۱۱۵-۱۱۶)

ترجمہ: ”کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی بزرگ عرش کا مالک ہے۔“

تشریح: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب جنتی اور دوزخی اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے تو جناب باری عز وجل مومنوں سے پوچھے گا کہ تم دنیا میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے یہی کوئی ایک آدھ دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر تو تم بہت ہی اچھے رہے کہ اتنی سی دیر کی نیکیوں کا یہ بدلہ پایا کہ میری رحمت رضامندی اور جنت حاصل کر لی، جہاں ہمیشگی ہے۔ پھر جہنمیوں سے یہی سوال ہو گا وہ بھی اتنی ہی مدت بتلائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہاری تجارت بڑی گھاٹے والی کہ اتنی سی مدت میں تم نے میری ناراضگی غصہ اور جہنم خرید لیا جہاں تم ہمیشہ پڑے رہو گے۔ کیا تم لوگ یہ سمجھے ہوئے ہو کہ تم بیکار بے قصد و ارادہ پیدا کئے گئے ہو؟ کوئی حکمت تمہاری پیدائش میں نہیں؟ محض کھیل کے طور پر تمہیں پیدا کر دیا گیا ہے؟ کہ مثل جانوروں کے تم اُچھلتے کودتے پھرو؟ ثواب وعذاب کے مستحق نہ ہو؟ یہ گمان غلط ہے تم عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی بجا آوری کے لیے پیدا کئے گئے ہو۔ کیا تم یہ خیال کر کے نچنت ہو گئے ہو کہ تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہی نہیں؟ یہ بھی غلط خیال ہے جیسے فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴾ کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مہمل چھوڑ دیئے جائیں گے؟ اللہ کی ذات اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ کوئی عبث کام کرے، بیکار بنائے بگاڑے وہ سچا بادشاہ اس سے پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عرش عظیم کا مالک ہے جو تمام مخلوق کو مثل چھت کے چھایا ہوا ہے وہ بہت بھلا اور بہت

عمدہ ہے خوش شکل اور نیک منظر ہے جیسے فرمان ہے زمین میں ہم نے ہر بھلے جوڑ کو پیدا کر دیا ہے۔ خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اپنے آخری خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو! تم بیکار اور عبث پیدا نہیں کئے گئے اور تم مہمل نہیں چھوڑ دیئے گئے، یاد رکھو وعدے کا ایک دن ہے جس میں خود اللہ تعالیٰ فیصلے کرنے اور حکم فرمانے کے لیے نازل ہوگا۔ وہ نقصان میں پڑا اس نے خسارہ اٹھایا وہ بے نصیب اور بد بخت ہو گیا وہ محروم اور خالی ہاتھ رہا۔ جو خدا کی رحمت سے دور ہو گیا اور جنت سے روک دیا گیا جس کی چوڑائی مثل کل زمینوں اور آسمانوں کے ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کل قیامت کے دن وہ عذاب خدا سے بچ جائے گا جس کے دل میں اس دن کا خوف آج ہے اور جو اس فانی دنیا کو اس باقی آخرت پر قربان کر رہا ہے۔ اس تھوڑے کو اس بہت کے حاصل کرنے کے لیے بے تھکان خرچ کر رہا ہے۔ اور اپنے اس خوف کو امن سے بدلنے کے اسباب مہیا کر رہا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم سے اگلے ہلاک ہوئے جن کے قائم مقام اب تم ہو اسی طرح تم بھی مٹا دیئے جاؤ گے اور تمہارے بدلے آئندہ آنے والے آئیں گے یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا سمٹ کر اس خیر الوارثین کے دربار میں حاضری دے گی، لوگو! خیال تو کرو کہ تم دن رات اپنی موت سے قریب ہو رہے ہو اور اپنے قدموں سے اپنی گور کی طرف جا رہے ہو تمہارے پھل پک رہے ہیں تمہاری امیدیں ختم ہو رہی ہیں۔ تمہاری عمریں پوری ہو رہی ہیں۔ تمہاری اجل نزدیک آ گئی ہے، تم زمین کے گڑھوں میں دفن کر دیئے جاؤ گے جہاں نہ کوئی بستر ہوگا نہ تکیہ، دوست احباب چھوٹ جائیں گے حساب کتاب شروع ہو جائے گا۔ اعمال سامنے آ جائیں گے جو چھوڑ آئے ہو وہ دوسروں کا ہو جائے گا جو آگے بھیج چکے اسے سامنے پاؤ گے نیکیوں کے محتاج ہو گے۔ بدیوں کی سزائیں بھگتو گے اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اس کی باتیں سامنے آ جائیں اس سے پہلے موت تم کو اچک لے جائے اس سے پہلے جواب دہی کے لئے تیار ہو جاؤ اتنا کہا تھا جو رونے کے غلبے نے آواز بلند کر دی منہ پر چادر کا کونہ ڈال کر رونے لگے اور حاضرین کی بھی آہ وزاری شروع ہو گئی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بیمار شخص جسے کوئی جن ستا رہا تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے پاس آیا تو آپ نے ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ ﴾ سے سورت کے ختم تک کی آیتیں اس کے کان میں تلاوت فرمائیں۔ وہ اچھا ہو گیا جب نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا، عبداللہ تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا؟ آپ نے بتلا دیا تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تم نے یہ آیتیں اس کے کان میں پڑھ کر اسے جلا دیا۔ واللہ ان آیتوں کو اگر کوئی با ایمان بالیقین شخص کسی پہاڑ پر پڑھے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ ابونعیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے روایت نقل کی ہے کہ ہمیں رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک لشکر میں بھیجا اور فرمایا کہ ہم صبح وشام ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾ پڑھتے رہیں۔ ہم نے برابر اس کی تلاوت دونوں وقت جاری رکھی الحمدللہ ہم سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں میری امت کا ڈوبنے سے بچاؤ کشتیوں میں سوار ہونے کے وقت یہ کہنا ہے:

بسم اللہ الملک الحق و ما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ والسموات مطویت بیمینہ سبحانہ و تعالٰی عما یشرکون بسم اللہ مجریھا و مرسھا ان ربی لغفور رحیم ○

(۱۳۹)

وَ مَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۱۸﴾ (مومنون: ۱۱۷-۱۱۸)

ترجمہ: ”جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔ بیشک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔ اور کہو کہ اے میرے رب! تو بخش اور رحم کر اور تو سب مہربانوں سے بہتر مہربانی کرنے والا ہے۔“

تشریح: مشرکین کو خدائے واحد ڈرا رہا ہے اور بیان فرما رہا ہے کہ ان کے پاس ان کے شرک کی کوئی دلیل نہیں، یعنی اس کا حساب اللہ کے وہاں ہے کافر اس کے پاس کامیاب نہیں ہو سکتے۔ وہ نجات سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ایک شخص سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تو کس کس کو پوجتا ہے؟ اس نے کہا اللہ کو اور فلاں فلاں کو۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ ان میں سے ایسا کسے جانتا ہے کہ تیری مصیبتوں میں تجھے کام آئے؟ اس نے کہا صرف اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو آپ ﷺ نے فرمایا جب کام آنے والا وہی ہے تو پھر اس کے ساتھ ان دوسروں کی عبادت کی کیا ضرورت ہے؟ کیا تیرا خیال ہے کہ وہ اکیلا تجھے کافی نہیں ہوگا؟ اس نے کہا یہ تو نہیں کہہ سکتا البتہ ارادہ یہ ہے کہ اوروں کی عبادت کر کے اس کا پورا شکر بجا لا سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! علم کے ساتھ یہ بے علمی جانتے ہو اور پھر انجان بنے جاتے ہو۔ اب کوئی جواب بن نہ پڑا چنانچہ وہ مسلمان ہو جانے کے بعد کہا کرتے تھے مجھے حضور ﷺ نے قائل کر دیا۔ پھر ایک دعا تعلیم فرمائی گئی۔ غفر کے معنی جب وہ مطلق ہو تو گناہوں کو مٹا دینے اور انہیں لوگوں سے چھپا دینے کے آتے ہیں۔ اور رحمت کے معنی صحیح راہ پر قائم رکھنے اور اچھے اقوال و افعال کی توفیق دینے کے ہوتے ہیں۔

(۱۴۰)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۴۲﴾ (النور: ۴۱-۴۲)

ترجمہ: ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین کی کل مخلوق اور پر پھیلائے اڑنے والے کل پرند اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسے معلوم ہے لوگ جو کچھ کریں اس سے اللہ بخوبی واقف ہے۔ اور زمین و آسمان کی

بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔"

تشریح: کل کے کل انسان اور جنات اور فرشتے اور حیوان یہاں تک کہ جمادات بھی اللہ کی تسبیح کے بیان میں مشغول ہیں۔ اور ایک مقام پر ہے کہ ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان میں جو ہیں سب اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کے بیان میں مشغول ہیں اپنے پروں سے اُڑنے والے پرندے بھی اپنے رب تعالیٰ کی عبادت اور پاکیزگی کے بیان میں ہیں۔ ان سب کو جو جو تسبیح لائق تھی خدا تعالیٰ نے انہیں سکھا دی ہے۔ سب کو اپنی عبادت کے مختلف جداگانہ طریقے سکھا دیئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر کوئی کام مخفی نہیں وہ عالم کل ہے۔ حاکم متصرف، مالک، مختار کل، معبود حقیقی، آسمان و زمین کا بادشاہ صرف وہی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کے حکموں کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔ قیامت کے دن سب کو اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے وہ جو چاہے گا اپنی مخلوقات میں حکم فرمائے گا۔ برے لوگ بد بدلے پائیں گے نیک نیکیوں کا پھل حاصل کریں گے۔ خالق مالک وہی ہے دنیا اور آخرت کا حاکم وہی ہے اور اس کی ذات لائق حمد و ثنا ہے۔

(۱۴۱)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ (النور: ۴۳-۴۴)

ترجمہ: "کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو چلاتا ہے، پھر انہیں ملاتا ہے پھر انہیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں ان کے درمیان مینہ برستا ہے وہی آسمانوں کی جانب اولوں کے پہاڑ میں سے اولے برساتا ہے، پھر جنہیں چاہے ان کے پاس انہیں برسائے اور جن سے چاہے ان سے انہیں ہٹا دے بادلوں ہی سے نکلنے والی بجلی کی چمک ایسی ہوتی ہے کہ گویا اب آنکھوں کی روشنی لے چلی۔ اللہ تعالیٰ ہی دن اور رات کو ردو بدل کرتا رہتا ہے آنکھوں والوں کے لئے تو اس میں یقیناً بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔"

تشریح: پتلے دھوئیں جیسے بادل اوّل اوّل تو قدرت خدا تعالیٰ سے اٹھتے ہیں۔ پھر مل جل کر وہ جسیم ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے اوپر جم جاتے ہیں۔ پھر ان میں سے بارش برستی ہے ہوائیں چلتی ہیں۔ زمین کو قابل بناتی ہیں۔ پھر ابر کو اٹھاتی ہیں پھر انہیں ملاتی ہیں پھر وہ پانی سے بھر جاتے ہیں، پھر برس پڑتے ہیں۔ پھر آسمان سے اولوں کے برسانے کا ذکر ہے کہ آیت کا معنی یہ کئے جائیں کہ اولوں کے پہاڑ آسمان پر ہیں۔ اس کے بعد کے جملے کا یہ مطلب ہے کہ بارش اور اولے جہاں خدا تعالیٰ برسانا چاہے وہاں اس کی رحمت سے برستے ہیں۔ اور جہاں نہیں چاہتے نہیں جاتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اولوں سے جن کی چاہے کھیتیاں اور باغات خراب کر

دیتا ہے اور جن پر مہربانی فرمائے انہیں بچالیتا ہے۔ پھر بجلی کی چمک کی قوت بیان ہو رہی ہے کہ قریب ہے وہ آنکھوں کی روشنی کھو دے۔ دن رات کا تصرف بھی اسی کے قبضے میں ہے جب چاہتا ہے دن کو چھوٹا اور رات کو بڑا کر دیتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے رات چھوٹی کر کے دن کو بڑا کر دیتا ہے۔ یہ تمام نشانیاں ہیں۔ جو قدرت قادر کو ظاہر کرتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی عظمت کو آشکارا کرتی ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش، رات دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔

(۱۴۲)

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۵ (النور: ۴۵)

ترجمہ: "تمام کے تمام چلنے پھرنے والے جانداروں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پانی سے پیدا کیا ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں بعض چار پاؤں پر، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی کامل قدرت اور زبردست سلطنت کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے ایک ہی پانی سے طرح طرح کی مخلوق پیدا کر دی ہے۔ سانپ وغیرہ کو دیکھو جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں۔ انسان اور پرند کو دیکھو ان کے دو پاؤں ہوتے ہیں جن پر چلتے ہیں حیوانوں اور چوپاؤں کو دیکھو وہ چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ وہ بڑا قادر ہے، جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے، جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہو سکتا وہ قادر کل ہے۔

(۱۴۳)

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۶ (النور: ۴۶)

ترجمہ: "بلاشبہ ہم نے روشن اور واضح آیتیں اتار دی ہیں اللہ تعالیٰ جسے چاہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔"

تشریح: یہ حکمت بھرے احکام یہ روشن مثالیں اس قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ہی نے بیان فرمائی ہیں۔ عقلمندوں کو ان کے سمجھنے کی توفیق دی ہے۔ رب تعالیٰ جسے چاہے اپنی سیدھی راہ پر لگائے۔

(۱۴۴)

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝۱ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ (فرقان ۱-۲)

ترجمہ: "بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے۔ اسی اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی اور وہ کوئی اولاد نہیں رکھتا نہ اس کی سلطنت میں کوئی ساتھی ہے اور ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرایا ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا بیان فرماتا ہے تا کہ لوگوں پر اس کی بزرگی عیاں ہو جائے کہ اس نے اس پاک کلام کو اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے سورۂ کہف کے شروع میں بھی اپنی حمد اسی وصف سے بیان کی ہے یہاں اپنی ذات کا بابرکت ہونا بیان فرمایا اور یہی وصف بیان کیا۔ یہاں لفظ ﴿نَزَّلَ﴾ فرمایا جس سے بار بار بکثرت اترنا ثابت ہوتا ہے۔ جیسے فرمان ہے:

﴿وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ﴾

پس پہلی کتابوں کو لفظ ﴿اَنْزَلَ﴾ سے اور آخری کتاب کو لفظ ﴿نَزَّلَ﴾ سے بیان فرمانا اسی لیے ہے کہ پہلی کتابیں ایک ساتھ اترتی رہیں اور قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت اترتا رہا کبھی کچھ آیتیں کبھی کچھ سورتیں کبھی کچھ احکام اس میں ایک بہت بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ لوگوں کو اس پر عمل مشکل نہ ہو اور خوب یاد ہو جائے اور مان لینے کے لیے دل کھل جائے۔ جیسے کہ اسی سورت میں فرمایا ہے کہ کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن کریم اس نبی ﷺ پر ایک ساتھ کیوں نہ اترا جواب دیا گیا ہے کہ اس طرح اس لیے اترا کہ تیری دل بستگی رہے۔ اور ہم نے ٹھہرا ٹھہرا کر نازل فرمایا۔ یہ جو بھی بات بنائیں گے ہم اس کا صحیح اور جچا تلا جواب دیں گے۔ جو خوب تفصیل والا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں اس آیت میں اس کا نام فرقان رکھا۔ اس لیے کہ یہ حق و باطل میں، ہدایت و گمراہی میں فرق کرنے والا ہے۔ اس سے بھلائی برائی میں، حلال وحرام میں تمیز ہوتی ہے۔ قرآن کریم کی یہ پاک صفت بیان فرما کر جس پر قرآن اترا ان کی ایک پاک صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ خاص اس کی عبادت میں لگے رہنے والے ہیں۔ اس کے مخلص بندے ہیں۔ یہ وصف سب سے اعلیٰ وصف ہے۔ اسی لیے بڑی بڑی نعمتوں کے بیان کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ کا یہی وصف بیان فرمایا گیا ہے۔ جیسے معراج کے موقعہ پر فرمایا ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ﴾ اور جب بندہ خدا تعالیٰ یعنی حضرت محمد ﷺ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے کھڑے ہوتے ہیں۔ الخ۔ یہی وصف قرآن کریم کے اترنے اور آپ ﷺ کے پاس بزرگ فرشتے کے آنے کے اکرام کے بیان کے موقعہ پر بیان فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اس پاک کتاب کا آپ کی طرف اترنا اس لیے ہے کہ آپ ﷺ تمام جہان کے لیے آگاہ کرنے والے بن جائیں۔ ایسی کتاب جو سراسر حکمت و ہدایت والی ہے جو مفصل معظم مبین اور محکم ہے۔ جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا۔ جو حکیم وحمید خدا تعالیٰ کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ آپ ﷺ اس کی تبلیغ دنیا بھر میں کر دیں۔ ہر سرخ وسفید کو ہر دور و نزدیک والے کو اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈرا دیں۔ جو بھی آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے اس کی طرف آپ ﷺ کی رسالت ہے جیسے کہ خود حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ میں تمام سرخ وسفید انسانوں کی طرف بھیجا

گیا ہوں اور فرمان ہے کہ مجھے پانچ باتیں ایسی دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا۔لیکن میں تمام دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں۔خود قرآن میں ہے:

﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾

"اے نبی! اعلان کر دو کہ اے دنیا کے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔"

پھر فرمایا کہ مجھے رسول بنا کر بھیجنے والا مجھ پر یہ پاک کتاب اتارنے والا وہ خدا تعالیٰ ہے جو آسمان وزمین کا تنہا مالک ہے جو جس کام کو کرنا چاہے اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتا ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں نہ اس کا کوئی شریک ہے، ہر چیز اسی کی مخلوق اور اسی کے زیر پرورش ہے، سب کا خالق، مالک، رزاق، معبود، رب وہی ہے۔ ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا اور تدبیر کرنے والا وہی ہے۔

(۱۴۵)

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝ (الفرقان: ۳)

ترجمہ: "ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، یہ تو اپنی جان کے نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت وحیات کے اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں۔"

تشریح: مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ خالق مالک قادر مختار بادشاہ کو چھوڑ کر ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو ایک مچھر کا پر بھی نہیں بنا سکتے بلکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اور اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے تئیں بھی کسی نفع نقصان کے پہنچانے کے مالک نہیں چہ جائے کہ دوسرے کا بھلا کر دیں یا دوسرے کا نقصان کر دیں یا دوسری کوئی بات کر سکیں۔ وہ اپنی موت وزیست کا یا دوبارہ جی اٹھنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے، پھر اپنی عبادت کرنے والوں کی ان چیزوں کے مالک وہ کیسے ہو جائیں گے؟ بات یہی ہے کہ ان تمام کاموں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی جلاتا اور مارتا ہے وہی اپنی تمام مخلوق کو قیامت کے دن نئے سرے سے پیدا کرے گا۔ اس پر یہ کام مشکل نہیں۔ ایک کا پیدا کرنا اور سب کو پیدا کرنا ایک کو موت کے بعد زندہ کرنا اور سب کو کرنا اس پر یکساں اور برابر ہے۔ ایک آنکھ جھپکانے میں اس کا حکم پورا ہو جاتا ہے۔ صرف ایک آواز کے ساتھ تمام مری ہوئی مخلوق زندہ ہو کر اس کے سامنے ایک چٹیل میدان میں کھڑی ہو جائے گی۔ اور آیت میں فرمایا ہے صرف ایک دفعہ کی ایک آواز ہوگی کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے حاضر ہو جائے گی۔ وہی معبود برحق ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی رب تعالیٰ ہے نہ لائق عبادت ہے اس کا چاہا ہوا ہوتا ہے، بغیر اس کے چاہے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ ماں باپ سے، لڑکی لڑکوں سے، عدیل وبدیل سے، وزیر ونظیر سے، شریک وسہیم سے پاک ہے۔ وہ احد وصمد ہے، وہ لم یلد ولم یولد ہے، اس کا کفو کوئی نہیں۔

(۱۴۶)

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَ لَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۝ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝ وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّ النَّوْمَ سُبَاتًا وَّ جَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝ (الفرقان: ۴۵۔۴۷)

ترجمہ: "کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے؟ اگر چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا ہی کر دیتا پھر ہم نے آفتاب کو اس پر دلیل بنایا پھر ہم نے اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیا اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ بنایا اور نیند کو راحت بنایا اور دن کو کھڑے ہونے کا وقت۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر دلیلیں بیان ہو رہی ہیں کہ مختلف اور متضاد چیزوں کو وہ پیدا کر رہا ہے۔ سائے کو وہ بڑھاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ وقت صبح صادق سے لے کر سورج کے نکلنے تک کا ہے اگر وہ چاہتا تو اسے ایک ہی حالت پر رکھ دیتا۔ جیسے فرمان ہے کہ اگر وہ رات ہی رات رکھے تو کوئی دن نہیں کر سکتا۔ اور اگر دن ہی دن کرے تو کوئی رات نہیں لا سکتا۔ اگر سورج نہ نکلتا تو سائے کا حال ہی نہ معلوم ہوتا۔ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ سائے کے پیچھے دھوپ، دھوپ کے پیچھے سایہ، یہ بھی قدرت کا نظام ہے۔ پھر سہج سہج ہم اسے یعنی سائے کو یا سورج کو اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ ایک گھٹتا جاتا ہے دوسرا بڑھتا جاتا ہے اور یہ نقلاب سرعت سے ہوتا جاتا ہے۔ کوئی جگہ سائے دار باقی نہیں رہتی، صرف گھروں کے چھپروں کے اور درختوں کے نیچے سایہ رہ جاتا ہے اور ان کے بھی اوپر دھوپ کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کر کے ہم اسے اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ اسی نے رات کو تمہارے لیے لباس بنایا ہے کہ وہ تمہارے وجود پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ جیسے فرمان ہے، قسم ہے رات کی جب کہ ڈھانپ لے۔ اسی نے نیند کو سبب راحت وسکون بنایا ہے کہ اس وقت حرکت موقوف ہو جاتی ہے اور دن بھر کے کام کاج سے جو تھکن چڑھ گئی تھی وہ اس آرام سے اتر جاتی ہے۔ بدن کو اور روح کو راحت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر دن کو اٹھ کھڑے ہوتے ہو، پھیل جاتے ہو، اور روزی کی تلاش میں لگ جاتے ہو، جیسے فرمان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے رات دن مقرر کر دیا ہے کہ تم سکون وآرام بھی حاصل کر لو اور اپنی روزیاں بھی تلاش کر لو۔

(۱۴۷)

وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۝ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّ نُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۝ وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ

بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا ۖ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۝ (سورہ الفرقان: ۴۸-۵۰)

ترجمہ: "اور وہی ہے جو باران رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور اسے ہم اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے ہیں اور بیشک ہم نے اسے ان کے درمیان طرح طرح سے بیان کیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، مگر پھر بھی اکثر لوگوں نے سوائے ناشکری کے مانا نہیں۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور قدرت بیان فرما رہا ہے کہ وہ بارش سے پہلے بارش کی خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے۔ ان ہواؤں میں رب تعالیٰ نے بہت سے خواص رکھے ہیں۔ بعض بادلوں کو پراگندہ کر دیتی ہیں، بعض انہیں اٹھاتی ہیں، بعض انہیں لے چلتی ہیں، بعض خنک اور بھیگی ہوئی چل کر لوگوں کو بارانِ رحمت کی طرف متوجہ کر دیتی ہیں، بعض اس سے پہلے زمین کو تیار کر دیتی ہیں۔ بعض بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں۔ اور انہیں بوجھل کر دیتی ہیں۔ آسمان سے ہم پاک صاف پانی برساتے ہیں کہ وہ پاکیزگی کا آلہ بنے۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بارش کے زمانہ میں نکلا۔ بصرے کے راستے اس وقت بڑے گندے ہو رہے تھے۔ آپ نے ایسے راستے پر نماز ادا کی میں نے آپ کو توجہ دلائی تو آپ نے فرمایا اسے آسمان کے پاک پانی نے پاک کر دیا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پاک اتارا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بیر بضاعہ سے وضو کر لیں؟ یہ ایک کنواں ہے جس میں گندگی اور کتوں کے گوشت پھینکے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

عبدالملک بن مروان کے دربار میں ایک مرتبہ پانی کا ذکر چھڑا تو خالد بن یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا بعض پانی آسمان کے ہوتے ہیں۔ بعض پانی وہ ہوتا ہے جسے ابر سمندر سے پیتا ہے اور اسے گرج کڑک اور بجلی میٹھا کر دیتی ہے۔ لیکن اس سے زمین میں پیداوار نہیں ہوتی، ہاں آسمانی پانی سے پیداوار اگتی ہے۔ عکرمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آسمان کے پانی کے ہر قطرہ سے چارہ گھاس وغیرہ پیدا ہوتا ہے یا سمندر میں لؤلؤ اور موتی پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی فی البر بر و فی البحر در زمین میں گیہوں اور سمندر میں موتی۔ پھر فرمایا کہ اس سے ہم غیر آباد بنجر خشک زمین کو زندہ کر دیتے ہیں وہ لہلہانے لگتی ہے، اور تر و تازہ ہو جاتی ہے جیسے فرمان ہے:

﴿فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ..... الخ﴾

علاوہ مردہ زمین کے زندہ ہو جانے کے یہ پانی حیوانوں اور انسانوں کے پینے میں آتا ہے۔ ان کے کھیتوں اور باغات کو پلایا جاتا ہے جیسے فرمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جو لوگوں کی کامل ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برساتا ہے اور آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آثار رحمت کو دیکھو کہ کس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے ساتھ ہی میری قدرت کا ایک نظارہ یہ بھی دیکھو کہ ابر اٹھتا

ہے گرجتا ہے لیکن جہاں میں چاہتا ہوں برستا ہے، اس میں بھی حکمت و حجت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ کوئی سال کسی سال سے کم وبیش بارش کا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ جہاں چاہے برسائے جہاں سے چاہے پھیر لے۔ پس چاہئے تھا کہ ان نشانات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ان زبردست حکمتوں کو اور قدرتوں کو سامنے رکھ کر اس بات کو بھی مان لیتے کہ بیشک ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور یہ بھی جان لیتے کہ بارشیں ہمارے گناہوں کی شامت سے بند کر لی جاتی ہیں تو ہم گناہ چھوڑ دیں لیکن ان لوگوں نے ایسا نہ کیا بلکہ ہماری نعمتوں پر اور ناشکری کی۔

ایک حدیث ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ میں بادل کی نسبت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا بادلوں پر جو فرشتہ مقرر ہے وہ یہ ہے آپ ﷺ ان سے جو چاہیں دریافت فرما لیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس تو اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے کہ فلاں فلاں شہر میں اتنے اتنے قطرے برساؤ، ہم تعمیل ارشاد کر دیتے ہیں۔ بارش جیسی نعمت کے وقت اکثر لوگوں کے کفر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے یہ بارش برسائی گئی۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ بارش برس چکنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! جانتے ہو تمہارے رب تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جاننے والا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندوں میں سے بہت سے میرے ساتھ مومن ہو گئے اور بہت سے کافر ہو گئے۔ جنہوں نے کہا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ بارش ہم پر برسی ہے وہ تو میرے ساتھ ایمان رکھنے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہوئے اور جنہوں نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں تارے کے اثر سے پانی برسایا گیا وہ میرے ساتھ کافر ہوئے اور تاروں کے ساتھ مومن ہوئے۔

۱۴۸

وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ جَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾ (الفرقان: ۵۱۔۵۴)

ترجمہ: ”اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔ پس آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں اور قرآن کے ذریعے ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کریں اور وہی ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا رکھے ہیں، یہ ہے میٹھا اور مزیدار اور یہ ہے کھاری کڑوا ان دونوں کے درمیان ایک حجاب اور مضبوط اوٹ کر دی۔ وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا بلاشبہ آپ کا پروردگار (ہر چیز پر) قادر ہے۔“

تشریح: اگر رب تعالیٰ چاہتا تو ہر ہر بستی میں ایک ایک نبی بھیج دیتا۔ لیکن اس نے تمام دنیا کی طرف صرف ایک ہی نبی بھیجا ہے۔ اور

پھر اسے حکم دے دیا ہے کہ اس قرآن کا وعظ سب کو سنا دے۔ جیسے فرمان ہے کہ میں اس قرآن سے تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے ہوشیار کر دوں اور ان تمام جماعتوں میں سے جو بھی اس سے کفر کرے اس کے وعدے کی جگہ جہنم ہے اور فرمان ہے کہ تو مکہ والوں کو اور چوطرف کے لوگوں کو آگاہ کر دے اور آیت میں ہے کہ اے نبی! آپ ﷺ کہہ دیجئے اے تمام لوگو! میں تم سب کی طرف رسول اللہ بن کر آیا ہوں۔

صحیحین کی حدیث میں ہے میں سرخ و سیاہ سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے رہے اور میں عام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ پھر فرمایا کافروں کا کہنا نہ ماننا اور اس قرآن کے ساتھ ان سے بہت بڑا جہاد کرنا۔ جیسے ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ..... الخ﴾

''یعنی اے نبی! کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کرتے رہو۔ الخ''

اسی رب تعالیٰ نے پانی کو دو طرح کا کر دیا ہے۔ میٹھا اور کھاری نہروں، چشموں اور کنوؤں کا پانی عموماً شیریں صاف اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ بعض ٹھہرے ہوئے سمندروں کا پانی کھاری اور بدمزہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر بھی شکر کرنا چاہئے کہ اس نے میٹھے پانی کی چوطرف ریل پیل کر دی کہ لوگوں کو نہانے دھونے اور اپنے کھیت اور باغات کو پانی دینے میں آسانی رہے۔ مشرق اور مغرب میں محیط سمندر کھاری پانی کے اس نے بہا دیئے جو ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اِدھر اُدھر بہتے نہیں۔ لیکن موجیں مار رہے ہیں۔ تلاطم کر رہے ہیں بعض میں مدوجزر ہے ہر مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں تو ان میں زیادتی اور بہاؤ ہوتا ہے پھر چاند کے گھٹنے کے ساتھ وہ گھٹتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر میں اپنی حالت پر آ جاتا ہے پھر جہاں چاند چڑھا یہ بھی چڑھنے لگا۔ چودہ تاریخ تک برابر چاند کے ساتھ چڑھتا رہا پھر اترنا شروع ہوا۔ ان تمام سمندروں کو اسی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ پوری اور زبردست قدرت والا ہے۔ کھاری اور گرم پانی گو پینے کے کام نہیں آتا لیکن ہواؤں کو صاف کر دیتا ہے جس سے انسانی زندگی ہلاکت میں نہ پڑے اس میں جو جانور مر جاتے ہیں ان کی بدبو دنیا والوں کو ستا نہیں سکتی اور کھاری پانی کے سبب سے اس کی ہوا صحت بخش اور اس کا مزہ پاک طیب ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے جب سمندر کے پانی کی نسبت سوال ہوا کیا ہم اس سے وضو کر لیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے۔ پھر اس کی قدرت کو دیکھو وہ محض اپنی طاقت سے اور اپنے حکم سے ایک کو دوسرے سے جدا رکھا ہے۔ نہ کھاری میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کھاری میں مل سکے۔ جیسے فرمایا ہے کہ اس نے دونوں سمندر جاری کر دیئے کہ دونوں مل جائیں اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب قائم کر دیا ہے کہ حد سے نہ بڑھیں۔ پھر تم اپنے رب تعالیٰ کی کس نعمت کے منکر ہو؟ اور آیت میں ہے کون ہے وہ جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس میں جگہ جگہ دریا جاری کر دیئے اس پر پہاڑ قائم کر دیئے اور سمندروں کے درمیان اوٹ کر دی، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بات یہ ہے کہ ان مشرکین کے اکثر لوگ بے علم ہیں اس نے انسان کو ضعیف نطفے سے پیدا کیا ہے پھر اسے ٹھیک ٹھاک اور برابر بنایا ہے اور اچھی پیدائش میں پیدا کر کے پھر اسے مرد یا عورت بنایا۔ پھر اس کے لئے نسب کے رشتہ دار بنا دیئے پھر کچھ مدت بعد سسرالی رشتے قائم کر دیئے۔ اتنے بڑے قادر خدا تعالیٰ کی قدرتیں تمہارے سامنے ہیں۔

(۱۴۹)

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿ۚۛ۵۸﴾ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ (الفرقان: ۵۵-۵۹)

ترجمہ: ”یہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انہیں کوئی نفع دے سکیں نہ کوئی نقصان پہنچا سکیں، اور کافر تو ہے ہی اپنے رب کے خلاف (شیطان کی) مدد کرنے والا۔ ہم نے تو آپ کو خوشخبری اور ڈر سنانے والا (نبی) بنا کر بھیجا ہے۔ کہہ دیجئے کہ میں قرآن کے پہنچانے پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راہ پکڑنا چاہے۔ اس ہمیشہ زندہ رہنے والے اللہ تعالیٰ پر توکل کرے جسے کبھی موت نہیں اور اس کی تعریف کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتے رہیں، وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دن میں پیدا کر دیا ہے، پھر عرش پر مستوی ہوا وہ رحمان ہے، آپ اس کے بارے میں کسی خبردار سے پوچھ لیں۔“

تشریح: مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ بت پرستی کرتے ہیں اور بلا دلیل و حجت ان کی پوجا کرتے ہیں جو نہ نفع کے مالک نہ نقصان کے۔ صرف باپ دادوں کی دیکھا دیکھی نفسانی خواہشات سے ان کی محبت و عظمت دل میں جمائے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے دشمنی اور مخالفت رکھتے ہیں۔ شیطانی لشکر میں ہو گئے ہیں اور خدائی لشکر کے مخالف ہو گئے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ انجام کار غلبہ اللہ والوں کو ہی ہوگا۔ یہ اس امید میں ہیں کہ یہ معبودانِ باطل ان کی امداد کریں گے۔ حالانکہ محض غلط ہے یہ خواہ مخواہ ان کی طرف سے سینہ سپر ہو رہے ہیں انجام کار مومنوں کے ہی ہاتھ رہے گا۔ دنیا و آخرت میں ان کا پروردگار ان کی امداد کرے گا ان کفار کو تو شیطان صرف خدا تعالیٰ کی مخالفت پر ابھار دیتا ہے اور کچھ نہیں۔ سچے خدا تعالیٰ کی عداوت ان کے دل میں ڈال دیتا ہے، شرک کی محبت بٹھا دیتا ہے۔ یہ خدائی احکام سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں مومنوں کو خوشخبری سنانے والا اور کفار کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اطاعت گزاروں کو جنت کی بشارت دیجئے اور نافرمانوں کو جہنم کے عذابوں سے مطلع فرما دیجئے۔ لوگوں میں عام طور پر اعلان کر دیجئے کہ میں اپنی تبلیغ کا بدلہ اپنے وعظ کا معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ارادہ اس سے سوائے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی تلاش کے اور کچھ نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میں سے جو راہ راست پر آنا چاہے اس کے سامنے صحیح راستہ نمایاں کر دوں۔ اے پیغمبر اپنے تمام کاموں میں اس خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھئے جو ہمیشگی اور دوام والا ہے، جو موت و فوت سے پاک ہے جو اول و آخر ظاہر و باطن اور ہر چیز سے عالم ہے جو دائم باقی سرمدی ابدی حی و قیوم

ہے جو ہر چیز کا مالک اور رب تعالیٰ ہے اس کو اپنا ماوی ملجا ٹھہرائے۔ اسی کی ذات ایسی ہے کہ اسی پر توکل کیا جائے ہر گھبراہٹ میں اسی کی طرف جھکا جائے۔ وہ کافی ہے وہی ناصر ہے وہی مؤید ومظفر ہے، جیسے فرمان ہے اے نبی! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب تعالیٰ کی جانب سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے یہ نہ کیا تو آپ نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ آپ بے فکر رہیے اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے برے ارادے سے بچالے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ مدینہ طیبہ کی کسی گلی میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمان! مجھے سجدہ نہ کر سجدے کے لائق وہ ہے جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے جس پر کبھی موت نہیں۔ اور اس کی تسبیح و حمد کرتا رہ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعمیل میں فرمایا کرتے تھے۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ۔ مراد اس سے یہ ہے کہ عبادت اللہ تعالیٰ ہی کی کر، اسی کی ذات پر توکل کر۔ جیسے فرمان ہے، مشرق ومغرب کا رب تعالیٰ وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز سمجھ اور دوسری جگہ ہے اسی کی عبادت کر اسی پر بھروسہ رکھ۔ اور آیت میں ہے کہ اعلان کر دے کہ اسی رحمٰن کے ہم بندے ہیں اور اسی پر ہمارا کامل بھروسہ ہے اس پر بندوں کے کرتوت ظاہر ہیں۔ کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں کوئی بھید کی بات بھی اس سے مخفی نہیں۔ وہی تمام چیزوں کا خالق مالک قابض ہے، وہی ہر جاندار کا روزی رساں ہے اس نے اپنی قدرت وعظمت سے آسمان وزمین جیسی زبردست مخلوق کو چھ دن میں پیدا کر دیا ہے پھر عرش پر قرار پکڑا ہے۔ کاموں کی تدبیروں کا انجام اسی کی طرف سے اور اسی کے حکم اور تدبیر سے ہے۔ اس کا فیصلہ سچا اور اچھا ہی ہوتا ہے جو ذات خدا تعالیٰ سے عالم ہو جو صفات خدا تعالیٰ سے آگاہ ہو تو ایسے سے اس کی شان دریافت کرے۔ یہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات کی پوری خبرداری رکھنے والے اس کی ذات سے پورے واقف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جو دنیا اور آخرت میں تمام اولاد آدم کے علی الاطلاق سردار تھے جو ایک بات بھی اپنی طرف سے نہیں کہتے تھے بلکہ جو فرماتے تھے وہ فرمودۂ خدا تعالیٰ ہی ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جو صفتیں اللہ تعالیٰ کی بیان کی ہیں سب حق ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبریں دیں سب سچ ہیں سچے امام آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ تمام جھگڑوں کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حکم سے کیا جاسکتا ہے۔ جو آپ کی بات بتلائے وہ سچا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہے وہ مردود، خواہ کوئی بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان یقین کے قابل کھلے طور سے صادر ہو چکا ہے۔ یعنی تم اگر کسی چیز میں جھگڑو تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹاؤ۔ اور فرمان ہے تم جس چیز میں بھی اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے اور فرمان ہے تیرے رب تعالیٰ کی باتیں جو خبروں میں سچی اور حکم وممانعت میں عدل کی ہیں پوری ہو چکیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے قرآن ہے۔ مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو سجدے کرتے تھے، ان سے جب رحمٰن کو سجدہ کرنے کو کہا جاتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ وہ اس سے منکر تھے کہ اللہ تعالیٰ کا نام رحمٰن ہے جیسے حدیبیہ والے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب سے فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ تو مشرکین نے کہا نہ ہم رحمٰن کو جانیں نہ رحیم کو، ہمارے رواج کے مطابق بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھ اس کے جواب میں یہ آیت اتری ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ.... الخ﴾ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارو یا رحمٰن کو جس نام سے چاہو اسے پکارو اس کے بہت سے بہترین نام ہیں۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے وہی رحمٰن ہے۔ پس مشرکین کہتے تھے کہ کیا صرف تیرے کہنے سے ہم ایسا کر لیں، الغرض وہ اور نفرت میں بڑھ گئے۔ برخلاف مومنوں کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ جو رحمٰن ورحیم ہے اسی کو عبادت کے لائق سمجھتے ہیں اور اسی کے لیے سجدے کرتے ہیں۔

(۱۵۰)

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ (الفرقان: ۶۱-۶۲)

ترجمہ: "بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں آفتاب بنایا اور منور مہتاب بھی۔ اور اسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا اس شخص کی نصیحت کے لئے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ کی بڑائی عظمت قدرت ورفعت کو دیکھو کہ اس نے آسمان میں برج بنائے، اس سے مراد یا تو بڑے بڑے ستارے ہیں یا چوکیداری کے برج ہیں۔ پہلا قول زیادہ ظاہر ہے اور ہوسکتا ہے کہ بڑے بڑے ستاروں سے مراد بھی یہی برج ہوں۔ اور آیت میں ہے کہ آسمان دنیا کو ہم نے ستاروں کے ساتھ مزین بنایا، جیسے فرمان ہے اور ہم نے روشن چراغ یعنی سورج بنایا۔ اور چاند بنایا جو منور اور روشن ہے دوسرے نور سے جو سورج کے سوا ہے۔ جیسے فرمان ہے اس نے سورج کو روشن بنایا اور چاند کو نور بنایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے ہیں اس کی قدرت کا نظام ہے یہ جاتا ہے وہ آتا ہے اس کا جانا اس کا آنا۔ جیسے فرمان ہے اس نے تمہارے لیے سورج چاند پے در پے آنے جانے والے بنائے۔ اور جگہ ہے رات دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور جلدی جلدی اسے طلب کرتی آتی ہے نہ سورج چاند سے آگے بڑھ سکے نہ رات دن سے سبقت کر سکے۔ اسی سے اس کی عبادتوں کے وقت اس کے بندوں کو معلوم ہوتے ہیں؟ رات کا فوت شدہ عمل دن میں پورا کرلیں دن کا رہ گیا ہوا عمل رات کو ادا کرلیں۔ صحیح حدیث شریف میں ہے، اللہ تعالیٰ رات کو اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرلے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات کا گنہگار توبہ کرلے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن ضحیٰ کی نماز میں بڑی دیر لگا دی۔ سوال پر فرمایا کہ رات کا میرا وظیفہ کچھ باقی رہ گیا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے پورا یا قضا کرلوں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

(۱۵۱)

اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ (النمل: ۶۳)

ترجمہ: "کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جنہیں یہ شریک کرتے ہیں ان سب سے اللہ بلند و بالاتر ہے۔"

تشریح: آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانیاں رکھ دی ہیں کہ خشکی اور تری میں جو راہ بھول جائے وہ انہیں دیکھ کر راہ راست اختیار کر لے۔ جیسے فرمایا ہے کہ ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں سمندروں میں اور خشکی میں انہیں دیکھ کر اپنا راستہ ٹھیک کر لیتے ہیں بادل پانی بھرے برسیں اور اس سے پہلے ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہوائیں وہ چلاتا ہے جس سے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اب رب کی رحمت برسے گی۔ اللہ کے سوا ان کاموں کا کرنے والا کوئی نہیں، نہ کوئی ان پر قادر ہے، تمام شریکوں سے وہ الگ ہے اور پاک ہے سب سے بلند ہے۔

(۱۵۲)

وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَ هُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ۫ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ (قصص: ۶۸-۷۰)

ترجمہ: "اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں اللہ ہی کے لئے پاکی ہے وہ بلند تر ہے ہر اس چیز سے کہ لوگ شریک کرتے ہیں۔ ان کے سینے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں آپ کا رب سب کچھ جانتا ہے۔ وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔ اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور اسی کی طرف تم سب پھیرے جاؤ گے۔"

تشریح: ساری مخلوق کا خالق تمام اختیارات والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، نہ اس میں کوئی اس سے جھگڑنے والا نہ اس کا شریک نہ ساجھی جو چاہے پیدا کرے جسے چاہے اپنا خاص بندہ بنا لے، جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا ہو ہی نہیں سکتا۔ تمام امور سب خیر و شر اسی کے ہاتھ ہے سب کی بازگشت اسی کی جانب ہے کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ یعنی اللہ پسند کرتا ہے اسے جس میں بھلائی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ سے مروی ہے یہ آیت اسی بیان میں ہے کہ مخلوق کی پیدائش میں تقدیر کے مقرر کرنے میں اختیار رکھنے میں خدا تعالیٰ ہی اکیلا ہے، اور نظیر سے پاک ہے۔ اسی لیے آیت کے خاتمہ پر فرمایا کہ جن بتوں وغیرہ کو وہ شریک خدا ٹھہرا رہے ہیں جو نہ کسی چیز کو بنا سکیں نہ کسی طرح کا اختیار رکھیں اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک اور بہت دور ہے۔ پھر فرمایا سینوں اور دلوں میں چھپی ہوئی باتیں بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور وہ سب بھی اس پر اسی طرح ظاہر ہیں جس طرح کھلم کھلا اور ظاہر باتیں۔ پوشیدہ بات کہو یا اعلان سے کہو وہ سب کا عالم ہے۔ رات میں اور دن میں جو ہو رہا ہے اس پر پوشیدہ نہیں الوہیت میں بھی وہ یکتا ہے اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی طرف مخلوق اپنی حاجتیں لے جائے جس سے مخلوق عاجزی کرے، جو مخلوق کا ماویٰ ملجا ہو، جو

عبادت کے لائق ہو۔ خالق مختار رب مالک وہی ہے۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے سب لائق تعریف ہے اس کا عدل وحکمت اسی کے ساتھ ہے۔ اس کے حکموں کو کوئی رد نہیں کرسکتا، اس کے ارادوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ غلبہ حکمت ورحمت اسی کی ذات پاک میں ہے تم سب قیامت کے دن اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اس پر تمہارے کاموں میں سے کوئی کام چھپا ہوا نہیں نیکوں کو جزا بدوں کو سزا وہ اس روز دے گا اور اپنی مخلوق میں فیصلے فرمائے گا۔

(۱۵۳)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ (القصص:۷۲)

ترجمہ: ”پوچھئے! کہ یہ بھی بتا دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ قیامت تک دن ہی دن رکھے تو بھی سوائے اللہ کے کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس رات لے آئے؟ جس میں تم آرام حاصل کرسکو، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو؟“

تشریح: اللہ تعالیٰ کا احسان دیکھو کہ بغیر تمہاری کوشش اور تدبیر کے دن رات برابر آگے پیچھے آ رہے ہیں اگر رات ہی رات رہے تو تم عاجز آ جاؤ تمہارے کام رک جائیں تم پر زندگی وبال ہو جائے تم تھک جاؤ اُکتا جاؤ کسی کو نہ پاؤ جو تمہارے لئے دن نکال سکے کہ تم اس کی روشنی میں چلو پھرو دیکھو بھالو اپنے کام کاج کرلو، افسوس تم سن سنا کر ان سنا کر دیتے ہو۔ اسی طرح اگر وہ تم پر دن ہی دن رکھے رات آئے ہی نہیں تو بھی تمہاری زندگی تلخ ہو جائے۔ بدن کا نظام الٹ پلٹ ہو جائے تھک جاؤ تنگ آ جاؤ، کوئی نہیں جسے قدرت ہو کہ وہ رات لا سکے جس میں تم راحت وآرام کرسکو لیکن تم آنکھیں رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کی ان نشانیوں اور مہربانیوں کو دیکھتے ہی نہیں ہو۔

(۱۵۴)

وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ (القصص:۷۳)

ترجمہ: ”اسی نے تو تمہارے لئے اپنے فضل وکرم سے دن رات مقرر کر دیئے ہیں کہ تم رات میں آرام کرو اور دن میں اس کی بھیجی ہوئی روزی تلاش کرو یہ اس لئے کہ تم شکر ادا کرو۔“

تشریح: یہ بھی اسی کا احسان ہے کہ اس نے دن رات دونوں پیدا کر دیئے ہیں کہ رات کو تمہیں سکون وآرام حاصل ہو اور دن کو تم کام کاج تجارت، زراعت، سفر شغل کرسکو۔ تمہیں چاہیے کہ تم اس مالک حقیقی اس قادر مطلق کا شکر ادا کرو دن کو رات کو اس کی عبادتیں کرو۔ رات کے قصور کی تلافی دن میں اور دن کے قصوروں کی تلافی رات میں کرلیا کرو، یہ مختلف چیزیں قدرت کے نمونے ہیں اور اس لیے ہیں کہ تم نصیحت وعبرت سیکھو اور رب کا شکر کرو۔

(۱۵۵)

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾ (البقرہ: ۱۱۷)

ترجمہ: "وہ زمین اور آسمانوں کو ابتداءً پیدا کرنے والا ہے، وہ جس کام کو کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، بس وہی ہو جاتا ہے۔"

تشریح: یہ اور اس کے ساتھ کی آیت نصرانیوں کے رد میں ہے اور اسی طرح ان جیسے یہودیوں اور مشرکین کے رد میں جو اللہ کی اولاد بتاتے تھے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین و آسمان وغیرہ تمام چیزوں کا تو اللہ تعالیٰ مالک ہے ان کا پیدا کرنے والا، انہیں روزیاں دینے والا، ان کے اندازے مقرر کرنے والا، انہیں قبضہ میں رکھنے والا، ان میں ہیر پھیر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، پھر بھلا اس مخلوق میں سے کوئی اس کی اولاد کیسے ہوسکتا ہے، نہ عزیر علیہ السلام نہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے بن سکتے ہیں۔ جیسے کہ یہود و نصاریٰ کا خیال تھا، نہ فرشتے اس کی بیٹیاں بن سکتے ہیں جیسے مشرکین عرب کا خیال تھا اس لیے کہ دو برابر کے مناسبت رکھنے والے ہم جنس سے اولاد ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی نظیر نہ اس کی عظمت و کبریائی میں اس کا کوئی شریک نہ اس کی جنس کا کوئی اور وہ تو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اس کی اولاد کیسے ہوگی؟ اس کی کوئی بیوی بھی نہیں وہ ہر چیز کا خالق اور ہر چیز کا عالم ہے۔ یہ رحمٰن کی اولاد بتاتے ہیں یہ کتنی بودی اور واہی بات تم کہتے ہو یہ اتنی بری بات زبان سے نکالتے ہو کہ اس سے آسمانوں کا پھٹ جانا اور زمین کا شق ہو جانا اور پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہو جانا ممکن ہے ان کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے اللہ تعالیٰ کی اولاد تو کوئی ہو ہی نہیں سکتی اس کے سوا جو بھی ہے اس کی ملکیت ہے زمین و آسمان کی کل ہستیاں اس کی غلامی میں حاضر ہونے والی ہیں جنہیں ایک ایک کر کے اس نے گھیر رکھا ہے اور شمار کر رکھا ہے ان میں سے ہر ایک اس کے پاس قیامت کے دن تنہا تنہا پیش ہونے والا ہے پس غلام اولاد نہیں بن سکتا، ملکیت اور ولدیت دو مختلف اور متضاد حیثیتیں ہیں۔ اور جگہ پوری سورت میں اس کی نفی فرمائی، ارشاد ہوا:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ ﴾

"آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔"

یعنی کہو کہ خدا ایک ہی ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس کی نہ اولاد ہے نہ ماں باپ، اس کا ہم جنس کوئی نہیں، اور ان جیسی اور آیتوں میں اس خالق کائنات نے اپنی تسبیح و تقدیس بیان کی، اپنا بے نظیر، اپنا بے مثل اور لاشریک ہونا ثابت کیا اور ان مشرکین کے گندے عقیدے کا بطلان کیا اور بتایا کہ وہ تو سب کا خالق و رب ہے پھر اس کی اولاد اور بیٹے بیٹیاں کہاں سے ہوں گے؟۔

سورۂ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری کی ایک قدسی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم جھٹلاتا ہے اسے یہ لائق نہ تھا، مجھے وہ گالیاں دیتا ہے اسے یہ نہیں چاہئے تھا اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ خیال کر بیٹھتا ہے کہ میں اسے مار ڈالنے کے بعد پھر زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں اور اس کا گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ میری اولاد بتاتا ہے، حالانکہ میں پاک ہوں اور بلند و بالا ہوں اس سے کہ میرے اولاد اور میری بیوی ہو یہی حدیث دوسری سندوں سے اور کتابوں میں بھی با اختلاف الفاظ مروی ہے۔

صحیحین میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں بری باتیں سن کر صبر کرنے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی نہیں، لوگ اس کی اولادیں بتائیں اور وہ انہیں رزق و عافیت دیتا رہے۔ پھر فرمایا ہر چیز اس کی اطاعت گزار ہے اس کی غلامی کی اقراری ہے اس کے لیے اخلاص کرنے والی ہے، اس کی سرکار میں قیامت کے روز دست بستہ کھڑی ہونے والی اور دنیا میں عبادت گزار ہے، جس کو کہے یوں ہو، اس طرح بن، وہ اسی طرح ہو جاتی ہے اور بن جاتی ہے، اس طرح ہر ایک اس کے سامنے پست و مطیع ہے، کفار بھی گو نہ چاہیں لیکن ان کے سائے خدا کے سامنے جھکتے رہتے ہیں۔ قرآن نے اور جگہ فرمایا ﴿وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ..... الخ﴾ آسمان و زمین کی کل چیزیں خوشی و ناخوشی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں۔ ان کے سائے صبح و شام جھکتے رہتے ہیں۔ پھر فرمایا وہ آسمان و زمین کو بغیر نمونہ کے پہلی ہی بار کی پیدائش میں پیدا کرنے والا ہے۔ لغت میں بدعت کے معنی نو پید کرنے، نیا بنانے کے ہیں۔

ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے وہ آسمان و زمین کی تمام چیزوں کا مالک ہے ہر چیز اس کی وحدانیت کی دلیل ہے ہر چیز اس کی اطاعت گزاری کی اقراری ہے، سب کا پیدا کرنے والا، بنانے والا، موجود کرنے والا، بغیر اصل اور مثال کے وجود میں لانے والا ایک وہی رب العالمین ہے، اس کی گواہی ہر چیز دیتی ہے، خود مسیح علیہ السلام بھی اس کے گواہ اور بیان کرنے والے ہیں۔ جس رب نے ان تمام چیزوں کو بغیر نمونے کے اور بغیر مادے اور اصل کے پیدا کیا۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بے باپ کے پیدا کر دیا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ تم انہیں خواہ مخواہ خدا کا بیٹا مان لو، پھر فرمایا کہ اس خدا کی قدرت و سلطنت و سطوت و شوکت ایسی ہے کہ جس چیز کو جس طرح بنانا اور پیدا کرنا چاہے اُسے کہہ دیتا ہے کہ اس طرح اور ایسی ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتی ہے، شاعر کہتا ہے ۔

اِذَا مَا اَرَادَاللّٰهُ اَمْرا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَه كُنْ قَوْلَه فَيَكُوْنُ

مطلب سب کا یہ ہے ادھر خدا کا ارادہ کسی چیز کا ہوا اور اس نے کہا ہو جا، وہی ہو گیا۔ اس کے ارادہ سے مراد جدا نہیں پس مندرجہ بالا آیت میں عیسائیوں کو لطیف پیرائے سے یہ بھی سمجھا دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُسی کن کے کہنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام جیسی ہے جنہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر فرمایا ہو جا، وہ ہو گئے۔

(۱۵۶)

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ (البقرۃ: ۱۶۳)

ترجمہ: "تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔"

تشریح: یعنی خدائی میں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں، نہ اس جیسا کوئی ہے وہ واحد اور احد ہے وہ فرد اور صمد ہے، اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں، وہ رحمٰن اور رحیم ہے سورۂ فاتحہ کے شروع میں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اسم اعظم ان دونوں آیتوں میں ہے ایک یہ آیت اور دوسری آیت ﴿الٓمّٓ ۞ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

﴿هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ اس کے بعد اس توحید کی دلیل ہو رہی ہے، اسے بھی توجہ سے سنئے۔ فرماتا ہے:

(۱۵۷)

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ (البقرة: ١٦٤)

ترجمہ: ”آسمانوں اور زمین کی پیدائش، رات دن کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزیں کو لئے ہوئے سمندروں میں چلنا۔ آسمان سے پانی اتار کر، مردہ زمین کو زندہ کر دینا اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا، اور بادل، جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، ان میں عقلمندوں کے لئے قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس خدا کی خدائی اور اس کی توحید پر دلیل ایک تو یہ آسمان ہے جس کی بلندی لطافت کشادگی جس کے ٹھہرے ہوئے اور چلنے پھرنے والے روشن ستارے تم دیکھ رہے ہو۔ پھر زمین کی پیدائش جو کثیف چیز ہے جو تمہارے قدموں تلے بچھی ہوئی ہے جس میں بلند بلند چوٹیوں کے سر بفلک پہاڑ ہیں، جس میں موجیں مارنے والے بے پایاں سمندر ہیں جس میں انواع و اقسام کے خوش رنگ بیل بوٹے ہیں جس میں طرح طرح کی پیداوار ہوتی ہے جس پر تم رہتے سہتے ہو اور اپنی مرضی کے مطابق آرام دہ مکان بنا کر بستے ہو اور جس سے صدہا طرح کا نفع اٹھاتے ہو، پھر رات دن کا آنا جانا، رات گئی دن آیا، دن گیا رات آ گئی نہ وہ اس پر سبقت کرے نہ یہ اس پر، ہر ایک اپنے صحیح اندازے سے آئے اور جائے۔ کبھی کے دن بڑے، کبھی کی راتیں، کبھی دن کا کچھ حصہ رات میں جائے کبھی رات کا کچھ حصہ دن میں آ جائے، پھر کشتیوں کو دیکھو جو خود تمہیں اور تمہارے مال و اسباب اور تجارتی چیزوں کو لے کر سمندر میں ادھر سے اُدھر آتی جاتی رہتی ہیں۔ اس ملک والے اس ملک والوں سے اور اس ملک والے اس ملک والوں سے رابطہ اور لین دین کر سکتے ہیں، یہاں کی چیزیں وہاں اور وہاں کی یہاں پہنچ سکتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کا اپنی رحمت کاملہ سے بارش برسانا اور اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دینا، اس سے اناج اور کھیتیاں پیدا کرنا، چوطرف ریل پیل کر دینا، زمین میں مختلف قسم کے چھوٹے بڑے کار آمد جانوروں کو پیدا کرنا، ان سب کی حفاظت کرنا، ان کے لئے روزی پہنچانا، ان کے لئے سونے بیٹھنے چرنے چگنے کی جگہ تیار کرنا، ہواؤں کو پُروا پچھوا چلانا، کبھی ٹھنڈی کبھی گرم، کبھی کم کبھی زیادہ، بادلوں کو زمین اور آسمان کے درمیان مسخر کرنا، انہیں ایک طرف سے دوسری طرف لے جانا، ضرورت کی جگہ برسانا وغیرہ۔ یہ سب خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں جن سے عقلمند اپنے خدا کے وجود کو اور اس کی وحدانیت کو پا لیتے ہیں، جیسے اور جگہ فرمایا کہ آسمان و زمین کی پیدائش اور رات دن کے ہیر پھیر میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں جو اُٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی پیدائش میں غور و فکر سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے

رب تو نے انہیں بیکار نہیں بنایا، تیری ذات پاک ہے تو ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دے۔ ہم اس سے گھوڑے اور ہتھیار وغیرہ خریدیں اور تیرا ساتھ دیں اور ایمان بھی لائیں۔ آپ نے فرمایا یہ پختہ وعدہ کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں پختہ وعدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا کی حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا آپ کی دعا قبول ہے لیکن اگر یہ لوگ پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان پر اللہ کا وہ عذاب آئے گا جو آج سے پہلے کسی پر نہ آیا ہو۔ آپ کانپ اٹھے اور عرض کرنے لگے نہیں خدایا تو انہیں یونہی رہنے دے میں انہیں تیری طرف بلاتا رہوں گا۔ کیا عجب آج نہیں تو کل اور کل نہیں پرسوں ان میں سے کوئی نہ کوئی تیری طرف جھک جائے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اگر انہیں قدرت کی نشانیاں دیکھنی ہیں تو کیا یہ نشانیاں کچھ کم ہیں؟ ایک اور شان نزول بھی مروی ہے کہ جب آیت ﴿وَ اِلٰهُكُمْ ..... الخ﴾ اُتری تو مشرکین کہنے لگے ایک خدا تمام جہان کا بندوبست کیسے کرے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ خدا اتنی بڑی قدرت والا ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اللہ کا ایک ہونا سن کر انہوں نے دلیل طلب کی جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نشان ہائے قدرت ان پر ظاہر کئے گئے۔

(۱۵۸)

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۞ (آل عمران:٦)

ترجمہ: "وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح کی چاہتا ہے بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔"

تشریح: اللہ خبر دیتا ہے کہ آسمان وزمین کے غیب کو وہ بخوبی جانتا ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں صورتیں عنایت فرماتا ہے جس کی طرح کی چاہتا ہے اچھی بری نیک بد۔ اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں وہ غالب ہے حکمت والا ہے جبکہ صرف اسی ایک نے تمہیں بنایا اور پیدا کیا، پھر عبادت دوسرے کی کیوں کرو؟ وہ لازوال عزتوں والا، غیر فانی حکمتوں والا، اٹل حکموں والا، اس میں اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے اور اسی کی چوکھٹ پر جھکنے والے تھے جس طرح کل انسان ہیں۔ انہیں انسانوں میں سے ایک آپ بھی ہیں، وہ بھی ماں کے رحم میں بنائے گئے اور میرے پیدا کرنے سے پیدا ہوئے پھر خدا کیسے بن گئے جیسے کہ اس لعنتی جماعت نصاریٰ نے سمجھ رکھا ہے حالانکہ وہ تو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف رگ و ریشہ میں اِدھر اُدھر پھرتے پھراتے رہے، جیسے اور جگہ ہے:

﴿ یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ﴾

"وہ خدا تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے ایک پیدائش کے بعد دوسری طرح کی بناوٹ تین تین اندھیروں میں ہوتی ہے۔"

(۱۵۹)

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۫ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۫ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (آل عمران: ۲۶-۲۷)

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے تمام جہانوں کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے تو ہی ہے کہ جسے چاہتا ہے بیشمار روزی دیتا ہے۔“

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد (ﷺ) آپ اپنے رب تعالیٰ کی تعظیم کے طور پر اور اس کا شکریہ بجالانے کے لیے اور اسے اپنے تمام کام سونپ دینے کے لیے اور اس کی ذات پاک پر بھروسہ کرتے ہوئے ان الفاظ میں اس کی بڑائیاں بیان کیجئے جو اوپر بیان ہوئیں۔ یعنی اے اللہ مالک الملک تو ہے، تمام ملک تیری ملکیت میں ہے جسے تو چاہے دے اور جس سے چاہے دیا ہوا بھی لے لے، تو ہی دینے لینے والا ہے تو جو چاہتا ہے ہوجاتا ہے اور جو نہ چاہے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس آیت میں اس بات کی تنبیہ اس نعمت کے شکر کا بھی حکم ہے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کی امت کو مرحمت فرمائی گئی کہ نبوت بنی اسرائیل سے ہٹا کر نبی عربی قریشی اُمی مکی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دے دی گئی۔ آپ ﷺ کو علی الاطلاق نبیوں کے ختم کرنے والے اور تمام انس وجن کی طرف رسول بن کر آنے والے بنا کر بھیجا، تمام اگلوں کی خوبیاں آپ ﷺ میں جمع کر دیں اور وہ فضیلتیں آپ ﷺ کو دی گئیں جن سے اور تمام انبیاء بھی محروم رہے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کی بابت ہو یا اس رب تعالیٰ کی شریعت کے معاملہ میں ہوں یا ہوچکی اور آنے والی خبروں کے متعلق ہوں۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے آخرت کے کل حقائق کھول دیئے۔ آپ ﷺ کی اُمت کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیا، آپ ﷺ کے دین اور آپ کی شریعت کو تمام دینوں اور کل مذہبوں پر غالب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا درود آپ ﷺ پر نازل ہو، اب سے لے کر قیامت تک جب تک رات دن کی گردش باقی رہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اپنی رحمتیں دوام کے ساتھ نازل فرماتا رہے، آمین۔ پس فرمایا کہ کہو خدایا! تو ہی اپنے خلق میں ہیر پھیر کرتا رہتا ہے جو چاہے کر گزرتا ہے۔ جو لوگ کہتے تھے کہ ان دو بستیوں میں سے کسی بہت بڑے شخص پر اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام کیوں نازل نہ کیا؟ اس کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ.... الخ﴾

کیا تیرے رب کی رحمت کے بانٹنے والے یہ ہیں، جب ان کی روزیوں تک کے مالک ہم ہیں جسے چاہے کم دیں جسے چاہے زیادہ دیں تو پھر ہم پر حکومت کرنے والے یہ کون؟ کہ فلاں کو نبی کیوں نہ بنایا۔ نبوت بھی ہماری ملکیت کی چیز ہے ہم ہی جانتے ہیں کہ اس کے دیئے جانے کے قابل کون ہے جیسے اور جگہ ہے:

﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ﴾

"جہاں کہیں اللہ تعالیٰ اپنی رسالت نازل فرماتا ہے اسے وہی سب سے بہتر جانتا ہے۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾

"دیکھ لے کہ ہم نے کس طرح ان میں آپس میں ایک دوسرے پر برتری دے رکھی ہے۔"

پھر فرماتا ہے کہ تو ہی رات کی زیادتی کو دن کے نقصان میں بڑھا کر دن رات کو برابر کر دیتا ہے پھر اِدھر کا حصہ اُدھر دے کر دونوں کو چھوٹا بڑا کر دیتا ہے۔ پھر برابر کر دیتا ہے۔ زمین و آسمان پر سورج چاند پر پورا پورا قبضہ اور تمام تر تصرف تیرا ہی ہے۔ اسی طرح جاڑے کو گرمی سے اور گرمی کو جاڑے سے بدلنا بھی تیری قدرت میں ہے بہار وخزاں پر قادر تو ہی ہے، تو ہی ہے کہ زندے سے مردے کو اور مردے سے زندے کو نکالے۔ کھیتی دانے سے اور دانہ کھیتی سے، درخت کھجور گٹھلی سے اور گٹھلی کھجور سے تو ہی پیدا کرتا ہے مومن کو کافر کے ہاں اور کافر کو مومن کے ہاں تو ہی پیدا کرتا ہے۔ مرغی انڈے سے اور انڈا مرغی سے اور اسی طرح کی تمام تر چیزیں تیرے ہی قبضہ میں ہیں تو جسے چاہے اتنا مال دے دے جو نہ گنا جائے نہ احاطہ کیا جائے اور جسے چاہے بھوک کے برابر روٹی بھی نہ دے ہم مانتے ہیں کہ یہ کام حکمت سے پُر ہیں اور تیرے ارادے اور تیری چاہت سے ہوتے ہیں۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اس آیت ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ ..... الخ ﴾ میں ہے کہ جب اس نام سے اس سے دعا کی جائے تو وہ قبول کر لیتا ہے۔